بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

در موسم گل گر بگلستان نرسیدیم
از دست ندادیم تماشاے خزان را

رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۲ء مین مین نے قسطنطنیہ وغیرہ کا جو سفر کیا وہ محض ایک طالب العلمانہ سفر تھا۔ اور چونکہ نہ یہ کوئی غیر معمولی امر تھا۔ نہ واقعات سفر مین چندان ندرت تھی سفرنامہ لکھنے کا میرا ارادہ نہ تھا لیکن وہان سے واپس آکر جن بزرگون اور دوستون سے ملنے کا اتفاق ہوا سب سفرنامے کے متقاضی تھے۔ مین نے خیال کیا کہ چونکہ ایک مدت سے ہماری جماعت مین سیر و سیاحت کا طریقہ بند ہے۔ اور اس وجہ سے اسلامی ممالک کے صحیح حالات سے بالکل اطلاع نہین حاصل ہوتی۔ لوگون کا یہ تقاضا کچھ بےجا نہین مجکو خود اپنی حالت یاد آئی کہ سفر سے پہلے قسطنطنیہ وغیرہ کا کوئی سیاح مل جاتا تو مین گھنٹون وہان کے حالات پوچھا کرتا۔

یہ اسباب تھے جنھون نے مجکو ان اوراق پریشان کی ترتیب پر آمادہ کیا۔ ورنہ ایسے عاجلانہ اور معمولی سفر کے حالات قلمبند کرنے اور ان کو سفرنامہ یا کتاب الرحلۃ کا لقب دینا تنگ ظرفی سے خالی نہ تھا۔ سفرنامہ مین جس قسم کی اطلاعین لازمی اور ضروری ہین یعنی ملک کی حالت انتظام کا طریقہ۔ عدالت کے اصول تجارت کی کیفیت۔ عمارتون کے نقشے۔ ان مین سے ایک چیز بھی اس سفرنامہ مین نہین۔ البتہ معاشرت اور علمی حالات کے متعلق متعدد واقعات ہین۔ اگرچہ وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ نہین ہین۔ جس قدر ہونے چاہئین غرض جو شخص سفرنامہ کو سفرنامہ کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہو وہ کتاب سے پورا لطف نہین اٹھا سکتا البتہ جن لوگون کو اسلامی ممالک کے معمولی واقعات مین بھی مزہ آتا ہے۔ ان کی دعوت مین یہ ماحضر پیش کیا جا سکتا ہے کہ ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ ::

مین نے اگرچہ اس کتاب مین ترکون کی تمدنی یا ملکی حالات سے کچھ بحث نہین کی ہے اور نہ اس قسم کی بحث میرے منصب وحالت کے لحاظ سے مناسب تھی۔ تاہم اس کتاب کو پڑھ کر ناظرین کے دل مین ترکون کی تہذیب وشایستگی کا جو درجہ قائم ہوگا وہ اس سے مختلف ہو جو یورپ کے عام لٹریچر سے ظاہر ہوتا ہے۔

یورپ نے کسی زمانہ مین مسلمانون کے خلاف جو خیالات قائم کر لیے تھے ایک مدت تک وہ علانیہ اس طریقہ سے ظاہر کیے جاتے تھے کہ مذہبی تعصب کا رنگ صاف نظر آتا تھا اور اسوقت قبول عام کا یہی بڑا عمدہ ذریعہ تھا۔ لیکن جب یورپ مین مذہب کا زور گھٹ گیا اور مذہبی ترانے بالکل بے اثر ہوگئے تو اس پالیسی نے دوسرا پہلو بدلا۔ اب یہ طریقہ چندان مفید نہین سمجھا جاتا کہ مسلمانون کی نسبت صاف صاف متعصبانہ الفاظ لکھے جائین بلکہ بجاے اس کے یہ دانشمندانہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اسلامی حکومتون۔ اسلامی قومون۔ اسلامی معاشرت کے عیوب تاریخی پیرایہ مین ظاہر کیے جاتے ہین۔ اور عام تصنیفات۔ قصون۔ ناولون۔ ضرب المثلون کے ذریعہ سے وہ لٹریچر مین اس طرح جذب ہو جاتے ہین کہ تحلیل کیمیاوی سے بھی جدا نہین ہو سکتے۔

اگرچہ یہ طریقہ کل اسلامی قومون سے برتا جاتا ہے لیکن اس وقت ہم کو خاص ترکون سے بحث ہے۔ یورپین لٹریچر پڑھ کر ترکون کی نسبت تحقیر کے خیالات نہ پیدا ہونے بعینہ ایسا ہے جیسا خواب آور دوا کھا کر نیند کا نہ آنا۔

یورپ مین مصنفین کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اور اس وجہ سے ان مین متعصب۔ نیک دل ظاہر بین۔ دقیق النظر ہر درجہ اور ہر طبقے کے لوگ ہین۔ لیکن ترکون کے ذکر مین وہ اختلاف مدارج بالکل زائل ہو جاتا ہے اور ہر ساز سے وہی ایک صدا نکلتی ہے۔

مثلاً آج کل کے سچے سے سچے یورپین مصنف کی راست بیانی یہ ہے کہ وہ ترکی حکومت کے ذکر مین قرضہ کی گرانباری۔ صنائع وفنون کا بقدر کافی موجود نہونا۔ اضلاع مین تعلیم کی عدم وسعت آلات واسلحہ مین یورپ کی احتیاج۔ ان تمام امور کو بالکل راست راست لکھتا ہے لیکن جو اصلاحین حال مین ہوئین ہین اُن کے ذکر سے اس طرح دامن بچا جاتا ہے گویا اصلاح کا سرے سے وجود ہی نہین۔ خزانہ کا انتظام۔ تمام اضلاع مین زراعتی بنکون کا قائم ہونا اور مدارس رشدیہ کی تعداد کا

یہ کتاب فرضی مصنف کے نام سے خود ترکون نے لکھی ہو یا اُس انگلش شہزادی کو سلطانی انعامات نے ایسی کتاب لکھنے پر مجبور کیا ہو لیکن یہی کتاب اگر ترکون کے معائب مین ہوتی تو اُن اشخاص کے نزدیک اُس کا ہر حرف قطعی و یقینی ہوتا۔ پروفیسر ویمبری نے اپنے محققانہ تجربے سے ترکون کی تہذیب و شائستگی پر جو مضامین لکھے وہ بھی اسی سبب بے اثر رہے کہ پروفیسر مذکور نے ترکون کی موجودہ ترقی کا اعتراف کیا تھا۔

ترکون کی نسبت اگرچہ یورپ کے عام لٹریچر کی یہ حالت ہو لیکن ہم کو موقع کے لحاظ سے ترکی کے سفرنامون کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یورپ کی تاریخی تصنیفات کا سرمایہ بھی بہت کچھ انھین سفرنامون سے لیا گیا ہو۔ سفرنامہ اگرچہ تاریخی سلسلہ کا ایک دلچسپ حصہ ہو لیکن جس قدر دلچسپ ہو اُسی قدر غلطیون کے احتمالات سے مملو ہو۔

ایک بڑی غلطی جو عموماً سفرنامہ لکھنے والون کو واقع ہوتی ہو جزئیات سے کلیات کا قائم کرنا ہو۔ سفر مین انسان کو جن اشخاص سے سابقہ پڑتا ہو وہ اُن کے اخلاق و عادات۔ خیالات سے تمام قوم کی نسبت عام رائے قائم کر لیتا ہو۔ حالانکہ ممکن ہو کہ وہ امور انھین چند اشخاص کے ساتھ مخصوص ہون اسی طرح ہر واقعہ سے وہ ایک عام نتیجہ نکالنا چاہتا ہو۔ اور واقعہ کے خاص اسباب کی جستجو مین نہ وہ اپنا وقت صرف کرنا چاہتا ہو نہ اُس کو اس قدر فرصت ملتی ہو۔

غلطی کا ایک بڑا سبب یہ ہو کہ جو شخص کسی مُلک کا سفر کرتا ہو اُس کی نسبت پہلے سے اس کے خیالات دوستانہ یا مخالفانہ ہوتے ہین۔ وہان پہونچکر اوّل اوّل جو کچھ وہ دیکھتا اور سنتا ہو وہ محض سرسری ہوتا ہو اور چونکہ ایسی اجمالی واقفیت۔ استنباط نتائج کے لیئے کافی نہین ہوتی اور نہ وہ نتیجہ کے قائم کرنے مین دیر تک انتظار نہین کر سکتا۔ اس لیئے وہ ہر واقعہ کے ساتھ قیاسات کو دخل دیتا جاتا ہو ان قیاسات کے وقت وہ حسن ظن یا سوء ظن۔ جو پہلے سے اُس کے دل مین موجود تھا چپکے چپکے اپنا کام کرتا ہو اور اُس کو خبر تک نہین ہوتی۔ اس قسم کی غلطی کا احتمال اگرچہ دنیا کی تمام قومون سے متعلق ہو لیکن یورپ والون کو اس مین ایک خاص ترجیح حاصل ہو۔ جس کی وجہ یہ ہو کہ استنباط نتائج مین یورپ والون کو جو بے صبری ہو اور کسی قوم کو نہین ہو۔ اسی کا اثر ہو کہ یورپ کا ایک عام سیاح یا پولٹیشن اتفاق سے ہندوستان مین آنکلتا ہو تو صرف ہفتہ دو ہفتہ کے تجربے کی بنا پر یورپ کے

اخبارون اور میگزینون مین اس دعوے کے ساتھ بڑے بڑے آرٹیکل شایع کرتا ہو کہ گویا ہندوستان کی معاشرت و تمدن کے تمام راز اسپر کھُل گئے ہین۔

ایک اور بڑا سبب یہ ہو کہ سیاح کو چونکہ حالات کے دریافت کا نہایت شوق ہوتا ہو اس لیئے وہ ہر شخص سے جو اُسکو مل جاتا ہو کچھ نہ کچھ معلومات کا سرمایہ حاصل کرنا چاہتا ہو۔ اس تعمیم مین وہ ان تحقیقات کی کہ وہ شخص ثقہ ہو یا غیر ثقہ۔ روشن ضمیر ہو یا متعصب دقیق النظر ہو یا ظاہر بین۔ کچھ پروا نہین کرتا اور کرنا بھی چاہے تو کامیابی نہین ہو سکتی یورپ والے اس باب مین اور بھی بے احتیاط ہین۔ اکثر یورپین سیاح جو قسطنطنیہ کا سفر کرتے ہین معمولاً پیرا غلطی اور غلطہ کے ہوٹلون مین اُن کو ٹھہرنے کا اتفاق ہوتا ہو۔ وہ جہان کہین جانا چاہتے ہین۔ ایک گائڈ (رہنما) اُن کے ساتھ ہوتا ہو جو نہ صرف اُن کو عمارات اور مقامات کی سیر کراتا ہو بلکہ اُن کے تمام سوالات کا جو موقع بموقع وہ پوچھتے جاتے ہین جواب دیتا جاتا ہو یہ گائڈ عموماً عیسائی ہوتے ہین اور روپیہ دو روپیہ روزانہ اُن کی اُجرت ہوتی ہو۔ ان گائڈون کی معلومات جس قسم کی ہو سکتی ہین ہر شخص خود اس کا اندازہ کر سکتا ہو۔

فاطمہ[۱] خانم نے اپنی کتاب کے دیباچہ مین لکھا ہو کہ یورپ کی معزز خاتونین جن سے مجکو ملنے کا اتفاق ہوا جب ترکی خاتونون کے متعلق واقعات کے طور پر کچھ بیان کرتی تھین تو مجکو گمان ہوتا تھا کہ یہ کسی اور قوم کا تذکرہ ہو یا ناول کے طور کے قصے ہین" فاطمہ خانم نے اس پر راے دی ہو کہ "ان بیچارون کا کچھ قصور نہین۔ گائڈ جو کچھ سیاحون سے کہدیتے ہین اُن کو یقین کرنا پڑتا ہو۔ ہمارے دوست جو جامع ازہر کی سیر سے محروم رہ گئے تھے اُن کو بھی گائڈ ہی نے دھوکا دیا تھا۔

غرض یورپ کی تحریرون اور سفرنامون سے میرے سفرنامہ کا مختلف ہونا لازمی بات تھی اگرچہ اس اختلاف کے اسباب کے بیان کرنے مین اس قدر اطناب کہ بجاے خود ایک مستقل مضمون بن جاے موزون نہ تھا۔

[۱] یہ ایک نہایت معزز اور تعلیم یافتہ خاتون ہو عربی و فارسی و ترکی کے علاوہ جو اس کی مادری زبان ہو فرنچ زبان نہایت عمدہ جانتی ہو۔ یورپ کو ترکی خاتونون کی نسبت جس قسم کی غلط معلومات حاصل ہین اُن کی صلاح کے لیئے اُس نے ناول کے طور پر ایک کتاب لکھی ہو جسکا نام نساء اسلامیین ہو۔ یہ کتاب عربی مین ترجمہ ہو گئی اور وہان کی نمائش مین پیش ہو کر وہان کے اہتمام سے انگریزی مین بھی اس کا ترجمہ ہو گیا ہو۔ اُردو مین بھی اس کا ترجمہ ہو گیا اور محمڈن پریس علیگڈھ مین چھپا ہو۔"

ترکی کے سفر سے جو اثر میرے دل پر ہوا اس کا یہان ظاہر کرنا چندان ضرور نہین اس سفرنامے کے پڑھنے سے خود اس کا پتہ لگ سکتا ہی۔ البتہ اس قدر کہنا ضرور ہی کہ سلطنت کی حیثیت سے اگر قطع نظر کی جاے تو مسلمانون کی حالت وہان بھی کچھ زیادہ مسرت اور اطمینان کے قابل نہین بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ بہت سی باتون مین ہندوستان کے مسلمانون کے قریب قریب ہی۔ صنعت سے ان کو کچھ واسطہ نہین۔ تجارت مین ان کا بہت کم حصہ ہی معمولی دوکاندار تک یہودی یا عیسائی ہین۔ پرانی تعلیم نہایت ابتر ہی اور ہوتی جاتی ہی نئی تعلیم کے متعلق جو شکایت یہان ہی وہان بھی ہی۔ پرانی تہذیب اور نئی تہذیب مین ابھی تک رقابت ہی۔ اور دونون سے مل کر کوئی مرکب مزاج پیدا نہین ہوا ہی۔ پرانے خیال والے ابھی تک زمانہ کی رفتار سے بیخبر ہین نئے مذاق کے لوگ جس قدر رکھتے ہین کرتے نہین۔ ہمت۔ غیرت۔ جوش۔ عزم۔ استقلال کے بجاے کل قوم پر (من حیث الاغلب) افسردگی سی چھائی ہوئی ہی۔ جو شخص جس حال مین ہی۔ اسی پر قانع ہی۔ موجودہ حالت یہ ہی۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔

تمت بالخیر

سفر کا ارادہ اور آغاز

جس زمانہ میں مجھ کو ہیروز آف اسلام کا خیال پیدا ہوا اسی وقت یہ خیال بھی آیا کہ ہمارے ملک میں جس قدر تاریخی سرمایہ موجود ہے وہ اس مقصد کے لیے کسی طرح کافی نہیں ہوسکتا۔ یہی خیال تھا جس نے اول اول اس سفر کی تحریک دل میں پیدا کی کیونکہ یہ یقین تھا کہ مصر و روم میں اسلامی تصنیفات کا جو بقیہ رہ گیا ہو اُن سے ایک ایسا سلسلہ تالیف ضرور تیار ہوسکتا ہو۔

اگرچہ یہ عزم مستقل ہوچکا تھا لیکن چند در چند اسباب سے دیر ہوتی گئی۔ یہانتک کہ بظاہر اسباب نا امیدی سی پیدا ہوگئی اور وہ عزم ایک ضعیف سا خیال رہ گیا۔ گزشتہ سال عجیب اتفاقی طور پر اس ارادہ کو تحریک اور تحریک کے ساتھ تکمیل ہوئی۔ پچھلے سال میں اکثر بیمار رہا۔ یہانتک کہ علاج سے تنگ آکر تبدیل آب وہوا کا ارادہ کیا۔ چنانچہ مکان وغیرہ کے بندوبست کے لیے الموڑہ اور کشمیر میں دوستوں کو متعدد خط لکھے۔ اسی اثناء میں معلوم ہوا کہ مسٹر آرنلڈ۔ جو مدرسۃ العلوم کے پروفیسر فلاسفی اور میرے اُستاد ہیں (میں نے اُن سے فرنچ زبان سیکھی ہی) آج ہی کل ولایت جانیوالے ہیں۔ دفعتہً خیال آیا کہ مصر و روم کا سفر، آب وہوا کی تبدیل، مسٹر آرنلڈ کا ساتھ، اتفاق سے یہ سامان جمع ہوگئے۔ اس موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے۔ چنانچہ اُسی وقت صاحب موصوف کے پاس گیا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ انھوں نے نہایت خوشی ظاہر کی اور فرمایا کہ جہانتک ممکن ہو سفر کے ضروری کاموں میں تم کو کافی مدد دوں گا۔

اُس وقت جہاز کی روانگی میں صرف تین چار روز باقی تھے۔ احباب و اعزہ نے سُنا تو سخت متعجب ہوئے اور اکثروں نے سمجھایا کہ اس جلدی اور بے سروسامانی کے ساتھ اتنا بڑا لمبا سفر کرنا کونسی دانشمندی کی بات ہی۔ میں نے کہا ع ہرچہ بادا باد من کشتی در آب انداختم

کالج میں گرمیوں کی تعطیل معمولاً تین مہینے کی ہوا کرتی ہی۔ مدت ملازمت سے اسوقت تک مجکو تین مہینے کی پریولیج رخصت کا حق تھا۔ اسی طرح دونوں کو ملا کر چھ مہینے کی رخصت

مل گئی۔ اور ۲۶ اپریل ۱۸۹۲ء کو میں علیگڈھ سے چل کھڑا ہوا۔ مسٹر آرنلڈ اپنے ایک دوست
سے ملنے کے لیے ایک دو دن پہلے جھانسی روانہ ہو گئے تھے۔ جھانسی کے اسٹیشن سے
اُن کا ساتھ ہوا اور تمام راہ بڑے لطف و مسرت سے کٹی۔ مسٹر آرنلڈ نے حاجی رحمت اللہ ابن داؤد
کو جو بمبئی کے ایک معزز اور روشن ضمیر تاجر ہیں خط کے ذریعہ سے اپنے آنے کی اطلاع
دیدی تھی جس میں میری معیت کا بھی ذکر تھا۔ چونکہ اتفاقاً ہمارے پہلے انتظام میں کسی قدر
تبدیلی ہو گئی۔ ہم لوگ تاریخ معینہ کے دو دن بعد بمبئی پہونچے۔ مسٹر آرنلڈ میرا اور اپنا اسباب
لیکر ویسٹن ہوٹل کو گئے۔ میں بازار میں پھر رہا تھا کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہوئی۔ میں نے
اُس سے پوچھا کہ تم حاجی رحمت اللہ کو جانتے ہو۔ بولا کہ آپ مولوی شبلی تو نہیں ہیں۔ میں
اُس کے اس تفرس پر جو کشف سے کم نہ تھا حیرت زدہ ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ ہم دو دن سے
آپ کے لیے حیران ہوتے ہیں۔ چلیے حاجی صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حاجی صاحب نے
مسٹر آرنلڈ کو بھی ہوٹل سے بلا لیا اور ہم دونوں اُن کے باغ میں ٹھہرے۔

جس روز ہم بمبئی پہونچے اُس کے دوسرے دن ہمارا جہاز روانہ ہونے کو تھا۔ اس لیے ہم نے
اپنا تمام وقت سفر کے ضروری کاموں میں صرف کیا اور بمبئی میں جو اسلامی مدرسے اور انجمنیں
ہیں اُن کی سیر نہ کر سکے۔ کک کمپنی کی معرفت جہاز کا ٹکٹ لیا۔ جس جہاز پر ہم جانیوالے تھے اُس کا
کرایہ بمبئی سے پورٹ سعید تک سکنڈ کلاس کا [illegible] تھا۔ میں نے یہ سخت غلطی کی کہ ریٹرن ٹکٹ
نہیں لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ واپسی کے وقت پورٹ سعید سے بمبئی تک [illegible] پونڈ یعنی [illegible]
دینے پڑے۔ پہلی مئی کی صبح کو نو بجے ہم جہاز پر سوار ہوئے۔ قریباً بارہ بجے جہاز نے لنگر اٹھایا
اور ہم نے بسم اللہ مجریہا و مرسیہا پڑھکر ہندوستان کو خدا حافظ کہا۔ سکنڈ کلاس میں صرف
پانچ مسافر تھے اور یہ عجیب اتفاق کہ سب کے سب مختلف قوم اور مختلف نسل سے تھے یعنی ایک
مسلمان۔ ایک انگریز۔ ایک پارسی۔ ایک اسپینیر۔ ایک سیامی۔

جہاز کی حرکت اوّل اوّل تو چنداں ناگوار نہیں معلوم ہوئی لیکن شام کے قریب طبیعت متغیر
ہونی شروع ہوئی۔ رات کا کھانا کھا کر سو رہے۔ صبح کو آنکھ کھلی تو عجیب کیفیت تھی۔ دوران سر اور
متلی کی ایسی سخت تکلیف تھی جو کسی طرح بیان میں نہیں آسکتی۔ دو دن تک غشی کی سی حالت رہی

جہاز کا ملازم کبھی کبھی چائے بسکٹ نارنگیاں لاتا تھا کہ کچھ کھا لو لیکن ان چیزوں کے دیکھنے سے ابکائی آتی تھی۔ مسٹر آرنلڈ چائے پی لیا کرتے تھے اگرچہ ہضم نہیں ہوتی تھی لیکن تے کرنے سے طبیعت ہلکی ہو جاتی تھی۔ ان کے اصرار سے میں نے بھی دو ایک بار چائے پی کر تے کی اور فائدہ محسوس ہوا۔ تیسرے دن ہم سب اٹھ بیٹھے۔ ہم سنا کرتے تھے کہ سمندر کی آب و ہوا تندرستی کے لیے نہایت مفید ہے۔ درحقیقت جہاز کا سفر سو علاجوں کا ایک علاج ہے۔ میں جہاز پر سوار ہونے کے وقت تک ضعیف اور مضمحل تھا لیکن روز بروز چاق و چست ہوتا گیا۔ طبیعت کو ہر وقت نشاط رہتا تھا اور بھوک خوب لگتی تھی۔ ہم لوگوں کو پانچ وقت کھانا ملتا تھا یعنی صبح کو آٹھ بجے چائے، دودھ بسکٹ۔ گیارہ بجے معمولی کھانا جس میں متعدد قسم کے سالن ہوتے تھے۔ ایک بجے ٹفن۔ پانچ بجے کھانا جس میں معمولی گوشت کے علاوہ مرغ، بط، کبوتر، ہر قسم کی پڈنگ، تر اور خشک میوے ہوتے تھے۔ کبھی کبھی ہرن کی قتلیاں بھی ہوتی تھیں۔ رات کو نو بجے چائے۔ اور لیکن ہر وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور سب ہضم ہو جاتا تھا۔

سمندر کی ہوا

میں تمام دن دریا کے سیر و تماشے میں مشغول رہتا تھا۔ مسٹر آرنلڈ نے عربی پڑھنی شروع کر دی تھی۔ ہمارے ساتھ جو ایک مین کا عیسائی تھا مسٹر آرنلڈ کے عربی پڑھنے سے بہت جلتا تھا۔ اکثر ان کے پاس آتا اور تحقیراً عربی حرفوں کو نہایت برے لہجہ سے ادا کرتا اور کہتا کہ یہ زبان اونٹوں کی زبان ہے۔ اگرچہ مجھ کو اس کی ان حرکتوں سے رنج ہوتا تھا لیکن جو قوم ایک مدت تک ذلت کے ساتھ عرب کے زیر دست رہ چکی تھی **عرب** اور **عربی** زبان کے ساتھ اس کا یہ سلوک بیجا نہ تھا۔

ایک عیسائی کا عربی زبان کے ساتھ تعصب

چونکہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ جہاز پر جانور ذبح نہیں کیے جاتے اور مولوی مسیح اللہ خاں صاحب نے اپنے سفرنامہ میں تجربہ سے اس کی تصدیق بھی کی ہے میں نے دو تین روز تک پرند کے گوشت کھانے سے پرہیز کیا۔ مسٹر آرنلڈ نے مجھ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں **منخنقہ** حرام ہے۔ بولے کہ اس جہاز پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ گردن مروڑ کے مارے نہیں جاتے۔ چونکہ شرعاً ان کی تنہا شہادت کافی نہ تھی میں خود گیا اور اس کی تصدیق کی۔ ذبح کرنے والا عیسائی تھا۔ وہ ذبح کرنے کے وقت کچھ پڑھتا نہ تھا۔

چونکہ وقت کم تھا اِس لیے میں شہر کے اندرونی حصے کو نہ دیکھ سکا۔ ہندوستان کو خطا روانہ کیئے۔ ایک خط کے سرنامہ پر یہ اشعار لکھے جو اُسی وقت موزون ہوے تھے ۔

چون کمر بستم بعزم این سفر از روے عزم	دشمن و ہم دوست از در پیچ و تاب انداختم
ہر کسی را لبس شگفت آمد کہ حاصل چیست این	تا چرا خود را بدین سال در عذاب انداختم
ہر یکے پندم ہمی داد و ہمی گفتے کہ من	زین سخن از عارض معنی نقاب انداختم
چون لجاجت از حد بردند گفتم بس کنید	ہر چہ بادا باد من کشتی در آب انداختم

عدن کی زبان

عدن کی زبان عموماً عربی ہو۔ اور پارسی۔ ہندو۔ بنگالی۔ جو تجارت یا نوکری کے ذریعہ سے یہاں رہتے ہیں بے تکلف عربی بولتے ہیں۔ چونکہ میں نے کبھی کسی ہندو کی زبان سے اِس مقدس زبان کے الفاظ نہیں سُنے تھے بنیوں اور بقالوں کو اپنی تودھ ماتبینے بولتے دیکھ کر عجب مزہ آتا تھا۔

یہاں کی زبان عموماً عربی ہو لیکن نہایت بیہودہ اور غیر فصیح ہے۔ اگرچہ آج کل تمام اُن ملکوں میں جہاں عربی بولی جاتی ہو۔ قدیم عربی نہیں رہی لیکن عدن کی زبان ایک مُدت سے اجنبیوں کے اختلاط کی وجہ سے خراب ہوتے ہوتے اِس حالت کو پہونچی ہو **علامہ مقدسی** جو عرب کا ایک نامور سیّاح گذرا ہو اور جس نے چوتھی صدی کے آغاز میں دنیا کا سفر کیا تھا اپنے جغرافیہ میں لکھتا ہو کہ عدن میں جو قومیں بستی ہیں اُن میں زیادہ اہلِ فارس ہیں" علامہ موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ "یہاں عموماً جیم کے بجائے کاف بولتے ہیں اور رجلینہ کے بجائے رکلینہ۔ وعلی ہذا۔ جب علامۂ موصوف کے عہد میں یہ حال تھا تو مرہٹوں اور گجراتیوں کے اختلاط کے بعد یہاں کی زبان کی نسبت کیا شکایت ہو سکتی ہو۔

عدن میں ایک جرمنی ہمارے جہاز پر سوار ہوا جو جرمن کے مشہور عجائب خانے کا ملازم ہو اور مُدت تک اِن اطراف میں رہ کر یورپ کو واپس جا رہا ہو۔ سیاحی و تجارت کی بدولت متعدد زبانوں میں بے تکلف بات چیت کر سکتا ہو جب وہ جہاز کے افسروں سے اٹالین میں آزملڈ سے انگریزی میں اور مجھ سے عربی میں گفتگو کرتا تھا تو مجھ کو سخت تعجب اور رشک ہوتا تھا۔ کھانے کی میز پر جب ہم سب جمع ہوتے تھے تو یہی ایک شخص تھا جو سب کا ترجمان بنتا تھا۔ اُس نے عرب اور ترکیہ

جنگلوں سے بہت سے عجیب و غریب جانور بہم پہنچائے ہیں۔ ایک بڑے پنجرے میں افریقہ کے
بندر تھے جن کی ہیئت معمولی بندروں سے کچھ الگ تھی۔ ان میں زیادہ تر تعجب انگیز بات یہ ہو
کہ جب وہ کسی کو اپنی طرف آتا دیکھ کر غل مچاتے تھے تو اُن کی آواز سے بعض حروف مفہوم ہوتے
تھے۔ میں نے اولاً خیال کیا کہ ہم لوگ جسطرح مثلاً بلی کی آواز کو میاؤں سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بھی
اسی قسم کے فرضی الفاظ ہیں لیکن چند بار میں نے غور سے سُنا تو صاف صاف ل اور یا کی
آواز محسوس ہوتی تھی۔ یہانتک کہ اگر کوئی شخص پردے میں بیٹھے سنتا تو ہرگز خیال نہ کرسکتا
کہ بندر کی آواز ہے۔ میں نے مسٹر آرنلڈ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے بھی تصدیق کی۔ غالباً
اسی قسم کی مثالوں سے یورپ میں بعض لوگوں کو خیال پیدا ہوا ہے کہ بندر بھی بول سکتے ہیں
چنانچہ مشہور ہے کہ ایک صاحب نے مدت کے تجربے اور تحقیق کے بعد اس زبان کے
چند حروف دریافت کیے ہیں۔

عدن سے چونکہ دلچسپی کے نئے سامان پیدا ہوگئے تھے اس لیے ہم بڑے لطف سے
سفر کررہے تھے لیکن دوسرے ہی دن ایک پُرخطر واقعہ پیش آیا جس نے تھوڑی دیر تک
مجھ کو سخت پریشان رکھا۔ ۱۱ مئی کی صبح کو میں سوتے سے اُٹھا تو ایک ہمسفر نے کہا کہ جہاز کا
انجن ٹوٹ گیا۔ میں نے دیکھا تو واقعی کپتان اور جہاز کے ملازم گھبرائے پھرتے تھے اور اسکی
درستی کی تدبیریں کررہے تھے۔ انجن بالکل بیکار ہوگیا تھا۔ اور جہاز نہایت آہستہ آہستہ ہوا کے
سہارے چل رہا تھا۔ میں سخت گھبرایا اور نہایت ناگوار خیالات دل میں آنے لگے۔ اس اضطراب
میں اور کیا کرسکتا تھا۔ دوڑا ہوا مسٹر آرنلڈ کے پاس گیا۔ وہ اُس وقت نہایت اطمینان کے ساتھ
کتاب کا مطالعہ کررہے تھے میں نے اُن سے کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے! بولے کہ ہاں انجن
ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کو کچھ اضطراب نہیں؟ بھلا یہ کتاب دیکھنے کا کیا موقع ہے؟ فرمایا کہ
جہاز کو اگر برباد ہی ہونا ہے تو یہ تھوڑا سا وقت اور بھی قدر کے قابل ہے۔ اور ایسے قابل قدر
وقت کو رائگان کرنا بالکل بے عقلی ہے۔ اُن کے استقلال اور جرأت سے مجھ کو بھی اطمینان
ہوا۔ آٹھ گھنٹے کے بعد انجن درست ہوا اور بدستور چلنے لگا۔

۱۳ مئی کو جہاز سویز پہنچا اور تین چار گھنٹے کے لیے ٹھہرا۔ مصری۔ عرب۔ پنیر۔ کھجور۔

اچھی طرح آراستہ ہی۔ میز پر ہمیشہ بہت سے اخبارات موجود رہتے ہیں جن میں زیادہ تر جہازوں
کے متعلق خبریں اور اشتہارات ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم نے اُس سے ٹکٹ بدلوانے کی
بابت گفتگو کی۔ یعنی یہ کہ اگر ہم یہاں اُتر جائیں اور قسطنطنیہ کا نیا ٹکٹ لیں تو جوزائد کرایہ ہم
برنڈزی تک کا دے چکے ہیں وہ مجرا مل سکتا ہی یا نہیں؟ چونکہ وہ خود اس کا جواب
نہیں دے سکتا تھا کمپنی کے بڑے دفتر میں گیا اور وہاں سے واپس آکر کہا کہ تم اسی ٹکٹ
سے قسطنطنیہ تک جا سکتے ہو۔ صرف دو پونڈ یعنی ۳۲ روپے اور دینے ہوں گے۔ میں بہت
خوش ہوا اور اس کارگذاری کے صلہ میں آٹھ روپے اُس کے نذر کیئے۔ یہ بھی حسن اتفاق
تھا کہ قسطنطنیہ جانے والا جہاز اُس وقت تیار تھا۔ ورنہ پندرہ دن تک پورٹ سعید میں
ٹھہرنا پڑتا۔

پورٹ سعید

پورٹ سعید ایک چھوٹا سا خوبصورت بندرگاہ ہی۔ آبادی کے دو حصے ہیں
جو حصّہ دریا سے متصل ہی۔ اُس میں عموماً یورپین سوداگر رہتے ہیں۔ اور بہت بڑے بڑے
ہوٹل۔ قہوہ خانے اور تھئیٹر وغیرہ ہیں۔ ایک قہوہ خانہ عین دریا کے کنارے پر ہی
اور بہت ہی پُر فضا ہی۔ نہایت ترتیب کے ساتھ سنگ مرمر کے تختے کی چھوٹی چھوٹی میزیں
اور اُن کے گرد کرسیاں لگی ہوئی ہیں۔ قہوہ۔ چاے۔ توس۔ مکھن۔ ہر وقت تیار رہتا ہی۔ اس
حصے میں کثرت سے دوکانیں ہیں اور نہایت شاندار اور آراستہ ہیں۔ دوسرے
حصہ میں زیادہ تر یہاں کے اصلی باشندے سکونت رکھتے ہیں۔ لیکن افسوس ہی کہ تمام
چیزیں نہایت پست حالت میں ہیں۔ ہوٹل کے بجاے باورچیوں کی کثیف دکانیں ہیں۔
اوّل اوّل جب میں اس شہر کی سیر کو نکلا تو ہر چیز کو بڑے شوق اور استغراب کی نگاہ
سے دیکھتا تھا کیونکہ یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے سلطنت اسلام کی آبادی دیکھی (حرمین
شریفین کی زیارت سے گو اس سے پہلے مشرف ہو چکا تھا لیکن وہ خدا کا ملک ہی اور
میں دنیوی سلطنت اور حکومت کا ذکر کر رہا ہوں) جب کوئی بلند اور شاندار عمارت دیکھتا
تو اس خیال سے خوش ہوتا کہ الحمدللہ ان ملکوں میں مسلمان خوشحال اور دولتمند ہیں۔ لیکن
دریافت کرنے کے بعد معلوم ہوتا کہ کسی یورپین سوداگر کا مکان ہی۔ سارے شہر میں ایک بھی

کروں گا۔ اس لیے اس دفعہ صرف سرسری طور پر بازار وغیرہ کی سیر کی کتابوں کی دکانیں دیکھیں۔ گذرگاہ عام پر ایک قہوہ خانہ تھا۔ تھوڑی دیر تک وہاں ٹھہرا۔ اور راہ چلتوں کا تماشا دیکھتا رہا جب کوئی شخص شان و شوکت کے ساتھ گاڑی یا گھوڑے پر سوار سامنے سے گزرتا تو میں اپنے رہنما سے پوچھتا کہ کون ہے؟ اور اکثر وہ یہ جواب دیتا کہ "عیسائی"

یہاں سب سے زیادہ مجھ کو یہ بات پسند آئی کہ تمام دکاندار اور پیشے والے حتیٰ کہ قلی اور مزدور بھی نہایت خوش وضع اور پاکیزہ لباس تھے۔ تین چار گھنٹے ادھر ادھر پھر کر گھر واپس آیا ایک اٹھنی رہنما صاحب کی نذر کی اور ان سے رخصت ہو کر جہاز پر پہونچا۔

پورٹ سعید سے سفر کی حالت میں جو تجدد ہوا وہ یہ تھا کہ بمبئی سے پورٹ سعید تک جہاز پر کوئی مسلمان نہ تھا۔ یہاں پہونچکر دو ایک مسلمان نظر آئے۔ اور بیروت میں تو سارا جہاز شامی عربوں سے بھر گیا۔ بدقسمتی سے فرسٹ اور سکنڈ کلاس کو تو یہ عزت نصیب نہیں ہوئی لیکن تیسرے درجہ میں ہر طرف مسلمان ہی مسلمان تھے۔ میں شروع سفر سے مسلمانوں کی صورت کو ترس گیا تھا۔ یہ مجمع دیکھ کر حد سے زیادہ خوشی ہوئی۔ فرسٹ کلاس کی چھت نہایت صاف اور پر فضا جگہ تھی اور میں اکثر وہیں بیٹھ کر دریا کی سیر کیا کرتا تھا لیکن جب یہ صحبت نصیب ہوئی تو میں نے بھول کر بھی ادھر قدم نہیں رکھا۔

اول اول مجھ کو ان لوگوں سے میل جول پیدا کرنے میں سخت دقت پیش آئی۔ یہ لوگ چھت پر جا بجا پھیلے ہوئے تھے۔ اور دو دو چار چار آدمیوں کی الگ الگ جماعتیں تھیں میں بڑے شوق سے ان کے پاس گیا لیکن وہ مطلقاً متوجہ نہ ہوئے جس شخص کے پاس کھڑا ہوا اس نے ایک بار آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھا اور گردن نیچی کر لی مجھ کو اس بداخلاقی پر سخت تعجب ہوا۔ دل میں کہتا تھا کہ عربوں کی مہمان نوازی کی یہ کچھ تعریفیں سنی تھیں! ان کو تو بات چیت میں بھی مضائقہ ہے ان میں مدرسہ حربیہ کے چند طلبا تھے جو رخصت لیکر وطن میں آئے تھے اور اب قسطنطنیہ جا رہے تھے۔ وہ کبھی دل بہلانے کے لئے عربی دیوان پڑھا کرتے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ ہمفنی کے ذریعہ سے تعارف پیدا کروں چنانچہ ان کے پاس گیا اور حسن درمعقولات کے طور پر اپنی مولویت اور علمیت جتانی شروع کی۔ وہ اس پر بھی متوجہ

نہوے ہیں اپنا سا مُنھ لیکر چلا آیا۔ لیکن مُجھ کو یقین تھا کہ اس واقعہ کا ضرور کوئی خاص سبب ہی۔ اتفاقاً ایک موقع پر ایک شخص نے میرا مذہب پوچھا میں نے کہا "اسلام" بولا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ! ھل اطربوش المسلم یعنی "ہرگز نہیں۔ کہیں مسلمان بھی ایسی ٹوپی اوڑھتے ہیں؟ بدقسمتی سے میرے سر پر ایرانی ٹوپی تھی اور اس وجہ سے تمام عرب مجھ کو مجوسی سمجھتے تھے یہ مُعمّا جب حل ہوا تو میں نے اُن لوگوں کے دل سے اس بدگمانی کو رفع کر دیا اور پھر وہ ایسے شیر و شکر ہوئے کہ ایک دم کو مجھ سے جُدا ہونا نہیں چاہتے تھے۔ مدرسہ حربیہ کے طلبا سے زیادہ صحبت رہتی تھی قسطنطنیہ کے متعلق میں نے بہت سی ضروری باتیں اُن سے دریافت کیں اور درحقیقت ان معلومات سے مجھ کو بہت فائدہ ہوا۔

اُس بات کا اثر کہ اب ہم اسلامی دنیا میں ہیں جہاز پر بھی محسوس ہوتا تھا **بمبئی** سے **سویز** تک تھرڈ کلاس کے مسافروں کے ساتھ قلیوں کی طرح برتاؤ کیا جاتا تھا لیکن ان ممالک میں یہ حالت بالکل بدل گئی۔ جہاز کے افسر اور ملازم جو عموماً یورپین ہیں ان مسافروں کو دل میں جو کچھ سمجھتے ہوں لیکن ظاہر میں ان سے کوئی بُرا برتاؤ نہیں کرسکتے تھے۔ متعدد موقعے پیش آئے جن میں میں نے دیکھا کہ زیادتی مسلمانوں ہی کی طرف سے ہوتی تھی لیکن افسران جہاز کو اغماض کرنا پڑتا تھا۔

۱۷ مئی کو جہاز سایپرس[1] پہونچا۔ یہ ایک مختصر سا جزیرہ ہی جو بحر روم میں واقع ہو اور جس کو عربی میں قبرس کہتے ہیں۔ یہ جزیرہ اسلام کی قدیم فتوحات کی یادگار ہی حضرت **عثمان** رضی کے زمانے میں ۲۷ سنہ ھ میں امیر معاویہ رض نے اس پر حملہ کیا۔ شہر والوں نے اس پر صلح کی کہ جس طرح ہم سلطنت روم کو خراج دیتے ہیں تمکو بھی سات ہزار دو سو دینار سالانہ دیا کرینگے۔ اور تم میں اور رومیوں میں کبھی جنگ ہوگی تو ہم کو کسی سے واسطہ نہو گا۔ امیر معاویہ رض نے یہ شرط قبول کرلی لیکن ۳۲ سنہ ھ میں اُن لوگوں نے خلاف عہد مسلمانوں کے مقابلے میں رومیوں کو مدد دی۔ امیر موصوف نے پانچسو کشتیوں کے بیڑے کے ساتھ دوبارہ چڑھائی کی۔ اور نہایت آسانی سے فتح کرلیا۔ تاہم

[1] جغرافیہ کی کتابوں میں لکھا ہی کہ زمانۂ قدیم میں اس جزیرے میں نوسو بے بارہ شہر آٹھ سو پانچ گاؤں اور دس لاکھ باشندے تھے ترکوں نے ۱۵۷۱ء میں اس پر قبضہ کیا۔ اب باشندے ستر ہزار ہیں۔ لارنکا کی شراب نہایت مشہور ہی اور حریر بھی عمدہ ہوتا ہی ۱۲۔

تعداد خراج اور صلح کی شرطیں وہی رہنے دیں۔ اِن کے حکم سے بارہ ہزار عرب وہاں جا کر آباد ہوے اور مکانات اور مسجدیں تعمیر کیں۔ ایک مدت کے بعد یہ جزیرہ مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور کئی بار فتح ہو ہو کر پھر نکل گیا۔ سب کے اخیر ترکوں نے سنہ ۱۵۷۰ء میں عیسائیوں سے واپس لیا۔ اور اب تک اُن ہی کے قبضہ میں تھا۔ روس و روم کی اخیر جنگ میں انگریزوں نے اِس شرط پر لیا کہ سالانہ خراج جو سلطان کو ملتا تھا اب بھی ملتا رہے گا چنانچہ اب وہاں انگریزی حکومت اور انگریزی انتظام ہے۔

اِس جزیرہ میں **لرنکہ** اور **لماسول** دو بڑے شہر ہیں اور دونوں جگہ جہاز تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے لنگر کرتا ہے۔ میں نے لماسول کی سیر کی چونکہ یہاں انگریزی حکومت ہے اِس لیے راہداری کے پروانہ کی پرسش و جو نہ تھی۔ میں شہر میں داخل ہوا تو میرے سر پر ایرانی ٹوپی اور بدن میں شیروانی اچکن تھی۔ غالباً وہاں کے لوگوں نے یہ وضع کبھی دیکھی نہ تھی۔ میں جدھر سے گذرتا لوگ تعجب سے دیکھتے۔ اور کہیں کھڑا ہو جاتا تو تماشائیوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ سب سے پہلے میں جامع مسجد میں گیا۔ مسجد کے متصل ایک مکتب ہے وہاں ایک مولوی صاحب جو نہایت با وقار اور خوش لباس تھے ابتدائی صفوں کو درس دے رہے تھے میں نے سلام علیک کی وہ کھڑے ہو گئے اور نہایت مہربانی سے سلام کا جواب دیکر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ لڑکے تپائیوں پر بیٹھے ہوے تھے میں بھی اُن کے برابر بیٹھ گیا۔ مولوی صاحب کے اشارے سے ایک لڑکے نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں۔ میرے دل پر عجب اثر ہوا۔ خیال آتا تھا کہ کہاں وہ حجاز کا ریگستان! کہاں بحر روم کے دور دراز جزیرے! اس مقدس کلام (قرآن) میں کیا تاثیر تھی کہ مشرق سے مغرب تک برقی قوت بنکر دوڑ گئی۔ اور آج تک باقی ہے وہ معصوم لڑکا خوش لحن بھی تھا اور اصول قرأت کے مطابق پڑھتا تھا۔ اتفاق سے آیتیں بھی مؤثر تھیں۔ اِن باتوں نے مجھ کو بالکل مدہوش کر دیا اور دیر تک ایک عجیب حالت طاری رہی۔

اگرچہ پندرہ سولہ برس سے انگریز یہاں حکومت کر رہے ہیں لیکن حکمت عملی کے لحاظ سے طرز انتظام میں بہت سی قدیم باتیں قائم رکھی ہیں۔ محکمۂ قضا بالکل الگ ہے اور شرعی مقدمات سے حکومت انگریزی کو کچھ واسطہ نہیں۔ اتفاق سے مجھکو قاضی صاحب سے نیاز حاصل ہوا بہت خلیق

اور باوقار آدمی ہیں تعلیم کا طریقہ بھی بالکل ترکی انتظام کے مطابق ہو۔ تمام مکتبوں اور مدرسوں میں
ترکی سررشتۂ تعلیم کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جس مکتب کا میں نے ابھی ذکر کیا اُس میں قرآن مجید
فقہ کا ابتدائی رسالہ۔ تاریخ جغرافیہ درس میں داخل ہو اور تعلیم نہایت خوبی سے ہوتی ہو قسطنطنیہ
سے واپسی کے وقت بھی میں اس مکتب میں گیا تھا صبح کا وقت تھا اور مدرس صاحب اُس وقت
تک تشریف نہیں لاچکے تھے۔ دو تین لڑکے موجود تھے وہ نہایت ادب اور خوش اخلاقی سے
پیش آئے۔ ایک نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا وطن کہاں ہو میں نے کہا **ہندوستان**
بولا "ہندوستان ایک وسیع ملک ہو خاص شہر کا نام بتائیے" میں نے **علی گڈھ** کا نام لیا کہنے
لگا "میں نقشہ دیکھتا ہوں کہاں واقع ہو" ہندوستان کا نقشہ سامنے آویزاں تھا۔ اُس نے
ایک سرسری نگاہ ڈالی اور فوراً علی گڈھ پر اُنگلی رکھکر کہا "ہاں یہ ہو"! اُس کی عمر نو دس برس
سے زیادہ نہ تھی۔ اس لیے مجھ کو اُس کی اس تیزی اور یادداشت پر تعجب ہوا میں نے پوچھا
تمھارا بادشاہ کون ہو۔ بولا "افندم" آفندی ترکی زبان میں جنابِ مخدوم کے ہم معنی ہو۔ اور
جب میم متکلم کے ساتھ استعمال کیا جائے تو عموماً اس سے سلطان مُراد ہوتے ہیں۔ میں نے
کہا "یہاں تو انگریز حکومت کر رہے ہیں" بولا کہ "ہاں متاجری کے طور پر لیا ہو۔ اور سالانہ خراج
ادا کرتے ہیں" انگریزوں کی حکمت عملی نہایت دانشمندانہ ہو کہ کسی ملک پر قبضہ کرتے ہیں تو اس
تدریج اور آہستگی سے کہ ملک والوں کو انقلاب حکومت کی خبر بھی نہیں ہوتی،

یہاں کی زبان ترکی ہو۔ اور یہاں سے قسطنطنیہ تک ہر شہر اور قصبہ کی یہی زبان ہو۔ یہیں
اس سے ترکوں کی حکومت کی سطوت کا اندازہ ہوتا ہو کہ انھوں نے ممالک مفتوحہ کی زبان تک
بدل دی۔ ایشیائے کوچک اتنا بڑا وسیع ملک ہو اور کثرت سے عیسائی آباد ہیں جن کی زبان کسی
زمانے میں یونانی یا لیٹن تھی۔ لیکن اب تمام ملک میں ترکی بولی جاتی ہو۔ سپرس کے مولوی صاحب
اور قاضی صاحب جن کا میں نے ذکر کیا۔ اگرچہ عربی بخوبی جانتے تھے لیکن بول نہیں سکتے تھے
البتہ معمولی جملے سمجھ لیتے تھے۔ اور اسی سہارے پر میں نے اُن سے بات چیت کی تھی۔

مجھ کو اس قدر قلیل زمانے میں یہاں کے مسلمانوں کی حالت کا صحیح اندازہ تو کیا ہو سکتا تھا لیکن
ظاہر طور سے قیاس ہوتا تھا کہ ابھی نہیں جس قدر بلند مکانات یا عمدہ دوکانیں نظر آئیں دریافت سے

معلوم ہوا کہ کل عیسائیوں کی ہیں۔

۱۸-مئی کو جہاز **روڈس** پہونچا اور تین چار گھنٹے ٹھہرا۔ یہ چھوٹا سا جزیرہ ہے جس کی وسعت ہمارے قدیم مورخوں نے ساٹھ میل بیان کی ہے۔ اور جغرافیہ مترجمہ سوسائٹی علیگڈھ میں طول چالیس میل اور عرض پندرہ میل لکھا ہے۔ یہ بھی قدیم فتوحات میں سے ہے۔ **امیر معاویہ** رضؓ کے عہد میں سنہ ۵۲ھ میں فتح ہوا اور اُسی وقت سے بہت سے مسلمان وہاں جاکر آباد ہوئے۔ قدامت کے لحاظ سے میں اُس کی سیر کا مشتاق تھا۔ لیکن بدقسمتی سے رات کا وقت تھا اور جہاز والوں میں سے کسی اور نے میرا ساتھ نہ دیا۔ زیادہ بدقسمتی یہ کہ واپسی کے وقت بھی اتفاق سے یہی اسباب پیش آئے اور اُس کی سیر سے بالکل محروم رہ گیا۔

۲۰ مئی صبح کے وقت **ازمیر** پہونچے۔ چونکہ یہ ایک بہت بڑا بندرگاہ ہے۔ جہاز دو روز تک یہاں مقیم رہا۔ میں اپنے شامی دوستوں کے ساتھ جہاز سے اُترا۔ کنارہ پر وہی [illegible] کی بازپرس تھی۔ لیکن ساتھیوں کی بدولت مجھ کو چنداں زحمت نہیں ہوئی۔ یہ شہر جس کو انگریزی میں **سمرنا** کہتے ہیں ایشیائے کوچک کا صدر مقام ہے۔ اور اِس صوبے میں اس سے زیادہ وسیع اور آباد کوئی شہر نہیں ہے۔ قدامت اور تاریخی واقعات کے لحاظ سے بھی ایک یادگار مقام ہے۔ ہومر جو یونان کا مشہور شاعر گزرا ہے۔ اور جس کی نسبت یورپ کا خیال ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا شاعر تھا۔ اُس کی قبر نہیں ہے۔ سات مقدس گرجے جن کا ذکر انجیل کے سفر رویا میں ہے اُن میں سے ایک اِسی شہر میں تھا۔ زمانہ کے انقلابات نے اُس کو دس دفعہ تباہ و برباد کیا۔ تاہم اُس کی موجودہ آبادی ایک لاکھ سے زائد ہے۔ اطراف کی زمین نہایت سیر حاصل ہے۔ اور خود شہر تجارت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ ہمیشہ بیسیوں دُخانی اور بادبانی جہاز بندرگاہ میں موجود رہتے ہیں۔ ریل بھی یہاں جاری ہے۔ اور دو وقت یہاں سے ٹرین روانہ ہوتی ہے۔

اسلامی آثار بکثرت ہیں۔ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ مسجدوں کی تعداد تین سو سے کم نہیں جن میں بعض بڑی شوکت و شان کی ہیں۔

جہاز سے ہم اُترے تو نہایت بلند اور شاندار عمارتوں کا سلسلہ نظر آیا جو دور تک بخط مستقیم دریا کے کنارے کنارے چلا گیا ہے۔ یہ عمارتیں ہوٹل۔ قہوہ خانے۔ تھیٹر۔ ناچ گھر اور عیسائی تاجروں

کی دکانیں ہیں اور نہایت خوش منظر اور پرفضا ہیں، رات کے وقت ہمیشہ یہ معلوم ہوتا ہو کہ کوئی میلہ یا شادی کی تقریب ہو۔ قہوہ خانوں اور ناچ گھروں کے علاوہ سڑک پر کثرت سے مجمع رہتا ہو اور جدھر جاؤ نغمہ و سرود کی آواز آتی ہو۔ اِس سلسلہ عمارات کے عقب میں عیسائیوں کا محلہ ہو اور اسقدر بلند اور عالیشان عمارتیں ہیں کہ میں نے اب تک کہیں نہیں دیکھیں۔ اُس محلے کے تمام گلی کوچے نہایت صاف اور ہموار ہیں۔

اس محلے کی سیر سے فارغ ہوکر میں نے شہر کا رُخ کیا۔ شہر اگرچہ نہایت پُر رونق ہو اور آدمیوں کی کثرت سے ہر وقت ایک میلہ سا معلوم ہوتا ہو لیکن تمام سڑکیں ناہموار و ناصاف ہیں اور گلی کوچوں میں تو نجاست اور کیچڑ کی وجہ سے رستہ چلنا مشکل ہو۔ حقیقت یہ ہو کہ ان تمام ممالک میں میونسپلٹی کا انتظام نہایت خراب ہو اور حکومت ترک کے لیے یہ ایک نہایت قابل لحاظ امر ہو۔ چلتے چلتے ہمارے شامی دوستوں کو بھوک لگی اور ایک نان بائی کی دوکان پر جا بیٹھے۔ مجھ کو اگرچہ اشتہا نہ تھی لیکن اُن کے اصرار سے شریک ہوا۔ نان بائی کے لفظ سے ہمارے ناظرین کو ہندوستان کے نان بائیوں اور اُن کی ذلیل دوکانوں کا خیال آیا ہوگا لیکن یہ قیاس صحیح نہیں یہاں معمولی سے معمولی دوکان کی آراستگی کی یہ صورت ہو کہ متعدد چھوٹی چھوٹی میزیں اور اُن کے گرد کرسیاں لگی ہیں۔ میزوں پر نہایت صاف چادر بچھی ہوئی ہو۔ دیوار کے ایک کونے میں ٹونٹی لگی ہو اور اُس کے نیچے طشت اور داہنی طرف صابون اور تولیہ رکھا ہو۔ یہ نہایت معمولی دکانوں کی کیفیت ہو۔ اور بڑی بڑی دوکانیں جن کو ہوٹل کہا جا سکتا ہو نہایت پُر تکلف اور پُرشان ہیں۔ لیکن اس قسم کے جس قدر ہوٹل ہیں عموماً عیسائیوں کے ہیں۔

میں نے مدارس کی سیر کرنی چاہی۔ لیکن چونکہ جمعہ کا دن تھا۔ تمام مدرسے بند تھے۔ نماز جمعہ **جامع حصار** میں پڑھی۔ یہ مسجد پُر تکلف اور آراستہ ہو۔ چھت پر طلائی نقش و نگار ہیں۔ بڑی خوبی یہ ہو کہ صحن کے دونوں طرف دو بڑے بڑے ستونوں پر گھنٹے لگے ہیں جن سے اوقات نماز معلوم ہونے کے ساتھ مسجد کی زیبائش بھی ہو۔ ہمارے ہندوستان میں اُس کی تقلید کی جاتی تو اچھا ہوتا۔ خطبہ نماز میں یہاں بعض جدتیں ہیں۔ مگر نہ شریعت میں اُن کی کچھ اصل ہو نہ بجائے خود وہ موزوں ہیں جب خطیب خطبہ پڑھتا ہو تو بیچ بیچ میں مُکبّر کہتا جاتا ہو

اُس وقت چند اشخاص آواز ملا کر کچھ پڑھتے ہیں۔ یہ چپ ہوتے ہیں تو خطیب پھر شروع کرتا ہے اور اس طرح کئی بار اتفاق ہوتا ہے۔ نماز میں عموماً چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے ہیں جو تین چار آیتوں سے زیادہ نہیں ہوتیں۔ حالانکہ تمام دُنیا میں جمعہ کی نماز میں بڑی سورتوں کے پڑھنے کا دستور ہے۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں کتب خانہ میں گیا۔ یہ کوئی بڑا کتبخانہ نہیں ہے۔ مسجد کے کونے میں ایک چھوٹا سا حجرہ ہے اور کتابوں کی تین چار چھوٹی چھوٹی الماریاں ہیں۔ نماز کے بعد اکثر علما اور ارباب تصانیف یہاں آ بیٹھتے ہیں۔ جس وقت میں پہونچا اصحاب ذیل تشریف فرما تھے مولانا مصطفےٰ آفندی امام جامع مسجد و مدرس مدرسہ۔ صبری آفندی مدرس مکتب اعدادی۔ مولانا سعید۔ شکری بک حسنی آفندی سابق مہتمم تعلیمات۔ سلام علیک اور مزاج پرسی کے بعد ایک صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ ابھی ایک مسئلہ کے متعلق گفتگو کرتے تھے۔ اگر آپ پسند کریں تو وہ مسئلہ پھر چھیڑا جائے۔ میں نے خوشی سے منظور کیا۔ متعہ کے متعلق بحث تھی۔ اور وہی مشہور شبہہ پیش تھا کہ خود حضرت عمرؓ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانِ حیات تک جاری تھا۔ میں نے کسی قدر تفصیل سے بحث کی۔ اور تمام حاضرین نے اس سے اتفاق کیا۔ یہ لوگ عربی نہیں سمجھتے تھے۔ اس لیے میں فارسی زبان میں گفتگو کرتا تھا ان ملکوں میں بحث و مذاکرہ کا یہ طریقہ عموماً رائج ہے اور نہایت شائستہ طریقہ ہے۔ اجنبی شخص کو علما کے گروہ سے ملنے اور اُن سے ربط و اختلاط پیدا کرنے کا اس سے زیادہ آسان اور مفید کوئی ذریعہ نہیں۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ مناظرہ نفسانیت اور ترفع کے لحاظ سے نہیں ہوتا بلکہ اثنائے تقریر میں اگر اُن کو انداز سے معلوم ہوجاتا ہے کہ مخاطب اعتراض سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا تو قصداً دوسرا تذکرہ چھیڑ دیتے ہیں۔ اس قسم کی علمی مجلسیں اس سفر میں میری کامیابی کا بڑا ذریعہ تھیں اور بعض جگہ تو انھیں کی بدولت مجھ کو ایسی دشواریوں سے نجات ملی جن سے رہائی کی اور کوئی تدبیر نہ تھی۔

۱۲ رمئی کو شام کے قریب جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ یہاں سے **قسطنطنیہ** تک کوئی بڑا اسٹیشن نہیں ہے بعض بعض مقامات پر جہاز تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرا لیکن ہم اُتر نہ سکے

۲۳ مئی صبح کے وقت قسطنطنیہ پہونچے۔ جہاز نے لنگر کیا۔ یا ایسا وقت تھا کہ مجھکو منزل مقصود پر پہونچنے کی نہایت خوشی ہونی چاہیے تھی۔ لیکن قلیون اور ملاحون کے ہنگامے اور شور و غل میں میرے حواس جاتے رہے۔ ملاحون نے تمام جہاز گھیر لیا۔ ان کے شور و غل اور کشاکش سے ایک عجیب ہنگامہ برپا تھا۔ میں نے پہلے سے کچھ طے نہیں کیا تھا اور نہ کر سکتا تھا۔ کہ جہاز سے اتر کر کہان جاؤن۔ ہوٹل میرے مناسب حال نہ تھا (اسکی وجہ آگے چل کر معلوم ہوگی) اور سراؤن پر ناواقفیت کی وجہ سے اطمینان نہیں ہوسکتا تھا۔ سخت مصیبت یہ ہوئی کہ شامی احباب جن سے ہر قسم کی مدد کی توقع ہوسکتی تھی۔ اُن کو کالج مین پہونچنے کی جلدی تھی اسلیے وہ میرا انتظار نہ کر سکے۔ مجکو اکیلا پاکر ملاحون اور قلیون نے اور بھی دق کرنا شروع کیا۔ میرا اضطراب اس خیال سے اور بڑھتا جاتا تھا کہ جہاز پر زبان کی اجنبیت کی وجہ سے یہ دقت ہے تو شہر مین کیا حال ہوگا؟ اس لیت و لعل مین زیادہ دیر ہوتی جاتی تھی اکثر مسافر جہاز سے اتر گئے اور اترتے جاتے تھے۔ آخر خانسامان کو اسباب سپرد کیا اور اُس سے کہا کہ مین شہر کی سیر کر کے واپس آتا ہون۔ مقصد یہ تھا کہ پہلے شہر مین جا کر قیام کا کچھ انتظام کراؤن۔ تب اسباب جہاز سے اُتار دن شام کے چند عربون نے ایک کشتی کرایہ کی تھی۔ مین بھی اُن کے ساتھ ہولیا۔ کنارے پر تذکرہ کی پرس وجو تھی۔ میں نے انگریزی چٹھیان دکھائین۔ لیکن وہ پاسپورٹ مانگتے تھے۔ غرض ہزار دقت رہائی ہوئی۔ اب حیران تھا کہ کہان جاؤن۔ ایک شامی عرب جس کا نام عبد الفتاح تھا کشتی میں تعارف ہوگیا۔ مین نے اُن سے اپنی پریشانی بیان کی اور کہا کہ آپ مجکو کوئی معقول طریقہ بتائیں اُنھون نے کہا کہ "میری حالت بھی ایسی ہی ہے۔ مدرسہ قریب ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم دونون ساتھ رہیں" یہ طریقہ اگرچہ احتیاط کے خلاف تھا لیکن ناواقفیت اور اجنبیت زبان کی وجہ سے مجبوراً اختیار کرنا پڑا، اور سچ پوچھیے تو یہی اتفاقی صحبت میری تمام کامیابیون کا دیباچہ تھی۔

ان مسافرون کے ٹھہرنے کے چند طریقے ہیں۔ سب سے زیادہ اطمینان اور آرام تو ہوٹلون مین ہے۔ لیکن [illegible] اُن کا کرایہ ایک پونڈ یعنی عـ۱۵ روپیہ روزانہ سے کم نہین۔ دوسرے اکثر بلکہ تقریباً التزاماً عمدہ ہوٹل یورپین آبادی میں ہیں جو استنبول سے دور ہے۔ اور جامع مسجدین کتب خانے مدرسے۔ مکاتب جسقدر ہیں سب استنبول ہی مین ہین۔

ہوٹل کے بعد خانات یعنی سرائین ہین۔ لیکن یہ سرائین ہندوستان سے کچھ نسبت نہین رکھتین یہان بڑی بڑی سراؤن مین جسقدر کمرے ہوتے ہین عموماً وسیع اور پر فضا ہوتے ہین۔ اور ان مین ہر وقت نواڑ کا پلنگ۔ توشک چادر لحاف۔ اور اور ضروری چیزین مہیا رہتی ہین ایک ایک کمرے مین کئی کئی پلنگ ہوتے ہین۔ اور فی پلنگ آٹھ دس آنہ کرایہ ہوتا ہے

تیسرا طریقہ کرایہ کے مکانات ہین۔ یہ مکانات اکثر دو منزلے سہ منزلے ہوتے ہین۔ ہر درجے مین متعدد کمرے اور ہر کمرے مین میز۔ کرسی۔ کوچ۔ لیمپ فرش۔ پلنگ۔ توشک۔ لحاف۔ تکیہ مہیا رہتا ہے۔ کرایہ فی کمرہ دس روپیہ ماہوار سے بیس تیس تک ہوتا ہے۔ ان مکانون کے مالک یا اجارہ دار عموماً عیسائی ہین۔ وہ خود بھی انھین مکانون مین رہتے ہین۔ اور ان کی وجہ سے مسافرون کو بہت کچھ آرام ملتا ہے۔

اگرچہ جیسا مین نے ابھی بیان کیا۔ کرایہ کا مکان لینا زیادہ آرام کا طریقہ تھا لیکن مین اور میرے شامی دوست دونون اس طریقہ سے ناواقف تھے۔ اس لیئے ایک خان یعنی سرائے مین جاکر ٹھہرے۔ اس انتظام کی طرف سے اطمینان ہوا تو جہاز پر جاکر اپنا اسباب اٹھوا لایا۔ چھ سات دن تک ہم اس خان مین رہے۔ پھر باب عالی کے پاس ایک عمدہ مکان کرایہ پر لے لیا۔

خوش قسمتی سے شیخ عبدالفتاح جن کے ساتھ مین نے زبردستی دوستی پیدا کی تھی بڑے معزز خاندان کے آدمی نکلے دمشق مین حضرت خالد نقشبندی ایک بزرگ گزرے ہین جن کے ساتھ یہان کے لوگون کو اسقدر ارادت ہے کہ اُن کا نام نہین لیتے بلکہ حضرت کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین۔ یہ بزرگ ہمارے خاک ہندوستان کے تربیت یافتہ یعنی حضرت میرزا جان جانان دہلوی کے مرید تھے۔ شیخ عبدالفتاح انھین کے بھتیجے ہین۔ اور اس تعلق سے لوگ ان کی قدر و منزلت کرتے ہین، چونکہ قسطنطنیہ مین شامیون کا ایک بڑا گروہ ہے دو ہی چار روز مین شیخ عبدالفتاح کی اکثر لوگون سے شناسائی ہوگئی۔ اور اُن کے ذریعہ سے مجکو بھی ان لوگون سے تعارف ہوگیا۔

ایک دن شیخ علی ظبیان جن کے والد ایک مشہور صوفی ہین شیخ عبدالفتاح سے ملنے آئے مین بھی اُسوقت موجود تھا۔ اور اتفاق سے رسالہ اسکات المعتدی جو میری قدیم تصنیف

اور عربی زبان مین ہی سامنے رکھا ہوا تھا۔ اُنھون نے اُٹھا کر دیکھا اور کہا کہ "آہا یہ رسالہ مدت ہوئی مین نے دمشق مین اپنے شیخ کے پاس دیکھا تھا اور اُنھون نے اسکے مصنف کی نسبت کہا تھا۔ شکر اللہ مساعیہ" شیخ علی ظبیان کو جب معلوم ہوا کہ وہ رسالہ میری ہی تصنیف ہی تو اُٹھکر بڑی گرمجوشی سے ملے اور نہایت لطف و مہربانی سے پیش آئے۔ مجکو اس بات سے کہ میری ناچیز تصنیف یہان تک پہونچی۔ اور ان لوگون نے اُس کو نگاہِ قبول سے دیکھا نہایت مسرت ہوئی۔ اور سفر کی کس مپرسی مین اتنا ذریعہ تعارف بہت غنیمت معلوم ہوا شیخ علی ظبیان نوجوان آدمی ہین۔ فقہ کی تحصیل شیخ عبدالرحمٰن سے کی ہی۔ جو مُصنف ردّالمحتار (مشہور بہ شامی) کے نواسے اور شاگرد تھے۔ اگرچہ اُن کو اکثر علوم متداولہ مین دخل ہی۔ لیکن ادب مین زیادہ مہارت ہی ایک غیر منقوط قصیدہ سلطان کی مدح مین پیش کیا تھا جسپر اُن کو صلہ و انعام بھی عطا ہوا۔ مدت سے درویش پاشا کے مہمان ہین۔ اور پاشا ے موصوف اُن کے ساتھ عزیزانہ برتاؤ رکھتے ہین۔ مجھ سے اُن کا تعلق روز بروز بڑھتا گیا۔ یہان تک کہ باوجود بُعد مسافت قریباً ہر روز میرے مکان پر تشریف لاتے۔ اور کبھی کبھی تمام دن میرے پاس رہتے۔ شیخ عبدالفتاح چند روز کے بعد دمشق کو واپس چلے گئے۔ اُس وقت تنہائی مین شاید مجھ کو تکلیف پہونچتی۔ لیکن شیخ علی ظبیان کی غمگساریون نے تمام ترددات دل سے دور کر دیئے۔

مکان جو ہم نے کرایہ پر لیا تھا اگرچہ نہایت خوش فضا اور موزون تھا لیکن چونکہ مکان کا مالک (عارضی) نہایت بدمعاملہ اور آوارہ مزاج تھا چند روز کے بعد مین نے دوسرا مکان کرایہ پر لیا اور اخیر تک وہین رہا۔ یہان مکان کی خوبی کے ساتھ بڑا آرام یہ تھا کہ مالک مکان ایک نیک مزاج عورت تھی۔ اگرچہ اُس کا مذہب عیسائی تھا۔ اور قوم کی اٹالین تھی تاہم بقدر ضرورت عربی بول لیتی تھی۔ اور مسلمانون سے ایک خاص اُنس رکھتی تھی۔

کھانے پینے کے انتظام کی ہم کو کچھ ضرورت نہ تھی۔ ہوٹل اور دوکانین کثرت سے ہین، اور نہایت مرتب اور پُرتکلف ہین، بازار مین کھانا یہان مطلق عیب نہین۔ مین نے اکثر معزز عہدہ دارون کو ہوٹلون مین کھاتے دیکھا۔ یہ ہوٹل عموماً عیسائیون کے ہین۔ مسلمانون کی دُکانین بجز اسکے کہ میز کرسی وہان بھی ہوتی ہی۔ باقی اور باتون مین ہندوستان کی دوکانون سے مشابہ ہین۔

کہ اگر دیر بمانی نبود ہیچ خطر

با خود از لفظ و ہم از امتہ آن مایہ گیر — لاجرم خادم کے نیز بہمراہ ببر

مصلحت نیست کہ این راہ تو تنہا سپری — لیک طالب نبود در گرد نفع و ضرر

گفتم این جملہ کہ گفتید بود عین صلاح — باز پس می نہ کشد گر ہمہ مرگ آرد بر

مرد این مرحلہ گامے کہ فرا پیش نہاد — گرم برخاستم از جائے و شدم راہ سپر

الغرض از رمضان بست و ششم بود کہ من — پس بکشتی بنشستم من و یاران دگر

اوفتادم برہ کوہ و بیابان یک چند — لیکہ از موج بہم برشدے زیر و زبر

زحمتے صعب کشیدیم بکشتی دو سہ روز — کس نیارست جدا کرد تنش از بستر

کس نیارست سرش باز گرفت از بالین — غیر ازین محنت سہ روزہ کہ زو نیست مفر

نبود مایۂ آزار بہ کشتی چیزے — از کباب برہ مرغ و مے و نقل شکر

نان خورش بود ز ہر گونہ مہیا ما را — دیگران لیک علی الرغم ز دوری ساغر

گرچہ من زان مے یاقوت نیالودم لب — کشتی آسود و بینداخت زمانے لنگر

ہفتم ماہ مئی چون برسیدیم عدن — تا خبر جویم ازین مملکت از بدو حضر

من فرود آمدم و روے بشہر آوردم — لیک از سبزہ و گل نیست درو ہیچ اثر

کوہساریست کہ ہر چند بلندست و فراغ — ہر طرف می نگری خاک سیاہست و حجر

ہر کجا میگذری ریگ روانست و خزف — بزبان عربی حرف زدندی یکسر

گبر و ترسا کہ نزیل اند درین بقعہ ہمہ — حیوان اند نہ بل از حیوان ہم بدتر

مردم شہر کہ خود را بہ سخالی نامند — سفلہ و نحس و کجروش و بدگوہر

خوار و بدبخت و تبہ کار و سیہ چہرہ و زشت — این چنین خوار و زبون شان بہ پسند داور

خویشتن را بہ عرب بستہ و حاشا کہ عرب — نام شان بستہ بود با لقب جد و پدر

چون زبان ہمہ تازی بود و ہمچو عرب — کہ مگر در نسب و نسل ز معد اند و مضر

عامیان در غلط افتند و گمان باز برند — کہ درین جا [illegible]

تخم ریشہ این نخل ز خاک حبش است — تا بیک ہفتہ [illegible]

شد بکشتی ما ز [illegible] آمد؟

به سوئیز آمد و استاد و چنان بود و گذشت
که ز کیفیت و حالش نشدم هیچ خبر

این همان نهر عجیب است که ز بنیان کاری
جز در افسانه پارین نه شنیدیم دگر

بست فرسنگ دراز است و به پهنا چندان
که دو واپور توانند از و کرد گذر

مردی از اهل فرنسا که لسپس نام است
زد این نقش و در اقصای جهان گشت سمر

آن خرد ور چو در آغاز بدعوی برخاست
که توان آمدن از عهده این کار بدر

مردمان سخره گرفتندش و گفتند که این
هرزه هست که فرزانه ندارد باور

از مئی چاردهم بود که در پورٹ سعید
برسیدیم و نشستیم به واپور دگر

در میان من و ارنلڈ بیفیا و سلارق
زانکه راه من و او گشت جدا زین معبر

پورٹ جائیست که تا چشم و نگه کار کند
زورق و کشتی و واپور بود سرتاسر

پورٹ جائیست که تا چشم و نگه کار کند
صد به بینی که در انداخته آنجا لنگر

شاگر کشتی ما باز روان گشت و گذشت
از ره یافه و پس کرد به بیروت مقر

من بساحل شدم و مردی از ابنای حلب
همرهم گشت و بهر ناحیه ام شد رهبر

خوب جائیست که ناخواسته در بازد دل
هر که سوزی بدلش دارد و دردی بجگر

موضعی خرم و سیرے خوش و جای دلکش
راه هموار زمین پاک و مکان خوش منظر

گبر و مسلم همه خوش جامه و موزون اندام
خاص و عامی همه گلگون تن زیبا پیکر

جامها شان بعرب ماند و در زی و لباس
هیچ فرقے ز مسلمان نبود تا کافر

چون برون رفتم ازین جای و از آن چاره نبود
پیش می رفتم و بازم بقفا بود نظر

از مئی شانزدهم بود که گشتیم روان
پس به قبرس برسیدیم بهنگام سحر

این همان جای قدیمیست که در عهد امیر
سپهے رفت به تسخیرش و زد فال ظفر

حالیا دولت انگلینڈ گرفتش از ترک
لیک با صلح نه از یاری تیغ و تبر

مسجد جامع و ایوانگه قبرس دیدم
سیر این بقعه مرا بس عجب افزود و عبر

روڈس و سکز به ره آمد آن پس ازمیر
کشتی استاد به ازمیر و شبی برد بسر

من سوی شهر روان گشتم و یک یک دیدم
مسجد و مکتب و بازار و ره و کوچه و در

فرض آدینه را ادا کردم راز بعد نماز
مجلسے از فقہا بود دران جا وہم
زان یکی رُو بمن آورد کہ چونی چہ کسے
گفتم از ہندم و از خوان ادب زلہ ربائی
گفت حالا سخن از متعہ ہمی رفت توہم
من بپاسخ در معنے زدم و مستمعان
پس ازان میر روان گشتم و در عرض و درون
مختصر گفتہ ام این حرف د تو ہم سیدانی

درکتب خانہ سلطانیم افتاد گذر
بحث از متعہ ہمی رفت و ہم از قول عمر
تا چرا بر زدہ دامن محنت بکمر
طرفے می برم از ہر جہت و ہر کشور
گر توانی سخنے گوے و مثالے آور
لب بہ تحسین بکشادند پس از بحث و نظر
طے شد این راہ و بپایان برسید این دفتر
کہ درین بادیہ بس تنگ بود راہ گذر

ہر کہ جویا بود از حال من و رحلۂ من
بایدش گفت کہ این نظم بخواند یکسر

قسطنطینہ کی اجمالی تاریخ اور مختصر حالات

قبل اسکے کہ مین یہان کے تفصیلی حالات جُدا جُدا عنوان سے بیان کرون ضرور ہے کہ نہایت مختصر طور پر اسکی قدیم تاریخ اور اسکے ساتھ اسکی عام موجودہ حالت اجمال کے ساتھ بیان کردن۔ اِس شہر کی ابتدائی تاریخ (یعنی جب وہ بزنطاین کے نام سے پکارا جاتا تھا) نہایت قدیم ہی لیکن جس زمانے سے اسکا نام قسطنطینیہ ہی اسکو بھی کچھ کم عرصہ نہین گذرا ۳۲۷ء عیسوی مین قسطنطین اعظم نے اسکی بنیاد ڈالی اور اُس وقت سے محمد فاتح کے زمانے تک وہ قیصران روم کا پایۂ تخت رہا۔ انگریزی اور حال کے اسلامی جغرافیون مین اُسکے حالات نہایت تفصیل سے ملتے ہین، قدیم اسلامی جغرافیون مین بھی اس کا ذکر ہی لیکن ابن بطوطہ کے سوا مجکو اسلامی مصنف معلوم نہین جس نے اُس زمانے کے واقعات چشم دید لکھے ہون ابن بطوطہ نے ۷۳۲ھ مین اس شہر کو دیکھا، اس وقت یہان عیسائی حکومت تھی وہ لکھتا ہی کہ "یہ نہایت عظیم الشان شہر ہی اور ایک نہر کے حائل ہونے کی وجہ سے دو حصون مین منقسم ہو گیا ہی ایک حصہ

جو نہر کے شرقی کنارے پر ہے استنبول کہلاتا ہے۔ اور قیصر روم اور ارکانِ دولت وأمرا اسی حصہ
مین رہتے ہین۔ دوسرا حصہ **غلطہ** کے نام سے موسوم ہے۔ اُس مین عموماً یورپ کے بڑے بڑے
تاجر رہتے ہین۔ جنکو **قیصر** نے اپنی اطاعت مین رکھا ہے۔ ابن بطوطہ نے ان سوداگرون کی وسعت
تجارت کی تعریف۔ اور اُن کے نخیلے پن کی ہجو کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب مین اس شہر مین داخل
ہوا تو چھوٹی چھوٹی کشتیون کے علاوہ قریباً سو بڑے بڑے جہاز موجود تھے لیکن تمام بازار
نہایت نجس اور کثیف ہے، اور گرجے تک اس سے مستثنی نہین ہین[1]۔

مسلمانون نے قرن اول ہی مین اُس کو تسخیر کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ چنانچہ سب سے اول
جس نے اُسکی شہر پناہ کے آہنی دروازے پر تلوار ماری وہ عبد اللہ بن المطلب خلیفہ ولید بن
عبد الملک کا سپہ سالار تھا۔ اسکے بعد اور خلفا۔ وسلاطین نے بھی اس پر حملے کیے۔ لیکن قیصران
روم کا خاتمہ محمد فاتح کے ہاتھ سے ہونے والا تھا جس نے ۸۵۷ھ مین اس عظیم الشان دار السلطنت
پر صلیب کے بجائے علم اسلام بلند کیا۔ اس حیرت انگیز معرکے کی یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ
چونکہ عیسائیون نے بندرگاہ کا راستہ دریائی طرف سے روک رکھا تھا۔ ترکون نے باسفورس اور
گولڈن ہارن کے درمیان جو سنگلاخ زمین ہے اس پر پانچ میل تک لکڑی کے تختے بچھا دیے اور
جہازون کو جن مین پہیے لگائے تھے اُس پر چلا کر تمام توپین گولڈن ہارن مین اتار دین۔ اُسوقت
اس نامور فاتح کی عمر کل ۲۲ برس کی تھی اس فتح کا مادۂ تاریخ "**بلدۃ طیبۃ**" ہے۔

موجودہ حالت — موجودہ حالت یہ ہے کہ آبنائے باسفورس کی شاخ جو دور تک چلی گئی ہے۔ یہ شہر اُسکے دونون کنارون پر
آباد ہے اور اسی وجہ سے اسکے دو حصے بن گئے ہین۔ ایک حصہ استنبول کہلاتا ہے اور تمام بڑی بڑی
مسجدین، کتب خانے، سلاطین کے مقبرے اسی حصہ مین ہین مسلمانون کی آبادی بھی کثرت سے
یہین ہے، دوسرا حصہ بیرہ سے شروع ہوتا ہے اور اسکے انتہائی جانب پر تشکطاش وغیرہ واقع ہین،
جہان سلطان کا ایوان شاہی اور قصر عدالت ہے۔ بیرہ کے دوسری طرف غلطہ ہے اور چونکہ تمام بڑے
بڑے یورپین سوداگر اور سفراے سلطنت یہین سکونت رکھتے ہین، اسکو یورپین آبادی کہنا زیادہ مناسب ہے

موقع ومنظر کی خوبی — کہتے ہین کہ دنیا کا کوئی شہر قسطنطنیہ کے برابر خوش منظر نہین ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ منظر کے لحاظ سے

[1] ابن بطوطہ کے بیان کو ہمنے اس لحاظ سے نقل کیا ہے کہ موجودہ حالت سے موازنہ کر سکیں ۱۲

اس سے زیادہ خوشنما ہونا خیال مین بھی نہیں آتا۔ اسی لحاظ سے اسکی بندرگاہ کو انگریزی مین گولڈن
ہارن یعنی شاخِ زرین کہتے ہین۔ کہین کہین عین دریا کے کنارے پر عمارتون کا سلسلہ ہی اور
دور تک چلا گیا ہی۔ عمارتون کے آگے جو زمین ہی وہ نہایت ہموار اور صاف ہی اسکی سطح سمندر کی
سطح کے بالکل برابر ہی۔ اور وہان عجیب خوشنما منظر پیدا ہو گیا ہی۔

وسعت و تمدن

شہر کی وسعت اور تمدن کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہی کہ خاص استنبول مین ۰۰ ۵ جامع
مسجدین ہین۔ ۱۷۰ حمام۔ ۳۴۲ سرائین۔ ۱۶۴ مدارس قدیم۔ ۵۰ مدارس جدید۔ ۱۲ کالج۔ ۵۴ کتب خانے
۳۰۵ خانقاہین۔ ۴۰ چھاپے خانے ہین۔ کاروبار اور کثرتِ آمد و رفت کی یہ کیفیت ہی کہ متعدد ٹرامو
گاڑیان۔ ۱۵ دخانی جہاز۔ زمین کے اندر کی ریل۔ معمولی ریلین (جو ہر آدھ گھنٹے کے بعد چھوٹتی ہین)
ہر وقت چلتی رہتی ہین اور باوجود اسکے سڑکون پر پیادہ چلنے والون کا اس قدر ہجوم رہتا ہی کہ
ہر وقت میلہ سا معلوم ہوتا ہی غلطہ اور استنبول کے درمیان مین جو پل ہی اسپر سے گذرنے کا
محصول فی شخص ایک پیسہ ہی۔ اسکی روزانہ آمدنی پانچ چھ ہزار روپیہ سے کم نہین ہی۔

قہوہ خانے

قہوہ خانے نہایت کثرت سے ہین میرے تخمینہ مین چار پانچ ہزار سے کم نہون گے بعض بعض
نہایت عظیم الشان ہین جن کی عمارتین شاہی محل معلوم ہوتی ہین۔ قہوہ خانون مین ہمیشہ ہر قسم کے
شربت اور چاے قہوہ وغیرہ مہیا رہتا ہی اکثر قہوہ خانے دریا کے ساحل پر اور بعض عین دریا مین ہین جنکے
لیے لکڑی کا پل بنا ہوا ہی۔ قہوہ خانون مین روزانہ اخبارات بھی موجود رہتے ہین۔ لوگ قہوہ پیتے
جاتے ہین۔ اور اخبارات دیکھتے جاتے ہین قسطنطنیہ بلکہ ان تمام ممالک مین قہوہ خانے ضروریات
زندگی مین محسوب ہین۔ میرے عرب احباب جب مجھ سے سنتے تھے کہ ہندوستان مین اسکا رواج نہین
ہی تو تعجب سے کہتے تھے۔ بایش یتسلون یعنی وہان لوگ جی کیونکر بہلاتے ہین۔ ان ملکون مین دوستون
کے ملنے جلنے اور گرمی صحبت کے موقعے یہی قہوہ خانے ہین۔

افسوس ہی کہ ہندوستانیون کو ان باتون کا ذوق نہین۔ وہ جانتے ہی نہین کہ اس قسم کی عام صحبتین
زندگی کی دلچسپی کے لیے کس قدر ضروری ہین۔ اور طبیعت کی شگفتگی پر ان کا کیا اثر پڑتا ہی۔ دوستانہ
مجلسین ہمارے ہان بھی ہین۔ جسکا طریقہ یہ ہی کہ کسی دوست کے مکان پر دو چار احباب کبھی کبھی
مل بیٹھتے ہین۔ لیکن اس طریقے مین دو بڑے نقص ہین۔ اولاً تو تفریح کے جلسے پر تعنا مقامات مین ہونے

چاہیئن کہ تازہ اور لطیف ہوا کی وجہ سے صحت بدنی کو فائدہ پہونچے۔ دوسرے سخت خرابی یہ ہے کہ چونکہ یہ جلسے پرائیوٹ جلسے ہوتے ہین۔ اِس لیئے اُن مین غیبت شکایت اور اِس قسم کی لغویات کے سوا اور کوئی تذکرہ نہین ہوتا۔ بخلاف قہوہ خانون کے جہان مجمع عام کی وجہ سے اِس قسم کی باتون کا موقع نہین مل سکتا۔ قسطنطنیہ اور مصر مین مین ہمیشہ شام کے وقت دوستون کے ساتھ قہوہ خانون مین بیٹھا کرتا تھا لیکن مین نے کبھی اِس قسم کے تذکرے نہین سُنے۔ تفریح اور بذلہ سنجی کے سوا وہان کوئی ذکر نہین ہوتا۔ اور نہ ہو سکتا تھا۔

یورپین اور ایشیائی تمدن کے نمونے

قسطنطنیہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہو۔ کہ اگر کسی کو یورپین اور ایشیائی تمدن کی تصویر۔ ایک مرقع مین دیکھنی ہو تو یہان دیکھ سکتا ہو۔ کتب فروشون کی دکانون کی سیر کرو تو ایک طرف ایک نہایت وسیع دُکان ہو۔ سنگ رُخام کا فرش ہو۔ شیشہ کی نہایت خوبصورت الماریان ہین کتابین جسقدر ہین مجلد۔ اور جلدین بھی معمولی نہین بلکہ عموماً مطلاّ و مذہب۔ مالکِ دوکان میز کرسی لگائے بیٹھا ہو۔ دو تین کم سن خوش لباس لڑکے اِدھر اُدھر کام مین لگے ہین۔ تم نے دوکان مین قدم رکھا ایک لڑکے نے کرسی لاکر سامنے رکھدی اور کتابون کی فہرست حوالہ کی قیمت فہرست مین لکھی ہوئی اور اُس مین کمی بیشی کا احتمال نہین۔

دوسری طرف سڑک کے کنارے چبوترون پر کتابون کا باقاعدہ ڈھیر لگا ہو۔ زمین کا فرش اور وہ بھی اسقدر مختصر کہ تین چار آدمی سے زیادہ کی گنجایش نہین۔ قیمت چکانے مین گھنٹون کا عرصہ درکار ہو۔

اِسی طرح ہر پیشہ اور صنعت کی دُکانین دونون نمونہ کی موجود ہین۔ عام صفائی اور زیب و زینت کا بھی یہی حال ہو۔ غلطہ کو دیکھو تو یورپ کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہو۔ دُکانین بلند اور آراستہ سڑکین وسیع اور ہموار۔ کیچڑ اور نجاست کا کہین نام نہین۔ بخلاف اِسکے استنبول مین جہان زیادہ تر مسلمانون کی آبادی ہو۔ اکثر سڑکین ناصاف اور بعض بعض جگہ اِس قدر ناہموار کہ چلنا مشکل۔

اختلاف حالت کی وجہ

اِس شہر مین آکر ایک سیّاح کے دل مین غالباً جو خیال سب سے پہلے آتا ہو گا وہ یہ ہو گا کہ اِس عظیم الشان دارالسلطنت کے دو حصون مین اِس قدر اختلاف حالت کیون ہو چنانچہ میرے دل مین سب سے پہلے یہی خیال آیا۔ مین نے اِسکے متعلق بہت کچھ بحث و تفتیش کی۔ باشندون کے اختلاف

حالت کا سبب تو مین نے آسانی سے معلوم کر لیا یعنی مسلمانون کا افلاس اور دوسری قومون کا
تمول لیکن سڑکون اور گذرگاہون کی ناہمواری و غلاظت کا بظاہر یہ سبب قرار نہین پا سکتا تھا۔
اس لیے مین نے ایک معزز ترکی افسر یعنی حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر سے دریافت کیا اُنھون نے
کہا کہ ہماری میونسپلٹی کے ٹیکس بہت کم ہین بہت سی چیزین محصول سے معاف ہین لیکن غلطہ مین
یورپین سوداگر خود اپنی خواہش سے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے ہین اس لیے میونسپلٹی اُن رقمون کو فیاضی
سے صرف کرتی ہی۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ وہی غلطہ ہی جسکی نسبت ابن بطوطہ نے نجاست اور میلے پن کی سخت
شکایت کی ہی۔ یا اب اِن کو صفائی اور پاکیزگی کا یہ اہتمام ہی کہ اُسکے لیے بڑے بڑے ٹیکس ادا کرتے
ہین۔ حقیقت یہ ہی کہ صفائی اور خوش سلیقگی آجکل یورپ کا خمیر بن گیا ہی۔

عمارتون کی وضع

یہان کی عمارتین ہندوستان کی عمارتون سے بالکل جدا وضع کی ہین۔ مکانات عموماً سہ منزلہ
چو منزلہ ہین صحن مطلق نہین ہوتا۔ عمارتین تمام لکڑی کی ہین بڑے بڑے امرا اور پاشاون کے
محل بھی لکڑی ہی کے ہین اور یہی سبب ہی کہ یہان اکثر آگ لگتی ہی۔ کوئی مہینہ بلکہ ہفتہ خالی نہین جاتا
کہ دو چار گھر آگ سے جل کر تباہ نہون اور کبھی کبھی تو محلے کے محلے جل کر خاک سیاہ ہو جاتے ہین۔ آگ

آتشزدگی

بجھانے کے لیے سلطنت کی طرف سے نہایت اہتمام ہی۔ کئی سو آدمی خاص اس کام پر مقرر ہین۔ ایک
نہایت بلند منارہ بنا ہوا ہی جس پر چند ملازم ہر وقت موجود رہتے ہین کہ جس وقت کہین آگ لگتی دیکھین فوراً
خبر کرین۔ اس قسم کے اور بھی چھوٹے چھوٹے منارے جا بجا بنے ہوے ہین جس وقت کہین آگ لگتی ہی فوراً
توپین سر ہوتی ہین۔ اور شہر کے ہر حصے سے آگ بجھانے والے ملازم تمام آلات کے ساتھ موقع پر پہونچ
جاتے ہین۔ ان کو حکم ہی کہ بے تحاشا دوڑتے جائین یہان تک کہ اگر کوئی راہ چلتا ان کی جھپٹ مین آ کر
پس جاے تو کچھ الزام نہین۔ مین نے لوگون سے دریافت کیا کہ پتھر کی عمارتین کیون نہین بنتین معلوم ہوا
کہ سردی کے موسم مین سخت تکلیف ہوتی ہی۔ اور تندرستی کو نقصان پہنچتا ہی۔

آب وہوا

آب وہوا یہان کی نہایت عمدہ ہی۔ جاڑون مین سخت سردی پڑتی ہی اور کبھی کبھی برف بھی
گرتی ہی۔ گرمیون کا موسم جسکا مجھکو خود تجربہ ہوا اس قدر خوشگوار ہی کہ بیان نہین ہو سکتا۔ تعجب ہی
کہ ہمارے یہان کے امرا شملہ اور نینی تال کے بجاے قسطنطنیہ کا سفر کیون نہین کرتے۔ پانی پہاڑ سے
آتا ہی اور نہایت ہاضم اور خوشگوار ہی۔

میوہ جات

ہر قسم کے میوے کثرت سے ہین اور خصوصًا انگور اور خربزہ بتشکل ہوتا ہی لکھنؤ کے خربزے لطافت مین تو شاید بڑھکر ہون لیکن شیرینی مین یہان کے خربزون کی برابری نہین کرسکتے - امرود جسکو اہل عرب انجاس کہتے ہین عجیب مخروطی شکل کے ہوتے ہین - رنگ مین تو نہین لیکن صورت مین گاجرون سے مشابہ - مگر نہایت شیرین اور لذیذ سیب کابل کے سیب سے بڑے اور زیادہ شیرین ایک میوہ یہان ہوتا ہی جسکو مشمش کہتے ہین - وہ ہمارے یہان کی جامن سے کچھ مشابہ ہی - ہر قسم کے میوے نہایت ارزان ہین - انگور ۲ سیر تک آتے ہین سیب عمدہ سے عمدہ پیسے کے دو - وعلیٰ ہذا

لباس اور وضع

لباس اور وضع بالکل یورپین ہی - ظاہری ہیئت سے کسی شخص کا مسلمان یا عیسائی ہونا معلوم نہین ہو سکتا - لال ٹوپی جو ترکون کا امتیازی لباس ہو سکتا تھا عیسائی اور یہودی سب ہی استعمال کرتے ہین - اور اس وجہ سے دونون قومون مین امتیاز کا کوئی ذریعہ نہین - یہ طریقہ ایک اعتبار سے تو اچھا ہی کیونکہ دنیا کی مختلف قومون مین اختلاف کے آثار جسقدر مٹتے جائین تمدن کے لیئے مفید ہی لیکن مذہبی ضرورتون مین اس سے سخت ہرج ہوتا ہی جسکی وجہ سے اکثر دشواریان پیش آئین - اور ہمیشہ خیال آتا تھا کہ حضرت عمر رضی نے اگر عیسائیون کو قومی لباس کی پابندی کا حکم دیا تو بہت بجا کیا - تعجب یہ ہی کہ یہان مذہبی گروہ یعنی علما اور مدرسین بھی یورپ کے اثر سے نہین بچ سکے - ان کے پائجامون مین پتلون کی طرح بٹن ہوتے ہین صرف یہ فرق ہی کہ اوپر گھیر ہوتا ہی اور خوبصورتی کے ساتھ چنٹین ہوتی ہین - کرتہ یا اچکن کی بجائے صرف ایسکوٹ ہوتا ہی - واسکوٹ کے اوپر عبا پہنتے ہین اور یہی امتیازی علامت ہی جو اُن کو اور گروہ کے آدمیون سے الگ کرتی ہی - اس مین بھی یورپ کا یہ اثر ہی کہ عبا کے تکمے نہین لگاتے اور سامنے سے واسکوٹ کھلا رہتا ہی ترکی ٹوپی عمومًا یہ لوگ بھی استعمال کرتے ہین لیکن اسپر سپید کپڑے کی ایک دھجی لپٹی ہوتی ہی جسکو عربی مین لفہ کہتے ہین وہ اہل علم کی خاص علامت خیال کی جاتی ہی عورتون کے لباس کی تفصیل مین عورتون کی تہذیب و معاشرت کے ذکر مین لکھون گا -

جوامع اور شاہی ایوانات

یہان کی عمدہ اور یادگار عمارتین جامع مسجدین - اور شاہی ایوانات ہین جامع مسجدون کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ جداگانہ عنوان سے آگے آئیگا - شاہی ایوانات کو یہان سرائے کہتے ہین - ان کی تعداد بیس یا اکیس ہی اور سب دور دور فاصلے پر واقع ہین - یہ عمارتین مختلف

سلاطین کے عہد کی ہین اور نہایت عظمت و شان کی عمارتین ہین۔ ایک ایوان عین لب دریا ہی جو سرتاپا سنگ رخام کا ہی اور نہایت وسیع بلند خوشنما ہی۔ حال مین شہنشاہ جرمن سلطان کا مہمان ہوا تھا تو اسی ایوان مین ٹھہرا تھا۔

کوئی ٹاؤن ہال نہین

یہ بات نہایت تعجب کی ہی کہ تمام شہر مین کوئی ٹاؤن ہال نہین۔ پبلک گارڈن یعنی باغ عام بھی ایسا مختصر ہی کہ اس عظیم الشان دار السلطنت کے لیے کسی طرح موزون نہین۔

عدالتین

عدالتین (بجز دو تین کے) سب یکجا واقع ہین اور اس مجموعی عمارت کو باب عالی کہتے ہین وزیر اعظم کا محکمہ بھی یہین ہی۔ یہ عمارتین چندان شاندار نہین ہین۔ ہائی کورٹ جسکو یہان محکمۂ التمیز کہتے ہین۔ باب عالی سے فاصلے پر ہی۔ مین اسکے اندر تو نہین گیا لیکن باہر سے بڑی شاندار عمارت معلوم ہوتی ہی۔ پولیس کمشنر کی عدالت غلطہ مین ہی۔ مین نے اسکی اچھی طرح سے سیر کی۔ عمارت چندان قابل ذکر نہین ہی لیکن نہایت مرتب اور آراستہ ہی اجلاس کے کمرہ مین بیش قیمت ترکی قالین بچھا ہوا ہی۔ کرسیان بھی نہایت خوبصورت اور موزون ہین **معارف** یعنی سررشتۂ تعلیم کا محکمہ بھی مین نے دیکھا معمولی عمارت ہی لیکن صفائی اور خوش سلیقگی کی وجہ سے خوشنما معلوم ہوتی ہی۔

ترقی تعلیم کالج اور اسکول

ترقی تعلیم

اس دور دراز سفر سے کتب خانون کی سیر کے علاوہ اگر میرا کچھ اور مقصد ہوسکتا تھا تو یہان کی طرز تعلیم اور ترقی تعلیم کا اندازہ کرنا تھا چنانچہ مین نے اُسپر بہ نسبت اور تمام باتون کے زیادہ توجہ کی اور جہانتک ہوسکا کوشش اور محنت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا لیکن ناظرین کو یہ امید نہ کرنی چاہیئے کہ مین اپنے مقاصد مین پورا کامیاب بھی ہوا اور یہ کہ میری تعلیمی رپورٹ کوئی مکمل رپورٹ ہوگی۔ تحقیقات کے لیے مین جو کوششین کرسکتا تھا وہ یہ تھین کہ چند بار سررشتۂ تعلیم کے دفتر مین گیا۔ افسران تعلیم سے تحقیق طلب باتین دریافت کین۔ بڑے بڑے کالج اور اسکول خود جاکر دیکھے۔ ٹیچرون اور پروفیسرون سے ملا۔ کالجون کی سالانہ رپورٹین حاصل کین۔ لیکن یہان ان تمام کوششون پر بھی پوری کامیابی حاصل نہین ہوسکتی۔ ترکون مین یہ عجیب دستور ہی کہ وہ ہر ایک بات کو

پالیٹکس کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور اسوجہ سے کسی معاملہ کا منظر عام مین آنا پسند نہین کرتے
سررشتہ تعلیم کی رپورٹ جو سالنامہ کے ساتھ شایع ہوتی ہو۔ نہایت مختصر اور محض مجمل ہوتی ہے،
یہانتک کہ مصارف تعلیم اور پرفیسرون اور ٹیچرون کی تنخواہون کا ذکر تک نہین ہوتا بعض بعض کالجون مثلاً
مکتب حربیہ و مکتب سلطانی کی جُداگانہ رپورٹین شایع ہوتی ہین لیکن ان مین نتائج امتحان اور
نصاب تعلیم کے سوا اور کچھ نہین ہوتا۔

اول اول مجکو خیال ہوا کہ چونکہ میری رسائی کے وسیلے کم تھے اس لیے یہ حالات کم معلوم ہوسکے
لیکن جب مین نے خیرالدین پاشا وزیر ٹونس کی کتاب پڑھی تو تسکین ہوگئی۔ اُس نے جہان
ترکی کا ذکر کیا ہو اور اسکی تمدنی و تعلیمی ترقیون کا حال لکھا ہو۔ نہایت اجمال سے کام لیا ہو اور یہ
معذرت کی ہو کہ "مین نے ترکی کے جو حالات لکھے وہ انگریزی کتابون کے ذریعے سے لکھے اور
اس وجہ سے مفصل نہ لکھ سکا لیکن مسلمانون کی تحریرات مین اسقدر بھی نہین مل سکتا" اس تمہید اور
معذرت کے بعد مین اصل مطلب شروع کرتا ہون

تعلیم کے مختلف طریقے

قسطنطینیہ بلکہ تمام ممالک اسلامیہ مین تعلیم کے دو طریقے ہین **قدیم و جدید**۔ قدیم تعلیم ترکی حکومت
کے ساتھ ساتھ شروع ہوئی۔ چنانچہ آرخان المتوفی سنہ ۷۶۱ھ نے جو اس سلسلہ کا دوسرا بادشاہ تھا

تعلیم قدیم

ازنیق مین ایک مدرسہ قائم کیا اور یہ پہلا مدرسہ تھا جو ممالک عثمانیہ مین قائم ہوا۔ آرخان کے بعد
اور سلاطین نے حوصلہ شاہانہ سے تعلیم پر توجہ کی اور سیکڑون دارالعلوم اور مدرسے قائم کیے چنانچہ
ہمارے رسالہ "مسلمانون کی گذشتہ تعلیم" مین اُسکی پوری تفصیل موجود ہی۔ نئی تعلیم کی تاریخ اسوقت

تعلیم جدید

سے شروع ہوتی ہی جب ترکی حکومت ایشیائی قالب چھوڑ کر یورپین قالب مین آئی۔ اس انقلاب کا
بانی سلطان محمود تھا جس نے اول اول یورپین وضع اختیار کی اور فوج کو یورپ کے طرز پر آراستہ
کیا۔ اسی مجدد نے سنہ ۱۲۴۱ھ مین مکتب حربیہ کی بنیاد ڈالی جو تعلیم جدید کا پہلا کالج تھا۔ یہ کالج اب
بھی موجود ہی۔ اور تمام حربی مدارس کا مرکز ہی سلطان محمود کے بعد سلطان عبدالمجید نے سنہ ۱۲۶۱ھ
مین جدید تعلیم کو زیادہ وسعت دی اور مکاتب رشدیہ قائم کیے۔ اس عہد سے ابتک یہ تعلیم نہایت
وسعت کے ساتھ جاری ہی۔ اور روزافزون ترقی کر رہی ہی۔ تعلیم جدیدہ کے چار درجے قرار دیے گئے ہین،

ابتدائی تعلیم

ابتدائیہ اسکی مدت تعلیم زیادہ سے زیادہ پانچ برس ہو لیکن ذہین اور ہوشیار طالب علم

دو تین برس بلکہ دو برس مین ہی اسکو ختم کرکے اوپر ترقی کر سکتا ہی۔ اس مین قرآن مجید ترکی زبان عربی کا املا۔ خط۔ حساب تقسیم تک سکھایا جاتا ہی۔

رشدیہ

رشدیہ مدت تعلیم تین برس۔ اس مین ترکی املا۔ مفردات زبان ترکی۔ نحو ترکی۔ عقائد اسلام۔ تاریخ ترکی حساب چاروں حصے فرنچ زبان۔ عربی۔ جغرافیہ۔ اُقلیدس۔ کاغذات تجارت کے اصول نقشہ کشی کی تعلیم ہوتی ہی۔ یہ درجہ تقریباً ہمارے یہان کے مڈل کے برابر یا اس سے کچھ بڑھکر ہی۔

اعدادیہ اور اس کے طلبہ کی تعداد

رشدیہ کے بعد اعدادیہ ہی جسکو انٹرنس کہا جا سکتا ہی۔ اس کلاس کے طالبعلموں کی مجموعی تعداد سنہ ۱۸۹ء مین ۵۲۱۵ تھی اس مین تمام اضلاع اور خود پایہ تخت کے مدارس شامل ہین۔ اعدادیہ کے بعد خاص خاص کالج ہین مثلاً مکتب ملکیہ۔ مکتب الحقوق وغیرہ۔ جن کا مفصل بیان آگے آئیگا۔ ہر قسم کے عام وخاص مدرسے جو قسطنطنیہ مین ہین۔ ان کی تعداد پانچسو ہی جن مین تیرہ بڑے بڑے کالج ہین۔

سلطان حال کے زمانہ مین تعلیم کی ترقی

یہ امر عموماً تسلیم کیا جاتا ہی کہ سلطان حال کے عہد مین تعلیم نے نہایت ترقی کی ہی۔ اور روز بروز ترقی جاتی ہی سلطان کی تخت نشینی کے وقت مدارس رشدیہ کی تعداد ۹۶ تھی۔ لیکن اب ۵۰ ہزار ہے ہر قسم کے نئے مدارس جو سلطان کی شانزدہ سالہ حکومت مین قائم ہوئے۔ ان کی تعداد دو ہزار سے اسکے ساتھ اسکولون اور کالجون مین طالبعلمون کی تعداد اس کثرت سے بڑھتی جاتی ہی کہ ترقی تعلیم کے سال ماقبل کی رپورٹ سال مابعد سے کچھ نسبت نہین رکھتی۔ پروفیسر ویمبری نے اب سے چند برس پہلے ترکون کی عام ترقی پر جو لکچر دیا۔ اس مین مکتب الحقوق (قانونی کالج) کے طالبعلمون کی تعداد تین سو بیان کی ہی لیکن مین جب قسطنطنیہ مین تھا تو اس کالج مین بارہ سو طالبعلم موجود تھے۔ مین نے زمانۂ قیام مصر مین **قاہرہ** کے مشہور اخبار المؤید مین پڑھا تھا کہ سلطان حال نے جب عنان حکومت اپنے ہاتھ مین لی تو مصارف تعلیم تین لاکھ پونڈ سالانہ تھے لیکن اب آٹھ لاکھ پونڈ سالانہ ہین۔ یہ رقم ہمارے ہان کے ایک کروڑ بیس لاکھ کے مساوی ہی حقیقت مین **سلطان** کو تعلیم کے ساتھ عجیب دلچسپی ہی۔ **مکتب ملکیہ** اور مکتب الحقوق جو قسطنطنیہ کے نامور کالج ہین خاص سلطان کے قائم کردہ ہین حضرت ممدوح کو ان کالجون کی طرف یہ التفات ہی کہ چند بار بنفس نفیس اُن کے معائنہ کو تشریف لا چکے ہین۔

جس زمانہ مین مین قسطنطنیہ مین تھا حضرت ممدوح نے تمام بڑے بڑے کالجون کے
طالبعلمون کی شاہانہ دعوت کی۔ قسطنطنیہ مین کاغذخانہ ایک مشہور سیرگاہ ہی۔ جہان ہفتہ
مین ایک بار تماشائیون کا مجمع ہوتا ہی یہ مقام دعوت کے لیے تجویز کیا گیا۔ اور حکم ہوا کہ ہر کالج
کے لڑکے باری باری وہان بُلائے جائین سب سے پہلے مکتب حربیہ۔ پھر مکتب ملکی رسول مدرس کالج
اور دوسرے کالجون کے طلبا مدعو ہوے۔ طالب علم کالج سے چلتے تھے تو سلطان کے حکم کے
موافق شاہی بینڈ اُن کے آگے آگے بجتا جاتا تھا چونکہ مصالح ملکی کی وجہ سے سلطان خود
اِن جلسون مین شریک نہین ہوسکتے تھے ہمیشہ اُن کی طرف سے ایک وزیر شریک دعوت
ہوتا تھا۔ اور طالب العلمون کو سلطان کا سلام پہونچاتا تھا۔ اُس وقت تمام طالب العلم بڑے
جوش اور اخلاص سے **بادشاہم چوق یشا** کا نعرہ بلند کرتے تھے (یعنی ہمارا
بادشاہ بہت زندہ رہے)

مکتب العشائر

تعلیم کے صیغہ مین ایک نہایت مفید ایجاد جو حال مین سلطان کی خاص تجویز سے
ہوئی وہ **مکتب العشائر** کا قائم ہونا ہے۔ اگرچہ اس وقت تمام ممالک عثمانیہ مین تعلیم کو ترقی ہو
لیکن ابتک **عرب** کے قبائل اس فیض سے قریبًا بالکل محروم تھے جس کی وجہ خود اُن کی بے پروائی
اور بدویت تھی۔ اِس ضرورت سے سلطان نے خاص قبائل عرب کی تعلیم کے لیے ایک کالج
اور اُس کے ساتھ ایک وسیع اور مرتب بورڈنگ قائم کرنے کا حکم دیا۔ میرے زمانہ قیام ہی مین
حکام اور عمال کے نام فرامین صادر ہوے تھے کہ حجاز۔ یمن۔ دیار بکر۔ بصرہ۔ بغداد۔ طرابلس الغرب
حلب۔ موصل۔ شام۔ مین عرب کے جو معزز قبائل ہین اُن کے لڑکے انتخاب کرکے بھیجے جائین
سلطان نے اُن کے ہر قسم کے مصارف حکومت کی طرف سے دینے منظور کیے۔ ۱۲ ربیع الاول
سنہ ۱۳۱۰ھ کو یہ کالج بڑی شان وشوکت کے ساتھ کھولا گیا۔ اور افتتاحی رسمین ادا کی گئین۔
عربون کی تہذیب و تربیت کے لیے ایسی عمدہ کوشش کی نظیر تمام اسلامی تاریخ مین نہین مل سکتی۔
اِس سے بھی زیادہ شاہانہ فیاضی کا ثبوت **دار الشفقۃ** سے ملتا ہی جو خاص یتیمون کے لیے
قائم ہوا ہی اِس مدرسے مین ایک ہزار یتیم تعلیم پاتے ہین اور سب کے سب بورڈر ہین اس گروہ کثیر کے خوراک
لباس اور تمام دوسرے ضروری مصارف کا بار سررشتہ تعلیم پر نہین بلکہ سلطان المعظم کی ذات خاص پر ہے۔

کالجون اور اسکولون مین سے جو زیادہ تر قابل ذکر ہین وہ یہ ہین

مکتب حربیہ شاہانہ — چونکہ مین نے اِن کالجون کو خود دیکھا ہے اور اُن کے

مکتب سلطانیہ — طریقہ تعلیم وغیرہ کے متعلق تفصیلی حالات دریافت کیے ہین

مکتب — اِس لیئے آگے چل کر اُن کو جداگانہ عنوان سے لکھون گا۔

مکتب ملکیہ — اس کالج مین مضامین ذیل پڑھائے جاتے ہین۔ فقہ
اصول فقہ۔ رومن لا۔ قانون تجارت۔ اصول محاکمہ
تعزیرات۔ قانون بحری۔ پولٹیکل اکانومی یعنی سیاست
مدن۔ قوانین سلطنتہاے یورپ۔ مختصر طور پر قانون کی
ایجاد کی تاریخ اور اُس کی عہد بعہد کی ترقیان۔ طالبعلمون
کی کل تعداد بارہ سو ہے جن مین چھ سو بورڈر ہین

مکتب الحقوق (یعنی قانون کالج) — یہان کے تعلیم یافتہ منصف اور صدر الصدر وغیرہ
ہوسکتے ہین مدت تعلیم چار برس ہے۔

مکتب الہندسہ — مدت تعلیم چھ برس۔ یہ رڑکی کالج کے مشابہ ہی۔

مکتب اللسان — اِس مین جرمن۔ فرنچ۔ یونانی۔ ارمنی۔ لاٹین۔ اٹالین
روسی زبانین سکھائی جاتی ہین۔

مکتب الصناعۃ یعنی ٹکنیکل اسکول — اسکا سالانہ خرچ ۸۲۵۰ پونڈ یعنی ۱۲۳۷۵۰ روپیہ ہین
طالبعلمون کی تعداد ۲۴۰ ہے اور یہ کل یتیم لڑکے ہین
اُن کے مصارف خود مدرسہ کے فنڈ سے ادا ہوتے ہین
اسمین ابتک حدادی تجاری وغیرہ سکھائی جاتی تھی لیکن
سال گذشتہ مین مہتمم مدرسہ توفیق بک آفندی کی درخواست پر
کہ کلدن کا کام سکھلایا جائے۔

مکتب نواب — یہ کالج نہایت عمدہ اصول پر قائم کیا گیا ہی زمانہ ماقبل
مین قاضی ومفتی جو مقرر ہوا کرتے تھے اُن کے لیئے

کسی قسم کی خاص تعلیم مین امتحان دینا مشروط نہ تھا۔
اب یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہو کہ جو شخص اس کالج کا تعلیم یافتہ
نہو وہ شرعی مناصب پر مقرر نہین ہو سکتا اس طریقے
نے سعی و سفارشون کی تقرریون کا راستہ بالکل مسدود
کر دیا ہے اس کالج مین فقہ کی نہایت اعلیٰ درجے کی
تعلیم ہوتی ہے۔ تعلیم جدید کی بعض چیزین بھی اضافہ کی گئی
ہین۔ تاکہ موجودہ زمانہ کی ضروریات پر واقفیت ہو۔

مکتب بحریہ — اس مین فن جہازرانی کی تعلیم ہوتی ہے۔

مکتب الزراعۃ — اس مین زراعت و فلاحت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

[طریقۂ تعلیم کے متعلق قابل لحاظ امور]

طریقۂ تعلیم کے متعلق چند باتین زیادہ قابل لحاظ ہین۔

[فرنچ زبان کا لازمی ہونا]

(۱) یہ کہ قریباً تمام کالجون اور اسکولون مین فرنچ زبان لازمی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ تعلیم
جدید کا معمولی تعلیم یافتہ بھی فرنچ زبان سے ناآشنا نہین مل سکتا۔

[سائنس و فنون کی تعلیم]

(۲) تمام بڑے بڑے کالجون مین۔ فزکس کمسٹری جیالوجی وغیرہ کی تعلیم لازمی ہو اور ان علوم
کی عملی مشق کرائی جاتی ہو۔ اس غرض سے ہر کالج مین کثرت سے ان فنون کے آلات مہیا رہتے ہین۔

[تاریخ کی اعلیٰ درجے کی تعلیم]

(۳) تاریخ کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہو۔ مکتب ملکیہ کا کورس مین نے دیکھا تھا چھ ضخیم
جلدون مین ہو جسمین علاوہ اور ملکون کے یورپ کی مفصل تاریخ ہے۔ اس کے ساتھ بڑی خوبی یہ ہی
کہ اسلامی تاریخ کے متعلق یورپ کے اکثر مصنفین نے جو غلطیان کی ہین اُن سے بحث اور
اُس پر رد و قدح ہوتی ہے۔

[علوم جدید کی تعلیم ترکی زبان کے ذریعہ سے ہوتی ہے]

(۴) بجز مکتب سلطانیہ کے جسمین عیسائی طالب علم کثرت سے ہین۔ باقی اور تمام
مدارس مین ہر قسم کے علوم و فنون ملکی زبان یعنی ترکی مین پڑھائے جاتے ہین۔ تمام علوم جدیدہ
کا ترکی زبان مین ترجمہ ہو گیا ہو اور وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے۔ اگرچہ یہ امر بحث طلب
ہے کہ ترجمہ تعلیم کا عمدہ ذریعہ ہے یا نہین اور ہندوستان کے بڑے بڑے نامور
ارباب الرائے نے اس بحث مین نفی کا پہلو اختیار کیا ہے لیکن غالباً وہ بحث ہندوستان

کے ساتھ مخصوص ہے جہان کی ملکی زبان گورنمنٹ کی زبان نہین ہو- ترکی زبان سلطنت کی زبان ہو اور اس کی مثال تمام دنیا مین نہین مل سکتی کہ کسی سلطنت نے غیر قوم کی زبان مین علوم و فنون حاصل کرکے ترقی کی ہو انگلستان کی نشو و نما اُس وقت شروع ہوئی جب علوم و فنون - لیٹن سے انگریزی زبان مین منتقل ہوکر آئے اور کچھ شبہ نہین کہ ترکی کی ترقی بھی اگر ہوسکتی ہے تو ملکی زبان ہی کے ذریعہ سے ہوسکتی ہو-

بورڈنگ کا طریقہ

(۵) تعلیم و تربیت کے معاملہ مین جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل عزت ہے وہ **بورڈنگ سسٹم** ہو حقیقت یہ ہو کہ ٹرکی نہایت فخر سے اِس بات کا دعوے کرسکتی ہے کہ اُس نے بورڈنگ کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے بہتر نہین ہوسکتا- تمام بڑے بڑے کالجون کے ساتھ بورڈنگ ہین اور اُن مین نہایت کثرت سے طلبا رہتے ہین- لیکن یہ التزام ہے کہ خوراک - لباس - وضع - مکان - فرنیچر - تمام چیزین ایک سی ہون اور طالبعلمون کی حالتون مین فرق مراتب کا کوئی شائبہ نہو- بورڈنگ کا کرایہ اور خوراک کی جو فیس لیجاتی ہے اسکے ساتھ کپڑون کے دام بھی لئے جاتے ہین اور طالب علمون کے کپڑے خود کالج کے اہتمام سے تیار ہوتے ہین تمام لڑکے میز اور کرسیون پر کھاتے ہین اور ہر چیز مین تکلف صفائی خوش سلیقگی کا نہایت اہتمام کیا جاتا ہو فیس کی تعداد کسی کالج مین ۵ پونڈ سالانہ سے کم نہین ہے اور مکتب سلطانیہ مین ۴۰ پونڈ یعنی چھ سو روپیہ سالانہ ہے-

ترکون کی یہ عجیب قابل قدر فیاضی ہے کہ باوجود زیادتی فیس کے غربا ان کالجون کے فیض سے محروم نہین ہین- ہر کالج مین غریب طالب علمون کی معتدبہ تعداد ہے اور دولتمند ترکون کی طرف سے اُن کو اس قدر امداد دی جاتی ہے کہ وہ کالج کے تمام مصارف ادا کرسکتے ہین مکتب سلطانی جسکی فیس چالیس پونڈ سالانہ ہو اس مین ۲۰۰ طالبعلم غریب اور کم مقدور ہین اُن مین سے ڈیڑھ سو طالب علمون کی فیس امرا و ارکین حکومت ادا کرتے ہین اور پچاس کی سلطان اپنی جیب خاص سے عطا فرماتے ہین- اس کا یہ اثر ہے کہ کالج کے احاطہ مین جاکر کوئی شخص کسی طرح تمیز نہین کرسکتا کہ فلان طالب علم غریب اور کم مقدور ہے طالب علمون کی یکسان حالت باہمی اتحاد اور قومیت کا نہایت قوی خیال پیدا کرتی ہو- اور غربا کو اعلیٰ درجے کی معاشرت کا

حاصل ہونا۔ ان مین حوصلہ مندی اور بلند نظری کا مادہ پیدا کرتا ہی۔ یورپ کے بڑے بڑے کالجون مین یہ بڑی کمی ہے کہ کم مقدور لوگون کو اُن کی فیاضی سے چندان فائدہ نہین ہوپہنچتا۔ ترکون نے اسی نقصان کا تدارک کیا ہو اور نہایت خوبی سے کیا ہے۔

بورڈنگ کا یہ طریقہ دیکھ کر مجکو اپنا **مدرسۃ العلوم** یاد آتا تھا۔ اور مین اُسکے بورڈنگ کے اختلافِ مراتب پر افسوس کرتا تھا لیکن میرا افسوس درحقیقت مدرسۃ العلوم کی حالت پر نتھا بلکہ قوم کے اُن بزرگون پر تھا جن کو خدا نے دولت اور مقدور دیا ہے۔ لیکن یہ توفیق نہین دی کہ اپنی فیاضی سے اِس بات کی کوشش کرین کہ ہماری تعلیم گاہین غربا اور اہل مقدرت ایک ہی بلند سطح پر نظر آئین۔ مین علانیہ کہتا ہون کہ ہمارے قومی کالج مین جو چیز سب سے زیادہ ضروری اور نہایت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ تمام طالب علمون کا لباس۔ وضع۔ خوراک مکان۔ فرنیچر۔ کلیۃً ایک کر دیا جاے اور جو مختلف سطحین آج کالج مین قائم ہین بالکل مٹا دی جائین۔ اگر یہ نہین تو کالج مین قومیت کی روح نہین۔

طالبعلمون کا لباس

یہان کالجون اور اسکولون مین ایک اور جدت ہو اور نہایت مفید اور موثر ہی۔ وہ یہ کہ ہر طالب علم کے کوٹ کے گریبان پر سنہری کلابتون مین اُس کالج یا اسکول کا نام کڑھا ہوا ہوتا ہے جسمین وہ تعلیم پاتا ہے۔ کلابتون کے حرف اُبھرے ہوے اور اعلیٰ درجے کے خط نسخ کے مطابق ہوتے ہین۔ چار بجے کے قریب کالجون اور اسکولون کی گذرگاہون پر جاؤ تو عجیب دلفریب سیر نظر آتی ہے۔ غول کے غول لڑکے مدرسون سے نکل کر متعدد صفون مین تقسیم ہو جاتے ہین اور اِس ترتیب اور انتظام سے چلتے ہین کہ گویا باقاعدہ فوج جا رہی ہو لڑکون کا سُرخ وسفید رنگ اسپر سیاہ کوٹ اور کوٹون کے گریبانون پر کالجون کا زرین طغرا اِس قدر خوشنما معلوم ہوتا ہو کہ بیان سے باہر ہے۔

اِس طریقے سے علاوہ زیب و زینت اور شان و شوکت کے ایک بڑا فائدہ یہ ہو کہ طالعلم سیر و تماشے کی غرض سے بازار مین نکلتے ہین تو کوئی نامناسب حرکت نہین کر سکتے۔ کالج کا لباس جسکا ہر وقت پہننا لازمی ہی یہ جتوا دیتا ہی کہ وہ طالب علم ہین۔ اِس لیے خواہ مخواہ ان کو کالج کے ناموس کا لحاظ کرنا پڑتا ہی۔ اسپر بھی اگر کوئی لڑکا کسی ناروا صحبت مین شریک یا کسی بیہودگی کا

مرتکب ہو تو پولیس مین پکڑ کر اس کو اس کالج یا اسکول مین پہنچا آئیگا۔ جہان وہ تعلیم پاتا ہے

یہان کے بورڈنگ سسٹم مین بظاہر ایک نقصان معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ الگ الگ
کمرے نہین ہوتے بلکہ پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ لڑکون کے لیے ایک بڑا ہال ہوتا ہے جسمین انکی
تعداد کے موافق پلنگ بچھے ہوتے ہین۔ ہر پلنگ کے سرہانے ایک چھوٹی سی الماری ہوتی ہے
جسمین معمولی کپڑے اور کتابین آجاتی ہین۔ مین نے اول اول یہان کے بورڈنگ دیکھے تو
فی الجملہ اُن کی حقارت کا خیال پیدا ہوا خصوصاً اس وجہ سے کہ مدرسۃ العلوم کے پرتکلف اور
آراستہ کمرے میری آنکھون کے سامنے تھے۔ لیکن زیادہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ طریقہ فائدے سے
خالی نہین۔ اگرچہ اسمین شبہ نہین کہ اس کمی کی اصلی وجہ کثرت آبادی اور کافی زمین کا نہ میسر
آنا ہے لیکن اُن فوائد کے لحاظ سے جو بغیر اس خاص طریقے کے حاصل نہین ہو سکتے اگر یہ دعوی
کیا جاے کہ قصداً ایسا کیا گیا ہو اور ایسا ہی مناسب تھا تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔

ایک ایک کمرہ مین بہت سے طالبعلمون کا رہنا

اس طریقے سے جو نہایت مفید کام لیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ تمام بورڈرون کی روزانہ زندگی
یکسان اصول پر قائم کی گئی ہے۔ مثلاً صبح ہوئی اور چوکیدارون نے (جو تمام رات سونے کے
کمرے مین ٹہلا کرتے ہین) تمام بورڈرون کو جگا دیا۔ دیوار مین لڑکون کی تعداد کے موافق ٹونٹیان
لگی ہین اور اُن کے نیچے پکی نالی بنی ہے تمام لڑکے وہان جا کر ایک ساتھ بیٹھ گئے۔ لڑکون کے
ایک ساتھ آنے جانے کا اس قدر التزام ہے کہ بعض بعض کالجون مین ایک کل ہے جسکے پھرانے
سے تمام ٹونٹیون کا منھ ایک ساتھ کھل جاتا ہے جب تمام لڑکے آجاتے ہین تو نوکر اُس کل کو پھراتا
ہے اور وقت مقررہ کے گزرنے پر بند کر دیتا ہے۔ اگر کوئی لڑکا دیر کرکے آئے تو اس کو واپس
جانا ہوگا۔ کیونکہ صرف ایک شخص کے لیے بہت سا پانی رائگان نہین کیا جا سکتا۔ ہاتھ منھ دھوکر
تمام لڑکے ریڈنگ روم مین (جو کتب بینی کے لیے مخصوص ہے اور جہان ایک نگران معلم موجود
رہتا ہی) جا کر بنچون پر بیٹھ گئے۔ اور سبق یاد کرنے۔ یا مطالعہ کے دیکھنے مین مصروف ہوے تمام
طالب علم ایک ساتھ اُٹھ کر کھانے کے کمرے مین گئے۔ کھانے کے بعد کالج کی گھنٹی ہوئی اور
سب کالج کے کمرون مین جا بیٹھے۔ رات کو بھی تمام طالب علم ایک ہی کمرے (ریڈنگ روم)
مین پڑھتے ہین اور جب سونے کا وقت آتا ہے تو سب ساتھ اُٹھ کر سونے کے کمرے مین چلے

تمام بورڈرون کی یکسان معاشرت

جاتے ہین۔ غرض سوکر اُٹھنا۔ ہاتھ مُنھ دُھونا۔ سبق مطالعہ کرنا۔ کھانا کھانا۔ کھیلنا۔ نماز کا پڑھنا اور رات کے دس بجے اپنے اپنے پلنگ پر جاکر پڑ رہنا یہ سارے کام تمام طالب العلمون کو ایک ساتھ کرنے پڑتے ہین۔ اِس طریقے سے حفظ اوقات کی عادت ہوجاتی ہو اور رفتہ رفتہ وہ طبیعت ثانیہ بنجاتی ہے۔ اِس طریقے کے لیئے ضرور ہے کہ ایک ایک کمرے مین پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ طالب علم کے رہنے کا انتظام کیا جاے۔ ورنہ الگ الگ کمرون مین تمام کامون کے ایک ساتھ انجام پانے کا کسی طرح انتظام نہین ہوسکتا ہمارے کالج مین ظہور حسین وارڈ جو ابھی قائم ہوا ہے اسی اصول پر قائم ہوا ہے

ترقی تعلیم مین بعض باتون کی ابھی تک کمی ہے

تعلیم کی وسعت اور ترقی کے متعلق اگرچہ یہ کچھ اہتمام ہے تاہم چونکہ نئے طریقۂ تعلیم نے حال مین رواج پایا ہے اِس لیے ابھی بہت سی باتون کی کمی ہے جس کی نسبت امید ہو کہ رفتہ رفتہ پوری ہوجائے گی۔ اِن مین سے ایک یہ ہو کہ کسی کالج بلکہ تمام شہر مین کوئی ڈبیٹنگ کلب اور علمی انجمن نہین ہے۔ اِس لیے طالب علمون کو تقریر کا ملکہ بہم پہونچانے کا کوئی موقع نہین ملتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کالجون کے ڈگری یافتہ مجمع عام مین کسی مضمون پر لکچر یا اسپیچ نہین دے سکتے اسی کا یہ بھی اثر ہے کہ تعلیم یافتہ گروہ مین ابھی تک وہ زندہ دلی۔ آزاد خیالی حوصلہ مندی۔ بلند نظری نہین پیدا ہوئی ہے جو نئی تعلیم کا لازمہ ہے۔

ایک بہت بڑا نقص یہ ہے کہ کالجون اور بڑے بڑے اسکولون کا وجود دار الخلافہ کی شہر پناہ تک محدود ہے بڑے بڑے شہرون مین اگرچہ کثرت سے مدرسے قائم ہوگئے ہین لیکن وہ عموماً ابتدائیہ اور رشدیہ یعنی اوسط درجے کے مدارس ہین۔ جہان تک میری واقفیت ہے۔ بیروت۔ دمشق۔ حلب۔ بیت المقدس مین ایک بھی ایسا علمی مدرسہ نہین جسپر کالج کا لفظ صادق آسکے۔

اِس سے بڑھ کر یہ افسوس ہے کہ قسطنطنیہ کے تمام کالج اور دار العلوم جن کا مین نے ذکر کیا حکومت کی طرف سے ہین۔ قوم نے ابھی تک اس طرف کچھ توجہ نہین کی ہے یعنی اتنے بڑے دار السلطنت مین ایک بھی قومی کالج نہین۔ کوئی گورنمنٹ گو کتنی ہی مقتدر اور دولتمند ہو لیکن تمام ملک کی علمی ضرورتون کی کفیل نہین ہوسکتی۔ اگر ہو بھی تو چندان مفید نہین جس قوم کی تمام

ضرورتین گورنمنٹ انجام دیا کرتی ہے۔ اس کی دماغی اور روحانی قوتین مردہ اور بیکار ہو جاتی ہین یورپ مین جو عظیم الشان علمی کارخانے پھیلے ہوے ہین اُن مین زیادہ تر قوم کا حصہ ہے انگلستان کی مشہور یونیورسٹیان کیمبرج اور آکسفورڈ قومی ہی کوششون سے قائم ہوئی ہین اور اسوقت تک اُنھون نے گورنمنٹ کا زیر بار احسان ہونا منظور نہین کیا ہے۔

اس اجمالی رپورٹ کے بعد ہم بعض بعض کالجون کا تفصیلی حال لکھتے ہین۔

مکتب حربیہ

یہ بہت بڑا کالج بلکہ بہت بڑی یونیورسٹی ہے جسپر ترکون کو فخر ہے اور درحقیقت وہ اس فخر کہ مستحق ہے۔ اگرچہ حربی تعلیم اصطلاحی تعلیم کے مفہوم سے کسی قدر الگ ہے اور اس لحاظ سے ترقی تعلیم کے ذیل مین مکتب حربیہ کا ذکر کرنا بظاہر موزون نہ تھا لیکن اس کالج مین حربی علوم کے علاوہ طبعیات کیمیا۔ ریاضی اور بالخصوص طب کی تمام شاخون کی تعلیم اس حد تک ترقی ہے کہ ہم اُسکو اصطلاحی تعلیم کے دائرے سے باہر نہین کہہ سکتے یہ کالج سنہ ۱۲۵۰ھ مین سلطان محمود نے قائم کیا تھا۔ اُس زمانے کی بہ نسبت عمارت مین بہت کچھ ترقی ہوئی ہے اور نصاب تعلیم اسقدر وسیع اور اعلیٰ ہو گیا ہے کہ گویا وہ کالج ہی نہین رہا۔

اِس کالج کے ماتحت جسقدر حربی مدارس ہین ان کی تعداد (۷۴) ہے جن مین (۱۰) اعدادیہ ہین اور (۲۷) رشدیہ جن مین کل ۹۲۲۴ طالب علم تعلیم پاتے ہین۔

تفصیل نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی۔

قسم مدرسہ	مدارس پاے تخت		مدارس اضلاع	
	بورڈر	غیر بورڈر	بورڈر	غیر بورڈر
اعدادی	۱۰۹۶	۰	۷۴۵	۰
رشدیہ	۱۵۵	۲۴۲۵	۱۲۸	۲۲۲۵

یہ کالج (مکتب حربیہ) بڑی عظمت و شان کا کالج ہے۔ اگرچہ قسطنطنیہ مین عام دستور ہے کہ

کہ سکرٹری مدرسہ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی مدرسہ کے احاطہ مین داخل نہین ہو سکتا
لیکن اس کالج مین اور بھی زیادہ اہتمام اور روک ٹوک ہے۔ مین نے جب اسکی سیر کا قصد کیا
تو لوگون نے کہا کہ اسکے لیے ارادۂ سنیہ یعنی خود **سلطان** کی اجازت درکار ہے
اگرچہ ممکن تھا کہ عثمان پاشا جن سے اس زمانے مین مجکو شرف ملازمت حاصل ہو چکا تھا
مجکو باسانی اجازت دلاتے۔ لیکن مین نے اس کام کے لیے انکو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا
حسین حسیب آفندی پولیس کمشنر سے بے تکلفانہ ملاقات تھی انسے تذکرہ کیا بولے کہ "درحربیہ
مأذون نیستم" مجبوراً مجکو ذاتی کوشش پر بھروسہ کرنا پڑا۔ اتنا معلوم ہو چکا تھا کہ مکتب حربیہ کے
سکرٹری ذکی پاشا ہین جو نہایت لائق اور اعلی درجہ کے تعلیم یافتہ ہین مین نے خیال کیا کہ بغیر کسی
واسطے کے خود ان سے ملنا چاہیے۔ شیخ علی ظلبیان نے بھی یہی راے دی۔ چنانچہ ہم دونون
پاشاے موصوف کے مکان پر گئے۔

مکتب حربیہ کی سیر کے لیے ذکی پاشا کی ملاقات

اتفاق سے وہ باہر جا چکے تھے۔ آدمی نے کہا کہ ذرا ٹھہر جائیے شاید جلد آجائین۔ اسی اثنا
مین وہ آپہونچے۔ گاڑی سے اُترنے کے ساتھ انھون نے ہماری طرف رُخ کیا۔ شیخ علی ظلبیان او
مین دونون عربی لباس مین تھے۔ اگرچہ میرے سر پر ریشمی عمامہ اور کمر مین سنہری پٹی تھی
لیکن قفطان اور عبا کی وجہ سے مجموعی صورت سے عرب معلوم ہوتا تھا۔ پاشاے موصوف کو
اسوقت نہایت جلدی تھی۔ سلام علیک کے ساتھ ہی جیب مین ہاتھ ڈالا اور کچھ مجیدیان (ترکی سکہ)
نکالین پہلے تو مجکو سخت تعجب ہوا پھر خیال آیا کہ نعوذ باللہ انھون نے ہمکو عام عربون کی طرح
گداگر سمجھا۔ اس خیال کے ساتھ مجکو نہایت رنج اور رنج کے ساتھ غصہ آیا۔ مین نے چلا کر کہا
شو ھذا - ما جئنا لھذا - لسنا من الفقرا یعنی یہ کیا ہے؟ ہم اس لیے نہین آئے ہم
محتاج نہین ہین۔ پاشا موصوف اگرچہ عربی نہین سمجھتے تھے۔ لیکن چہرے کی ہیئت اور لہجہ
کلام سے سمجھے کہ یہ امر اسکو ناگوار گذرا۔ شیخ علی ظلبیان کی طرف متوجہ ہوے کہ غیظ مین
کیون ہین؟ اور چاہتے کیا ہین؟ شیخ علی ظلبیان ٹوٹی پھوٹی ترکی بول لیتے تھے۔ میرے آنے کی
غرض وغایت بیان کی۔ پاشاے موصوف نہایت شرمندہ ہوے۔ معذرت کے ساتھ کہا کہ
آپ بالاخانے پر چلیے مین تھوڑی دیر مین آتا ہون۔ بالاخانے پر چند معزز عہدہ دار جمع تھے

انھون نے نہایت احترام کے ساتھ ہمارا استقبال کیا معمول کے موافق قہوہ آیا۔ ایک ایک سے مزاج پرسی ہوئی ان لوگون کو جب معلوم ہوا کہ مین ہندوستان کا باشندہ ہون اور تحقیقات علمی کی غرض سے یہان آیا ہون تو اس قدر گرویدہ ہوے کہ ہر لفظ اور ہر ادا سے شوق اور محبت کا اظہار ہوتا تھا نہایت افسوس تھا کہ مین نہ ترکی سمجھتا تھا نہ فرنچ۔ اور وہ ان زبانون کے سوا اور کسی زبان مین گفتگو نہ کرسکتے تھے اٹھ اٹھ کر میرے پاس آ بیٹھتے تھے اور اظہار محبت کے ساتھ افسوس ظاہر کرتے تھے کہ ہم آپ کی زبان نہین سمجھتے تھوڑی دیر کے بعد ذکی پاشا نے معذرت کے ساتھ کہلا بھیجا کہ مجکو ضروری کام درپیش ہے۔ اس لیے مین خود نہین آسکتا۔ لیکن مین نے ایک افسر کو حکم دیدیا ہے وہ آپ کو اچھی طرح کالج کی سیر کرادیگا۔ ان صاحب کا نام رضا بک تھا اور میرالائی کا رتبہ رکھتے تھے۔ پاشاے موصوف کی معذرت اگرچہ بہانہ پر محمول نہین ہوسکتی تھی واقعی انکو بہت سے محکمے سپرد ہین اور تمام تمام دن انکو دورے مین گذر جاتا ہے لیکن اسمین شبہہ نہین کہ انکو اپنی حرکت پر سخت ندامت ہوئی تھی اور یہی انکے نہ آنیکا ایک سبب تھا۔

مجکو اس بات کے معلوم ہونے سے کہ یہان علما اور متصوفین جب کسی امیر یا عہدہ دار سے ملتے ہین تو اسی غرض سے ملتے ہین کہ انھیں نورانی ہاتھ آئے **ذکی پاشا** کی بدگمانی کا رنج تو جاتا رہا لیکن اس فرقے کے حال پر بہت افسوس ہوا۔ نذر و نیاز کے طریقے کو مین ہندوستان کے ساتھ مخصوص سمجھتا تھا۔ لیکن افسوس یہان بھی اس سے نجات نہین پائی۔

قصہ مختصر رضا بک کے ساتھ ہم مکتب حربیہ کو گئے۔ دروازہ پر پہرہ تھا سپاہیون نے فوجی قاعدے سے سلام کیا۔ اندر داخل ہوئے تو **کالج** کیا ایک مستقل آبادی تھی۔ رضا بک پہلے اپنے خاص کمرے مین لیگئے وہان کے اور چند عہدہ دار موجود تھے ان سے تعارف ہوا معمول کے موافق قہوہ آیا تھوڑی دیر کے بعد رضا بک نے کہا کہ کھانے کی گھنٹی ہوچکی ہے آئیے سب سے پہلے آپ کو کھانے کے کمرے کی سیر کرائین چونکہ اسوقت ڈائننگ روم (کھانے کا کمرہ) اور اسکے متعلق جو عمارتین ہین ڈھاکر نئے سر سے تعمیر ہورہی تھین اس لیے کالج کے سلسلے عمارت سے کسیقدر فاصلے پر ایک مکان عارضی طور پر بنایا گیا تھا اور کالج سے اس عمارت تک

لڑکون کا کھانے کے کمرے کو جانا

صاف اور ہموار سڑک تیار کی گئی تھی۔ لڑکے اپنے اپنے کمرون سے نکلکر ڈائنگ ہال چلے تو عجب دلفریب سمان نظر آیا۔ پانچ پانچ چھ چھ لڑکون کی تین چالیس صفین تھین اور اس ترتیب و انتظام کے ساتھ جا رہی تھین کہ گویا باقاعدہ فوج مارچ کر رہی ہے۔ وضع اور لباس ایک سا تھا اور چونکہ تمام لڑکے ترک یا شامی عرب تھے رنگ و روپ مین بھی چندان فرق نہ تھا تعجب یہ ہے کہ اس گروہ کے ساتھ نہ کوئی افسر تھا نہ کوئی ہمارا آنا معلوم تھا تاہم انکی کوئی حرکت ترتیب و انتظام کے خلاف نتھی اور شور و غل کا مطلق نام نہ تھا جب ہم کمرے کے اندر داخل ہوے تو تمام لڑکے میز پر بیٹھ چکے تھے ہال نہایت وسیع اور خوبصورت اور چھت پر طلائی کام تھا۔ دو تین قسم کے کھانے تھے اور ترکی طریقے کے موافق چار چار لڑکون کے بیچ مین ایک ایک قاب تھی چھری کانٹے نہ تھے صرف چمچے تھے لیکن لڑکے کھاتے اس خوش سلیقگی سے تھے کہ نہ کسی کا ہاتھ بھرتا تھا نہ میز کی چادر پر کہین دھبہ پڑ سکتا تھا غالبًا لڑکون پر صفائی و پاکیزگی کی سخت تاکید ہے۔ چار پانسو لڑکے جو ہال مین موجود تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کپڑے بدل کر آئے ہین۔ ہم جدھر گذرتے بعض بعض لڑکے کھڑے ہو جاتے اور کہتے تفضل یا مولانا انکے اصرار سے ہمنے دو ایک لقمے کھائے کھانا برا نہ تھا لیکن ہم ہندوستانی قورمہ ڈھونڈتے تھے وہ یہان کہان؟

کھانے کے کمرے سے نکلکر تھوڑی دیر تک ہم ادھر ادھر پھرتے رہے یہان تک کہ کالج کی گھنٹی ہوئی اور لڑکے لکچر روم کو چلے۔

لکچر روم (تعلیم کے کمرے) ہمارے ہندوستان کی قطع کے نہین ہین۔ دور تک سیدھی قطار مین بہت سے کمرے ہین جنکی قطع عام مکانات کی سی ہے۔ پروفیسر ایک بلند چبوترے پر بیٹھتا ہے بعض بعض چبوترون کے گرد لکڑی کا کٹھرا بھی تھا رضا بک اور انکے ساتھ ہم جس کمرے مین جاتے ایک لڑکا اٹھ کر "بق" کا لفظ بلند آواز سے کہتا اس آواز کے ساتھ تمام لڑکے کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ کے اشارے سے سلام کرتے معلوم ہوا کہ کالج کا جب کوئی افسر آتا ہے تو لڑکے اسیطرح اسکی تعظیم بجا لاتے ہین۔ رضا بک ہمکو تمام پروفیسرون سے انٹروڈیوس کراتے تھے لیکن افسوس یہ تھا کہ ہم کسی کی زبان نہین سمجھ سکتے تھے۔

کھانے مین لڑکون کی صفائی اور خوش سلیقگی

لکچر روم

علم طبقات الارض یورپ کی فوجون کی ترتیب اور اصول۔ دنیا کی مشہور لڑائیان اور فوجی
اصول کے لحاظ سے انکی کیفیت وقوع۔ اور فتح و شکست کے اسباب کی تحقیق۔ اقلیدس
جبر مقابلہ۔ پلوغرافیا۔ فن اسلحہ خفیفہ۔ کتابت۔ تاریخ فن حرب۔ تصویر کشی۔

عسکری مین بھی اکثر یہی مضامین ہین اسکے ساتھ ساتھ بعض جدید مضامین بھی ہین جو
مضامین ان دونون درجون مین پڑھائے جاتے ہین ان مین سے اکثر کی ابتدائی تعلیم
رشدیہ اور اعدادیہ مین ہوچکتی ہے۔ ان درجون مین صرف انکی تکمیل ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے
کہ تین برس مین اسقدر مختلف مضامین کی تحصیل ہوسکتی ہے۔ رشدیہ سے اس درجے تک کی تعلیم
کی کل مدت دس برس ہے۔

سواری — (۲) سواری کی تعلیم اسکی مدت تعلیم تین برس ہے اور علاوہ عملی مشقون کے مضامین ذیل
کی تعلیم ہوتی ہے۔ ہندسہ رسمیہ۔ پلوغرافیا نظری و عملی۔ زبانہائے فرنچ و جرمن و روس۔ کیمیا
فن اسلحہ۔ فوجی ایجادات۔ جغرافیائے عسکری۔

پیادہ — (۳) پیادہ۔ مدت تعلیم تین برس ہے۔ اسمین علاوہ عملی مشقون کے جغرافیہ فوجی۔ فن اسلحہ جرمن و فرنچ
و روسی زبانین۔ فوجی ایجادات۔ استحکامات خفیفہ۔ حفظ الصحت کی تعلیم ہوتی ہے۔

بیطاری یعنی جانورون کا علاج — (۴) بیطاری یعنی طب حیوانات۔ مدت تعلیم چار برس۔ مضامین درسیہ یہ ہین عام امراض
فن ولادت۔ فن فروسیت۔ امراض داخلیہ۔ امراض متولیہ۔ فن جراحی۔ امراض خاصہ جسیمہ۔ فرنچ
زبان۔ کتابت۔ کیمیائے عضوی۔ مفردات طب۔ تشریح۔ منافع الاعضا۔ نباتات۔ علم الحیوانات
کیمیائے غیر عضوی۔ علم الارض والمعادن۔ ان چارون صیغون مین قریباً چھ سو لڑکے تعلیم پاتے ہین
اور ان کو سند حاصل کرنے کے بعد حسب مراتب۔ افسری کے عہدے ملتے ہین۔ انکے نیچے
اعدادیہ اور رشدیہ کی کلاسین ہین جنکی مدت تعلیم سات برس ہے اور تاریخ جغرافیہ
حساب۔ اقلیدس۔ طبیعیات۔ کلون کا کام اور اس قسم کے مضامین کی تعلیم ہوتی
ہے۔ کل طالب علم جو کالج کی مختلف شاخون مین تعلیم پاتے ہین۔ تعداد مین پندرہ سو ہین

پروفیسرون اور ٹیچرون کی تعداد — جن مین سے ایکمزار بورڈر ہین۔ پروفیسر و اسسٹنٹ پروفیسر و ٹیچر ۸۷ ہین جن مین سے اکثر
کالج ہی کے احاطہ مین سکونت رکھتے ہین۔ اکثر پروفیسر اعلی درجے کے تعلیم یافتہ

اور معزز عہدہ دار ہین ان مین سے چھ شخص **پاشا** کا منصب رکھتے ہین جنکے نام یہ ہین
ثروت پاشا سکرٹری۔ فائق پاشا پروفیسر کیمیائے عضوی۔ ہربر پاشا۔ پروفیسر تعلیم سواری
تفوق پاشا۔ پروفیسر طبقات الارض۔ شاکر پاشا پروفیسر ارکان حرب۔ عثمان پاشا پروفیسر
زبان جرمن۔ نو پروفیسرون کو میرالائی کا رتبہ حاصل ہے۔

مکتب سلطانی

یہ بھی قدیم کالج ہے اور مکتب حربیہ کے سوا تمام کالجون سے ممتاز ہے یہ غلطہ سرا مین واقع
ہے جہان زیادہ تر یورپین تاجر آباد ہین اور اسوجہ سے تمام اور کالجون کی نسبت عیسائی
لڑکے اس مین زیادہ ہین۔

مجکو افسوس ہے کہ جس وقت مین نے اس کالج کو دیکھا تعطیل کا زمانہ تھا اور بجز دو مین
عہدہ دارون یعنی سکرٹری اور نائب سکرٹری وغیرہ کے اور کوئی افسر موجود نہ تھا
کالج کی عمارت دو منزلہ ہے۔ بورڈنگ اور لکچر زروم سب اوپر کے درجے مین ہین علم الحیوانات
کی تعلیم کی لیے نہایت وسیع کمرہ ہے جسمین کثرت سے ہر قسم کے مردہ جانور اور بڑے بڑے
جانورون کے ڈھانچے ہین وہیل مچھلی کا ڈھانچا مین نے اس سے پہلے کہین نہین دیکھا تھا
کیمیا اور الکٹرسٹی کے تجربون کے لیے کثرت سے بیش قیمت آلات مہیا کیے گئے ہین۔

یہ بات مجکو نہایت پسند آئی کہ بیمار بورڈرون کے لیے ایک نہایت وسیع ہال آراستہ ہے
جسمین کثرت سے پلنگ وغیرہ موجود ہین اور متعدد خدمتگار ہر وقت حاضر رہتے ہین اس طریقے
سے ڈاکٹر کو لڑکون کے علاج اور تیمارداری مین آسانی ہوتی ہے وہ ایک ہی وقت مین تمام
بیمارون کو دیکھ سکتا ہے ورنہ الگ الگ کمرے ہوتے تو ایک ایک بیمار کے پاس پہنچنا اور
کافی طور سے انکی پرداخت اور خبرگیری کرنی سخت مشکل ہو۔

اس کالج کا صرف ۱۸ ہزار پونڈ یعنی دو لاکھ ستر ہزار روپیہ سالانہ ہے لیکن اس مین
غریب طالب علمون کی اسکالرشپ کی رقم بھی شامل ہے طالب علمون کی مجموعی تعداد آٹھ سو
ہے جن مین زیادہ تر بورڈر ہین۔ بورڈرون کی خوابگاہ کا کمرہ نہایت وسیع شاندار اور خوش فضا
ہے بورڈنگ کا جو دستور العمل ہے اسکے چند واقعات کا خلاصہ ذیل مین درج ہے۔

(۱) تمام بورڈرون کی خوراک۔ کپڑے۔ بچھونے۔ کتاب۔ کاغذ قلم وغیرہ کالج کی طرف سے مہیا کیا جائیگا۔

(۲) بورڈر سے ۴۰ پونڈ سالانہ (چھ سو روپیہ) فیس لیجائیگی۔

(۳) ایسے طالب علم بھی داخل ہوسکتے ہین جو دو ثلث یا ایک ثلث فیس ادا کرسکتے ہین یا بالکل نہین ادا کرسکتے۔ لیکن ان کی تعداد معین ہوگی جو ہر سال کے شروع مین ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن کے محکمہ سے استفسار کرکے قرار دیجائیگی (یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس قسم کے طلبہ کی بقیہ فیس سلطان وامراے شہر ادا کرتے ہین اور اس وجہ سے خوراک لباس۔ فرنیچر وغیرہ کے لحاظ سے ان مین اور ذی مقدور طالبعلمون مین کسی قسم کا فرق محسوس نہین ہوسکتا)

(۴) داخلے کیوقت ہر طالبعلم سے کپڑونکی بابت ۵ا پونڈ یعنی دو سو پچیس روپیے لیے جائینگے۔

(۵) وہ طالب علم جو رات کو بورڈنگ مین نہین رہتے انکی فیس ۲۰ پونڈ سالانہ ہے اور کسی حالت مین وہ گھٹ نہین سکتی۔

(۶) غیر بورڈرون کی فیس ۱۰ پونڈ سالانہ ہے اور کسی حالت مین وہ کم نہین ہوسکتی۔

(۷) بورڈرون کو ہفتہ مین صرف ایکمرتبہ اپنے گھر جانیکی اجازت ملیگی جانے اور آنے کے وقت ایک معتبر ملازم کا اسکے ساتھ ہونا ضرور ہے۔

(۸) کوئی بورڈر ایک ہفتہ مین دس قرش (سوا روپیہ) سے زیادہ اپنے پاس نہین رکھ سکتا

تعلیمی حیثیت سے اس کالج مین جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ تمام علوم وفنون فرنچ زبان مین پڑھائے جاتے ہین۔ اور اس وجہ سے اکثر پروفیسر فرنچ یا جرمن ہین اسکے ساتھ ترکی زبان کی تعلیم نہایت اعلی درجے کی ہوتی ہے۔ عربی وفارسی کی تعلیم بھی لازمی ہے گو اعلی درجے کی نہین باقی زبانین۔ یونانی۔ ارمنی۔ انگریزی۔ جرمنی۔ اٹالین۔ لیٹن۔ ادرس مین داخل ہین اور بہت سے لڑکے پڑھتے بھی ہین۔ لیکن ان کی تعلیم اختیاری ہے لازمی نہین۔

ترکی وعربی وفارسی مین علاوہ علم ادب اور قرآن مجید کے جن مضامین کی تعلیم ہوتی ہے وہ یہ ہین۔ عقائد۔ فقہ۔ اخلاق۔ تاریخ دولت عثمانیہ۔ قرأت۔ تجوید۔ حدیث

تفسیر لیکن قرأت وحدیث وتفسیر کی تعلیم چوتھے درجے سے شروع ہوتی ہے اور ہفتہ مین
صرف ایکبار ہوتی ہے۔ فرنچ زبان شروع ہی سے پڑھائی جاتی ہے اور اختتام تعلیم یعنے
سات برس تک برابر جاری رہتی ہے نحو۔ صرف۔ ادب کے ساتھ اصول انشاءنگاری و
فن بلاغت اعلی درجے تک پڑھایا جاتا ہے اور مضامین ذیل کی تعلیم بھی اسی زبان کے
ذریعے سے ہوتی ہے حساب۔ جبر مقابلہ جغرافیہ ہندسہ کیمسٹری علم الحیوانات طبعیات
علم النباتات۔ الکٹرسٹی۔ علم الاصوات علم طبقات الارض۔ رسم ہندسی۔ رسم تقلیدی۔
پروفیسرون اور ٹیچرون کی مجموعی تعداد ۴۷ ہے جنمین ۲۶ جرمنی اور فرنچ اور باقی ترک ہین
حقیقت یہ ہے کہ وسعت عمارت۔ فراہمی آلات علمی۔ وسعت تعلیم۔ اور خوبی انتظام کے
لحاظ سے تمام قسطنطنیہ مین اس سے عمدہ تر کوئی کالج نہین ہے البتہ یہ افسوس ہے
کہ اس کی اعلی کلاسون مین تعلیم پانے والے زیادہ تر عیسائی ہین مسلمانون کی تعداد
بہت کم ہے شیخ عبدالفتاح آفندی نے مجکو سال رواں کی رپورٹ نتیجہ امتحان عنایت
کی تھی۔ اس مین جس قدر اعلی درجے کے امتحانات پاس کرنے والے ہین اکثر عیسائی ہین مجکو
خدانخواستہ عیسائیون کی ترقی پر حسد نہین ہے لیکن مسلمانون کے تنزل کا رنج ضرور ہے۔

مکتب ملکیہ

یہ کالج جو یہان کا سول سروس کالج ہے خاص سلطان کا قائم کردہ ہے اور حضرت ممدوح
کو اسکی طرف التفات خاص ہے چنانچہ دو بار بنفس نفیس اسکے ملاحظہ کو تشریف لا چکے ہین
پہلے اسمین پانچ درجے تھے تین ادنی اور دو اعلی اس لحاظ سے کل مدت تعلیم پانچ برس تھی لیکن
تعلیم کی ہائی اسٹینڈرڈ کے قائم کرنے کے لیے دو درجے اور بڑھا دیے گئے ہین۔ اور کل مدت
تعلیم سات برس قرار دیگئی ہے۔ اس کالج مین فرنچ کے ساتھ یونانی اور ارمنی زبان کی تعلیم بھی
لازمی ہے۔ عربی وفارسی بھی نصاب تعلیم مین داخل ہے لیکن لازمی نہین مضامین جنکی تعلیم ہوتی
ہے یہ ہین۔ تاریخ جغرافیہ۔ الکٹرسٹی وغیرہ طبعیات۔ پولٹیکل اکونمی۔ اصول قانون۔ یورپ
کے قوانین۔ ان تمام مضامین کی تعلیم نہایت اعلی درجہ پر ہوتی ہے تاریخ کا کورس

بہت کم لڑکے اسمین شریک تھے،

قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ

قدیم تعلیم اور مدارس قدیمہ

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین ترکون مین تعلیم کا آغاز سلطنت کے ساتھ ساتھ ہوا۔ یہ وہی تعلیم تھی جسکو ہم آج قدیم تعلیم کے نام سے یاد کرتے ہین۔ بے شبہ وہ کسی زمانہ مین اعلی درجے پر تھی۔ چنانچہ افضل الدین خونجی۔ علامہ قوشجی چلپی۔ خواجہ زادہ۔ حاجی خلیفہ وغیرہ کی تصنیفات آجتک اسکی یادگار ہین، لیکن موجودہ تعلیم پستی کی اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ اسکے مقابلہ مین ہمارے ہندوستان کی تعلیم غنیمت ہے، اس سفر مین جس چیز کا تصور میری تمام مسرتون اور خوشیون کو برباد کردیتا تھا، وہ اسی قدیم تعلیم کی ابتری تھی۔ یہ مسئلہ آجکل ہندوستان مین بھی چھڑا ہوا ہے اور تعلیم قدیم کی ابتری پر عموماً رنج اور افسوس کیا جاتا ہے، لیکن میرا افسوس دوسری قسم کا افسوس تھا، ہمارے ملک کے نئے تعلیم یافتہ، پرانی تعلیم پر جو رنج وافسوس ظاہر کرتے ہین وہ درحقیقت رنج نہین بلکہ استہزا اور شماتت ہے۔ مین اگرچہ نئی تعلیم کو پسند کرتا ہون اور دل سے پسند کرتا ہون تاہم پرانی تعلیم کا سخت حامی ہون اور میرا خیال ہے کہ مسلمانون کی قومیت قائم رہنے کے لیئے پرانی تعلیم ضروری اور سخت ضروری ہے۔ اسکے ساتھ جب یہ دیکھتا ہون کہ یہ تعلیم جس طریقہ سے جاری ہے وہ بالکل بے سود اور بے معنی ہے تو خواہ مخواہ نہایت رنج ہوتا ہے۔ ہندوستان مین تو اس خیال سے صبر آجاتا تھا کہ جو چیز گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت مین نہ ہو اُسکی بے سروسامانی قدرتی بات ہے، لیکن قسطنطنیہ، شام، مصر مین یہ حالت دیکھ کر رنج ہوتا تھا،

قصہ مختصر قدیم تعلیم کا یہان کثرت سے رواج ہے اور چونکہ اس قسم کے طالبعلم اپنی وضع ولباس سے صاف پہچانے جاتے ہین، اس لیے مسجدون اور عام گذرگاہون مین آسانی سے اُنکی کثرت کا اندازہ ہوسکتا ہے بعض لوگون نے مجھسے کہا کہ خاص قسطنطنیہ مین ان کی تعداد بیس ہزار سے کم نہین ہے، ان کی بسر اوقات کا جو طریقہ ہے وہ نہ صرف افسوسناک بلکہ حیرت انگیز ہے، یہان کے تمام مدارس (قدیمہ) مین تین مہینہ کی متصل تعطیل ہوتی ہے جسکا آغاز ماہ رمضان المبارک سے ہوتا ہے ان مہینون مین تمام طلبا قسطنطنیہ سے باہر چلے جاتے ہین اور دیہات اور قصبات مین پھر کر وعظ

طالبعلمون کی تعداد

طالبعلمون کی بسر اوقات کا طریقہ

ترکی زبان مین علمی کتابون کا ترجمہ

ترک بھی اس عام اثر سے مستثنیٰ نہین ہین لیکن اس خصوصیت مین ان کو تمام اسلامی قومون مین امتیاز حاصل ہی کہ اُنھون نے عربی زبان کی اطاعت کے ساتھ اپنی زبان کو بھی علمی خزانون سے محروم نہین ہونے دیا جس زمانہ مین علوم قدیمہ کی حکومت تھی اُس زمانہ مین بھی ترکی زبان مین ان علوم کا پورا سلسلہ موجود تھا اور اب بھی ہی۔ مین نے حیرت کی نگاہ سے دیکھا کہ تاریخ ابن خلدون طبری۔ ابن خلکان۔ مقریزی وغیرہ جو نہایت ضخیم کتابین ہین اور جنمین سے بعض سات سات جلدون مین ہین ترکی مین سب کا ترجمہ موجود ہی بخلاف اسکے فارس اور افغانستان مین اُسکی ایک نظیر بھی نہین مل سکتی، ترکی کی اصلی تصنیفات کے علاوہ ترجمہ شدہ کتابون کا ذکر کیا جائے تو ایک بڑی فہرست تیار کرنی ہوگی۔

میرے ایک ترک دوست نے جو متعدد زبانون کے ماہر ہین مجھ سے بیان واقعہ کے طور پر (نہ فخریہ) بیان کیا کہ فرنچ زبان کی تاریخین۔ ڈرامے۔ ناول۔ سفرنامہ۔ کتب انشا و بلاغت اس کثرت سے ترکی مین ترجمہ ہوگئی ہین کہ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین ہی کہ فرانس کا پورا علم ادب ترکی زبان مین آگیا ہی، علوم و فنون جدیدہ کی بھی سیکڑون کتابین ترجمہ ہوچکی ہین۔ اور اسی کا اثر ہی کہ ٹرکی کے تمام کالجون مین بجز مکتب سلطانیہ کے ان علوم و فنون کی تعلیم ترکی ہی زبان مین ہوتی ہی اور اعلیٰ درجے پر ہوتی ہی۔

ترکی مین تاریخی تصنیفات

مستقل تصنیفات کا رواج بھی کچھ کم نہین، علوم و فنون جدیدہ کی تمام شاخون پر کثرت سے کتابین لکھی جارہی ہین۔ اور کالجون اور اسکولون مین جو کتابین پڑھائی جاتی ہین عموماً مستقل تصنیفات ہین نہ ترجمے۔ مجکو اس قدر فرصت اور موقع تو کہان مل سکتا تھا کہ تمام جدید تصنیفات سے واقفیت حاصل کرتا۔ البتہ اپنے مذاق کے موافق تاریخ و رجال کی کتابین دیکھین جسکی بنا پر مین کہہ سکتا ہون کہ عربی کے بعد ایشیا کی کسی زبان مین اس قدر تاریخی سرمایہ موجود نہین ہی، بلکہ ایک لحاظ سے اُسکو عربی پر ترجیح حاصل ہی۔ عربی زبان مین جسقدر تاریخین ہین سادہ واقعات کا مجموعہ ہین، اور جسقدر کوشش اور اہتمام ہی صرف اصول روایت کے متعلق ہے بخلاف اسکے ترکی تاریخین ان اصول و قواعد کی موافق لکھی جاتی ہین جو فلسفہ تاریخی کے اصول ہین۔ اور جسکی بنا پر یورپ نے اس فن کو معراج کمال تک پہونچا دیا ہی، مکتب ملکیہ مین

تاریخ کی کتاب جو درس مین داخل ہی - مین نے اسکو اجمالی طور پر دیکھا تھا، تمام واقعات مین علت و اسباب کا سلسلہ ملحوظ رکھا ہی، اور جا بجا محاکمہ اور تحقیق اور تنقید کی ہی - اُس کے ساتھ ہر عہد حکومت کے خاتمہ پر اُس عہد کی تمدنی - اخلاقی علمی حالت تفصیل کے ساتھ دکھائی ہی -

بیوگرفی یعنی رجال و تراجم

بیوگرفی کا ایک نہایت مفید سلسلہ ہی جسکا نام مشاہیر رجال ہی - مشہور اہل کمال کے حالات زندگی نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے لکھے ہین - افسوس ہی کہ یہ سلسلہ ناتمام چھوڑ دیا گیا ورنہ نہایت مفید مجموعہ ہوتا - ایک خاص قسم کی بہت بڑی انسائیکلوپیڈیا آجکل

قاموس الاعلام

زیر تصنیف ہی، جسکا نام قاموس الاعلام ہی - اس مین رجال کے علاوہ مشہور شہرون اور عمارتون اور تاریخی مقامات کا تذکرہ ہی - عربی اور فرنچ وغیرہ کی جن تصنیفات سے اس کتاب مین مدد لی گئی ہی اُن کی فہرست اس کے ساتھ شامل ہی - مین نے عربی کتابون کے نام پڑھے نہایت نایاب اور مستند کتابین ہین - اور قسطنطنیہ کے سوا اور کہین نصیب نہین ہوسکتین یہ کتاب حروف تہجی کی ترتیب پر ہی اور اس وقت تک ز تک پہونچی ہی -

جغرافیہ کی ترقی

تاریخ کے ساتھ **جغرافیہ** کو بھی نہایت ترقی ہی - کثرت سے مفید کتابین لکھی گئی ہین مجموعی دنیا اور الگ الگ آبادیون کے بڑے بڑے نقشے اس کثرت سے تیار کیے گئے ہین کہ یورپ کے بعد شاید ہی دنیا کے کسی حصہ مین ہون - یہ نقشے نہایت باقاعدہ خوبصورت اور موزون ہین اور یورپ کے تیار شدہ نقشون سے کسی بات مین کم نہین - ترکون کو اس فن سے خاص دلچسپی ہی -

ترکی تصنیفات کی کثرت

ترکی تصنیفات کی کثرت کا کافی معیار مین نہین بتا سکتا - لیکن ایک دفعہ سررشتہ تعلیم کے دفتر مین اجمالی طور پر اُن کتابون کی فہرست دیکھی جو خاص قسطنطنیہ مین صرف ایک مہینے کے عرصے مین شایع ہوئین - اُن کا شمار دو ہزار کے قریب تھا - اگرچہ اس مین ارمنی - یونانی فرنچ اور دوسری زبانون کی کتابین بھی تھین - لیکن زیادہ حصہ ترکی تصنیفات کا تھا - البتہ افسوس ہی کہ ان مین ناول اور ڈرامے زیادہ تھے - اور یہ وہی بلا ہی جو ہمارے کمبخت ملک مین پھیلی ہوئی ہی -

ترکی لٹریچر

ترکی کے لٹریچر نے بھی نہایت ترقی کی ہی اور یہ عجیب بات ہی کہ وہ بہت سے خصوصیتون مین

اور عہدۂ وزارت کے نہایت سادہ زندگی بسر کرتے ہین اور زیادہ تر علمی اشغال مین مصروف رہتے ہین۔

ترکی اخبارات و رسالے

ٹرکی لٹریچر کے ذکر مین اخبارات اور رسالون کا ذکر کرنا بھی ضرور ہی، کیونکہ آجکل یہ چیزین لٹریچر کا ایک بڑا جزو خیال کی جاتی ہین۔ مین افسوس کے ساتھ کہتا ہون کہ اس لحاظ سے ترکی لٹریچر پستی کی حالت مین ہی، ترکی زبان کے اخبار تعداد مین تھوڑے نہین ہین۔ بہت سے اخبار روزانہ ہین۔ اور بڑی آب و تاب سے نکلتے ہین۔ عبارت بھی بہت سادہ اور شستہ ہوتی ہی اخبار کا مذاق بھی تمام مُلک مین پھیل گیا ہی، بہت سے قہوہ خانے اخبارون کے لیے مخصوص ہین جہان ہمیشہ کثرت سے اخبارات موجود رہتے ہین۔ اور اسی وجہ سے اُن کو قہوہ خانے کے بجاے قرأت خانہ کہا جاتا ہی۔

یہ سب کچھ ہی لیکن جو چیز اخبار کی جان ہی یعنی آزادی اسکا سرے سے وجود نہین تمام اخبارات مین بجز سرکاری احکامات اور معمولی خبرون کے اور کچھ نہین ہوتا۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ ترکی زبان پولٹیکل طرز تحریر اور زور استدلال سے بالکل محروم ہی۔ اور حقیقت یہ ہی کہ جس زبان مین آزادی کا عنصر نہو اسمین رفعت خیال قوتِ بیان۔ زورِ کلام۔ جوش تاثیر کیونکر اور کہان سے آسکتا ہی۔ عربی کو دیکھو جب تک خلافت راشدہ کا زمانہ تھا اور طبیعتین آزاد اور خود سر تھین عربی زبان جوش اور تاثیر سے لبریز تھی۔ جس زمانے سے شخصی حکومت کی بنیاد پڑی اور خاندانِ بنو اُمیہ نے بڑے زور اور قوت سے عرب کی آزادی کو پامال کر دیا۔ زبان مین نہ وہ تاثیر رہی نہ وہ جوش رہا بے شبہ زمانۂ مابعد کا لٹریچر کثرتِ معلومات کی وجہ سے نہایت وسیع اور دولت مند ہی۔ لیکن اس زمانے کے تمام تصنیفات چھان مارو آزادانہ طرز تحریر اور پولٹیکل جوش اور تاثیر کا پتہ نہین ملتا۔

اخبارات کے نہ آزاد ہونے کا سبب

ان باتون کے ساتھ مجکو یہ تسلیم کرنا ضرور ہی کہ اخبارات کا آزاد نہونا ٹرکی کے پولٹیکل حالات کا ضروری اقتضا ہی۔ رعایا کا اختلاف مذہب۔ سلطنتہاے غیر کی رقابت۔ مخالفین کی دراندازیان اخبارون کا بات کو تبنگڑ بنانا۔ یوروپین حکومتون کی ہمسائگی۔ یہ ایسے حالات ہین جن مین آزاد سے آزاد گورمنٹ بھی یہی کرتی جو ترکی نے کیا ہی۔ حال ہی مین فرانس کی جمہوری حکومت نے

تونس مین اخبارات کی آزادی کے متعلق جو احکام جاری کیئے اُن کو دیکھ کر کون نا انصاف ہی جو
تنہا ٹرکی کو مورد الزام قرار دے سکتا ہی۔

کتابون کے چھپنے مین روک ٹوک

البتہ کتابون کے چھپنے کے متعلق یہان جو روک ٹوک ہی وہ کسی قدر اعتراض کے قابل ہی،
یہان عام قاعدہ ہی کہ جب کوئی شخص کوئی کتاب قدیم یا جدید چھاپنا چاہتا ہی تو پہلے وہ کتاب
معارف کے سررشتہ مین پیش کی جاتی ہی۔ وہان معائنہ اور تفتیش کا ایک جداگانہ صیغہ ہی
اس صیغہ کے عہدہ دار کتاب کو اول سے آخر تک پڑھ جاتے ہین، اور ان کی رپورٹ کے
موافق بعض اوقات کتاب کا چھاپنا روک دیا جاتا ہی یا اس مین حک و اصلاح کی جاتی ہی، اس
قاعدے کی ضرورت اسوجہ سے پیش آئی کہ بعض لوگ کتابون کے چھاپنے مین نہایت بد دیانتی
کرتے تھے۔ مثلاً بیروت مین عیسائیون نے الفاظ الکتابیہ جو چھاپی اس مین جہان جہان
قرآن پاک کی آیتین تھین اور اسلامی طریقے کے موافق عنوان کے طور پر قال اللہ یا کما فی
القرآن المجید تھا سب جگہ بدل کر کما قیل یا کما قال القرآن بنا دیا۔ حالانکہ کسی مسلمان کے قلم سے
قرآن مجید کی نسبت ایسے الفاظ نہین نکل سکتے تھے۔ اس سے زیادہ یہ کہ انھین عیسائیون نے
قرآن مجید کا ایک انتخاب چھاپا ہی اور جہان کسی آیت مین عیسائی روایتون کے خلاف کسی امر
کا ذکر ہی۔ قوسین مین لکھ دیا ہی کہ "یہ غلط ہی اور صحیح یون ہی"۔ بے شبہ ایک اسلامی سلطنت اس
قسم کے تصرفات کا تحمل نہین کر سکتی اور یہی سبب ہی کہ سلطنت کی طرف سے کتابون کے شائع
ہونے کے وقت نہایت احتیاط و تفتیش سے کام لیا جاتا ہی،

لیکن افسوس ہی کہ آجکل اسکا طریق عمل اعتدال سے تجاوز کر گیا ہی، یہ صیغہ تحریف و تبدل کی روک
کی غرض سے قائم ہوا تھا مگر بعض اوقات اُس نے خود تحریف و تغیر پر عمل کیا ہی میرے سامنے ایک
مطبع مین شرح عقائد النسفی چھپ رہی تھی۔ معارف نے اس کتاب کی تمام وہ عبارت قلمزد کر دی
تھی، جسمین خلافت کی بحث ہی اور الائمۃ من قریش کی حدیث مذکور ہی۔ مطبع والے نے مجبوراً
اسی قلمزد نسخہ کو چھاپا۔ مین نے اصل نسخہ جسپر معارف نے یہ تصرف کیا تھا دیکھا اور مجھکو یاد ہی
کہ اسوقت مین رنج و غصہ کی وجہ سے بے اختیار ہو گیا تھا، ان لوگون نے یہ تصرف بخیال خود
سلطان کی ہوا خواہی کے جوش مین کیا ہوگا۔ لیکن اگر حضور ممدوح کو اس سے اطلاع ہوتی تو دم ہرگز

[illegible] اخبار تو جیسا مین نے اوپر بیان کیا قابل اعتنا نہین لیکن میگزین اور ماہوار
رسالے جو ترکی زبان [illegible] بہت قدر کے قابل ہین۔ ان مین زیادہ مشہور اور معروف
[illegible] جو ہفتہ وار نکلتا ہو اس رسالہ مین ہمیشہ اعلی درجے کے مضامین لکھے
جاتے ہین اور [illegible] مین آجکل جو لوگ علوم جدیدہ کے ماہر ہین زیادہ تر اسی رسالے کے ذریعہ
[illegible] اظہار خیال کرتے ہین۔ مضامین زیادہ تر نیچرل سائنس اور آلات جدیدہ کے متعلق ہوتے
ہین۔ اور کوئی پرچہ تصویرون سے خالی نہین ہوتا۔ تعداد اشاعت بھی کچھ کم نہین ہے مین نے صاحب مطبع
سے دریافت کیا تھا معلوم ہوا کہ پانچ ہزار پرچے نکلتے ہین۔ معارف کے [illegible] اور بھی علمی پرچے ہین
اور نہایت قابلیت سے شایع ہوتے ہین۔ ان مین رسلی عزتہ مصور جہان۔ ثروت فنون میری
نگاہ سے گذرے ہین۔ یہ تمام رسالے کاغذ۔ خط۔ صفائی۔ غرض ظاہری آب و تاب مین
یورپ کے مشہور رسالون کی ہمسری کرتے ہین۔

اس مین شبہ نہین کہ ترکی مین علوم و فنون کو جو روز افزون ترقی ہے اور جس کثرت
سے ہر فن مین نئی تصنیفات شایع ہوتی رہتی ہین اُس کے لحاظ سے تمام ایشیائی دنیا پر
اس کو افضلیت کا رتبہ حاصل ہے۔

چھاپے خانے

مطابع

چھاپے خانے یہان نہایت کثرت سے ہین اور خوش خطی۔ صفائی۔ موزونی مین ان کا
جواب نہین۔ عربی خط کا جو ٹائپ ہے اور جو ایک ترکی عالم ابو الضیا کی ایجاد ہے تمام دنیا مین
بے نظیر خیال کیا جاتا ہے۔ عربی کتابین آج دنیا مین جہان جہان چھپتی ہین بیروت کی چھپی
ہوئی کتابین سب سے عمدہ تر تسلیم کی جاتی ہین لیکن خود بیروت والون نے مجھ سے بیان
کیا کہ اصل مین یہ ٹائپ ترکون کی ایجاد ہے اور ہم اُن کے مقلد ہین۔ چونکہ قسطنطنیہ مین عموماً ترکی
کتابین چھپتی ہین اور وہ ان ملکون مین نہین آتین اس لئے عام طور پر بیروت ہی کی شہرت
ہوگئی ہے۔ مرفہ الحالی یا عام قدردانی کا اثر ہے کہ قسطنطنیہ مین جسقدر کتابین چھپتی ہین نہایت
عمدہ اور قیمتی کاغذ پر چھپتی ہین۔ بخلاف مصر و ہندوستان کے جہان جوتے صاف کرنے کا

کاغذ کتابون کے لیے استعمال کیا جاتا ہو اس کی وجہ بجز اس کے کچھ نہین کہ ان ملکون مین لوگون نے ابھی تک علم کی قدر و قیمت نہین سمجھی۔

یہ افسوس کی بات ہو کہ یہان کوئی مطبع اتنا وسیع اور اس قدر دولتمند نہین جیسا کہ ہندوستان مین نولکشوری مطبع ہو۔ اس کے ساتھ یہ اور افسوس ہو کہ اکثر مطابع غیر قومون کے ہین۔ معارف جسکا مین نے ابھی ذکر کیا اس کا مالک بھی ایک عیسائی ہو۔ مسلمانون کے جو مطابع ہین۔ ان مین ترجمان حقیقت۔ مطبع عثمانیہ۔ شرکت صحافیہ۔ زیادہ ممتاز ہین۔ مین نے ان سب کی سیر کی **شرکت صحافیہ** اس لحاظ سے قابل ذکر ہو کہ وہ مشترک سرمایہ سے قائم ہو۔ اور اس کے تمام حصہ دار مسلمان ہین۔ کل سرمایہ ۱۰ ہزار پونڈ یعنی قریباً دو لاکھ روپیہ ہو۔ تمام کام انجن کے ذریعہ سے ہوتا ہو۔ انجن بہت بڑا ہو۔ اور دس بارہ کلون کو چلاتا ہو۔ مین جس وقت پہونچا عینی شرح بخاری چھپ رہی تھی۔ دو ضخیم جلدین اسوقت تک تیار ہو چکی تھین۔ مطبع والے کہتے تھے کہ ایسی ہی آٹھ اور ہین۔ تمام قسطنطنیہ مین مسلمانون کا یہی مشترک کارخانہ ہو۔ ورنہ مسلمان اول تو تجارت کو ہاتھ ہی کیون لگاتے۔ اور کسی اتفاقی وجہ سے اس کام کو کرتے بھی تو دو چار شخص مل کر کیون کرتے اس لحاظ سے یہ مطبع ایک گونہ خرق عادت مین داخل ہو۔

کتب خانے

کتب خانے

ترتیب مضمون اور نسق کلام کی وجہ سے مین اس عنوان پر دیر مین پہونچا ورنہ ذاتی شوق اور غایۃ سفر کے لحاظ سے یہی مضمون تھا جس کو مین سب سے اول اور سب سے مفصل لکھتا۔ حقیقت یہ ہو کہ ترکون کے علمی کارنامون مین جو چیز سب سے زیادہ قابل فخر ہو وہ یہی کتب خانے ہین۔ اسلامی دنیا کے جن حصون مین آج تعلیم و تعلم کا چرچا ہو وہ ہندوستان۔ عرب۔ مصر۔ شام۔ بلاد مغرب فارس و ایران ہین۔ ان مین اکثر مقامات کا علمی سرمایہ مین نے خود اپنی آنکھون سے دیکھا ہو اور جو نہین دیکھا ہو وہ ایسے قوی وسائل سے معلوم ہو کہ دیکھنے کے برابر ہو۔ اس بنا پر مین کامل یقین کے ساتھ کہ سکتا ہون کہ تمام اسلامی دنیا مین قسطنطنیہ عربی تصنیفات کا سب سے بڑا مرکز ہے۔

کتب خانے اور کتابون کی تعداد

کل کتب خانے جو اس شہر مین ہین ان کی تعداد ۴۵ ہے۔ شاہی کتب خانہ جو قصر
ہمایون مین ہے اور نہایت قدیم ہے۔ ان کے علاوہ ہے۔ ان کتب خانون کی کل کتابین ۵۰ ہزار
ہین۔ اگرچہ یہ تعداد کچھ بڑی تعداد نہین ہمارے ہندوستان مین اس سے زیادہ کتابین
ہون گی لیکن قسطنطنیہ کو جو ترجیح ہے وہ کتابون کی عمدگی اور کمیابی کی حیثیت سے ہے۔ ان
کتبخانون مین چند کے نام ذیل مین درج ہین۔ کتب خانہ جامع ایا صوفیہ۔ کتب خانہ جامع بایزید
کتب خانہ جامع ینی۔ کتب خانہ حمیدیہ قدیم۔ کتب خانہ عاشر آفندی شیخ الاسلام۔ کتب خانہ
اسعد آفندی نقیب الاشراف۔ کتب خانہ جامع محمد فاتح۔ کتب خانہ حمیدیہ جدید۔ کتب خانہ
علی پاشا شہید۔ کتب خانہ نور عثمانیہ۔ کتب خانہ لالہ لی۔ کتب خانہ حکیم اوغلی علی پاشا۔ کتب خانہ
محمد پاشا کوپریلی کتب خانہ قلیچ علی پاشا۔ کتب خانہ ولی الدین آفندی۔ کتب خانہ سلیمیہ۔ کتبخانہ
فیض اسد آفندی۔ کتب خانہ سلطان محمد قاضی زادہ۔ کتب خانہ جامع والدہ سلطان۔ کتبخانہ
عاطف آفندی۔ کتب خانہ شاہزادہ داماد ابراہیم پاشا۔ کتب خانہ خسرو پاشا۔ کتب خانہ
مہرشان۔ کتب خانہ محمد آفندی۔ کتب خانہ مصطفی آفندی۔ کتب خانہ توفیق آفندی۔ کتب خانہ
سلیمانیہ۔ کتب خانہ محمد آفندی مراد۔ کتب خانہ راغب پاشا۔ ان مین سے چودہ کتب خانون کی
مفصل فہرستین چھپ کر شایع ہو گئی ہین اور غالباً رفتہ رفتہ بقیہ فہرستین بھی اشاعت
پائین۔

یہ کتب خانے جیسا کہ خود اُن کے نامون سے ظاہر ہے اگلے پاشاؤن اور امیرون نے
قائم کئے ہین۔ اور سب کے سب وقف عام ہین۔ ہر کتب خانے کے ساتھ اس قدر
جائداد بھی وقف ہے جس سے اُسکے معمولی مصارف یعنی مکان کی تجدید و ترمیم۔ فرش اور
معمولی فرنیچر۔ ملازمون کی تنخواہ ادا ہوتی رہتی ہے۔ ان امور کے لحاظ سے اعتراف کرنا پڑتا ہے
کہ علمی فیاضی مین ترکون کا رتبہ اسلامی قومون سے بالاتر ہے **ہندوستان** مین
مدتون تک اسلامی حکومت رہی اور بڑے اوج و شان سے رہی بڑے بڑے نامور وزرا
اور امرا گذرے لیکن آج اُن کی ایک بھی علمی یادگار موجود نہین۔

ان کتب خانون سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ترکون مین امرا کا گروہ (جو اور قومون

کتب خانہ ہی مین رات کو پڑ رہتا ہی۔

کتب خانون کی بعض خصوصیتین

ان کتب خانون کی خصوصیتین اور ان کی اجمالی کیفیت واقعات ذیل سے معلوم ہوگی۔

(۱) سب سے بڑی خصوصیت یہ ہی کہ کتابین جو یہان موجود ہین۔ عموماً قدیم الخط۔ صحیح اور اساتذہ سابقہ کی صحیح کردہ ہین۔ قدیم اور نایاب کتابین جن کے دو ہی چار نسخے دنیا مین ہون ان کا صحیح ہونا سب سے زیادہ مقدم ہی ورنہ اُن پر اعتبار نہین ہو سکتا۔ مصر کے کتب خانے مین بھی قدیم کتابین کچھ کم نہین۔ لیکن اکثر زمانہ حال کی لکھی ہوئی ہین اور اس وجہ سے چندان صحیح اور قابل اسناد نہین۔ قسطنطنیہ کی کتابون کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہی کہ ان کتابون کے ایسے عجیب وغریب نسخے کہان سے بہم پہونچائے ہین۔ اسرار البلاغت عبدالقادر الجرجانی کی مجکو مدت سے تلاش تھی۔ ہندوستان مین صرف ایک نسخہ کا پتہ لگا تھا لیکن وہ نہایت غلط اور ناقابل اعتبار تھا قسطنطنیہ مین اسکے متعدد نسخے دیکھے۔ اور سب سے سب نہایت صحیح اور قدیم الخط۔ اسی طرح کتاب البیان والتبین للجاحظ۔ تذکرہ بن حمدون۔ معجم الادبا یاقوت حموی۔ کتاب الاشراف للباذری۔ تاریخ کبیر امام بخاری وغیرہ کے نسخے نہایت صحیح اور مستند موجود ہین۔

خط کی عمدگی اور کاغذ کی زر افشانی

(۲) بعض کتب خانون مثلاً حمیدیہ قدیم مین یہ خصوصیت ہی کہ اکثر کتابون کا کاغذ زرین یا زر افشان ہی۔ اور حاشیہ پر سنہری بیل بوٹے بنے ہین۔ ان تکلفات کے ساتھ خط نہایت اعلیٰ درجے کا ہی۔ چونکہ قدیم زمانہ کی کتابین اس تکلف کے ساتھ کم مل سکتی تھین۔ بانی کتب خانے نے اکثر کتابین خود اپنے اہتمام سے تیار کرائی ہین۔ مین نے متعدد کتابین جن مین شفا بوعلی سینا کا کامل نسخہ بھی تھا نکلوا کر دیکھا اور صاحب کتبخانہ کی نفاست پسندی کی بیساختہ داد دی۔

یونانی کتابون کے ترجمے

(۳) میرا خیال تھا کہ دولت عباسیہ کے عہد مین۔ یونانی ومصری کتابون کے جو ترجمے ہوئے تھے۔ دنیا سے ناپید ہو گئے لیکن یہان آکر اس خیال کی غلطی ثابت ہوئی۔ اگرچہ جس کثرت سے ترجمے ہوئے تھے۔ اُس کے اعتبار سے تو موجودہ سرمایہ کچھ بھی نہونے کے برابر ہی تاہم جسقدر موجود ہی یہ بھی غنیمت ہی۔

معلوم ہوتا ہی کہ ترکون کو قدیم تصنیفات کے ساتھ خاص اعتنا تھا۔ چنانچہ انھون نے

اس باب مین یورپ کی کوششون سے بھی فائدہ اُٹھایا۔ **ابن رشد** نے ارسطو کی تصنیفات کا ایک نہایت مفید اور جامع خلاصہ لکھا تھا۔ یہ اصلی خلاصہ مفقود ہو گیا ہے لیکن لاٹین مین اسکا ترجمہ ہو گیا تھا۔ جو اس وقت تک یورپ کے کتب خانون مین موجود ہے، اسعد آفندی ایک ترکی عالم نے اس لاٹین خلاصہ کا عربی مین ترجمہ کیا اور جا بجا کچھ اضافے کیئے۔ مین نے یہ ترجمہ راغب پاشا کے کتب خانہ مین دیکھا بہت بڑا مجموعہ ہے اور ترکون کی علمی کوششون کا عمدہ نمونہ ہے۔

تاریخ ادب کی نایاب تصنیفات

(۴) فن تاریخ و ادب مین بعض ایسی تصنیفات دیکھین جن مین وہ جدت ہے جس کو مین مدت سے تلاش کرتا تھا، اور یورپ کی تصنیفات حال کے سوا اس قسم کی طرز تصنیف کا کہین پتہ نہ لگتا تھا۔ مثلاً **قضاۃ** کے حالات مین بہت سی کتابین لکھی گئین لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہین کی کہ حالات زندگی کے ساتھ اُن کے فیصلے اور احکام بھی نقل کرتا کہ آج کے طریقۂ انفصال مقدمات کے ساتھ اس کا موازنہ کیا جاسکتا۔ کتب خانہ بنی جامع مین اس قسم کی ایک کتاب موجود ہے۔ مصنف کتاب کا نام ابوبکر محمد بن خلف وکیع ہے، جو نہایت قدیم زمانہ کا مصنف ہے، اور تمام واقعات کو سند متصل بیان کرتا ہے۔ اس کتاب مین التزام کیا ہے کہ ہر شخص کے حال کے ساتھ اُس کے بہت سے فیصلے اور تجویزین بھی نقل کی ہین اور مقدمات کی صورت بیان کی ہے،

فن ادب مین مین نے اس قسم کی کوئی کتاب کبھی نہین دیکھی تھی بلکہ خیال تک نہ تھا کہ ایسی کوئی کتاب مسلمانون نے کبھی لکھی ہوگی جسمین مضامین شعری کی تاریخ ہو یعنی فلان مضمون اول فلان شاعر نے لکھا۔ پھر رفتہ رفتہ فلان فلان شاعر نے یہ یہ اضافہ کیا یا اس طرح اُس کی صورتین بدلین۔ **عاشر آفندی** کے کتب خانہ مین مین نے ایک بڑی ضخیم کتاب خاص اس موضوع پر دیکھی۔ مصنف نے دعوی کیا ہے کہ ہر قسم کے مضامین عرب جاہلیۃ نے ایجاد کیے پھر متاخرین نے اُن کو ترقی دی اور نئے نئے پیرائے نکالے۔ تمام کتاب اسی دعوی کے ثبوت مین ہے۔ مصنف ہر مضمون کے لیئے عرب جاہلیۃ کا ایک شعر نقل کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اسلامی شعرا مین سے فلان شاعر نے اسی مضمون کو ذرا بدل کر اسطرح لکھا۔ پھر دولت بنو امیہ اور عباسیہ کے شعرا نے اُسی سے اور اور صورتین پیدا کین۔ اس کتاب کو پڑھکر

نہایت الارب للنویری۔ طبقات الادبا لیاقوت الحموی۔ طبقات کبری لابن سعد۔ طبقات الامم لابن صاعد الاندلسی۔ کتاب الاشراف البلاذری تمام وکمال۔ سیرۃ العمرین لابن الجوزی کتاب البیان والتبیین للجاحظ صناعتین للعسکری۔ دلائل الاعجاز لعبد القاہر الجرجانی۔ تذکرہ ابن حمدون شرح تبریزی بر دیوان ابو تمام۔ دیوان ابونواس مکمل۔ سرقات المتنبی لابن العمید۔ مجموعۂ رسائل ابو اسحق صابی

کتب خانوں کے ذکر میں مجکو نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ نایاب کتابیں بالکل بیکار ہیں۔ اولاً تو یہ کتب خانے دن میں صرف دو تین گھنٹے کے لیئے کھلتے ہیں۔ اس کے ساتھ سال میں دو تین مہینے متصل تعطیل رہتی ہے۔ ان باتوں سے اعلی مذاق کی یہ کمی ہے کہ نایاب اور قدیم کتابیں یوں ہی پڑی رہتی ہیں۔ کوئی شخص اُن کو اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ کتب خانوں میں میں جب لوگوں کو کتابوں کے مطالعہ میں مشغول دیکھتا تھا تو ہمیشہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ کس قسم کی کتابیں اُن کے پیش نظر ہیں۔ لیکن میں نے کسی کے سامنے مختصر معانی۔ ایساغوجی۔ شرح وقایہ جلالین وغیرہ کے سوا کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔ البتہ کبھی کبھی غیر ملکوں کے نامور علما آ نکلتے ہیں۔ اُن کو نایاب اور عمدہ کتابوں کی جستجو رہتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کل دُنیاے اسلامی میں **تعلیم** کا طریقہ ایسا ابتر اور ذلیل ہو گیا ہے کہ چند درسی کتابوں کے سوا لوگوں کو کسی قسم کی جدید معلومات کی طرف رغبت ہی نہیں ہوتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جدت اور ایجاد کا مادہ قوم سے مسلوب ہوتا جاتا ہے اور جس قدر کہیں کہیں کچھ رہ گیا ہے آئندہ اُس کی بھی امید نہیں۔

تنبیہ میں نے کتب خانوں کے بیان میں جو تفصیل کی وہ ایک خاص غرض سے کی اور میں چاہتا ہوں کہ قوم کو اسکی طرف متوجہ کروں۔ **یورپ** میں اس قسم کی متعدد انجمنیں قائم ہیں جن کا مقصد قدیم عمدہ کتابوں کا بہم پہونچانا اور اُن کو چھاپ کر شایع کرنا ہے۔ انھیں انجمنوں کی بدولت عربی زبان کی وہ قدیم اور نادر الوجود کتابیں ہم کو میسر آئی ہیں جن کے دستیاب ہونے کا خیال بھی نہیں آتا تھا۔ یہی انجمنیں ہیں جنھوں نے تاریخ کبیر ابو جعفر جریر طبری کا کامل نسخہ بہم پہونچایا اور اس کی بہت سی جلدیں چھاپ کر شایع کیں۔ حالانکہ **مصر و روم** کے علما اس نایاب تاریخی خزانے سے بالکل ناامید ہو چکے تھے، اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تو یقین دلا دیا تھا

کتب خانوں سے یہاں کے باشندوں کا متمتع ہونا

کہ وہ دنیا سے ناپید ہو چکی ہے بے شبہ یورپ کا یہ بہت بڑا احسان ہی اور ہمکو اس کا علانیہ اقرار کرنا چاہیئے۔ بزرگان قوم سے میری درخواست ہی کہ وہ اس قسم کی ایک عظیم الشان انجمن بنائین عام چندے سے کافی سرمایہ جمع کیا جائے، قابل اور لائق مصنفین کتابون کے انتخاب کے لئے ممبر مقرر ہون، قسطنطنیہ اور مصر سے کتابین نقل کرا کر منگائی جائین اور چھاپ کر شایع کی جائین۔ یہ کام بظاہر عظیم الشان اور قوم کی موجودہ حالت کے لحاظ سے غیر ممکن معلوم ہوتا ہی لیکن فی الحقیقت ایسا نہین ہی، اگر چار کرور مسلمانون مین سے. مسلمان بھی آمادہ ہو جائین اور ایک قلیل مقدار چندے کی دینا گوارا کرین تو اس کام کا انجام پانا کچھ مشکل نہین۔ حیدرآباد مین دائرۃ المعارف الدکنیہ کے نام سے جو انجمن قائم ہی اور جس کے ایک معزز ممبر نواب اقبال یار جنگ بہادر ہین۔ ہم کو اُمید ہی کہ وہ ہماری گذارش پر توجہ کرے گی۔ ہم شکرگذاری کے ساتھ اس کی علمی فیاضیون کو تسلیم کرتے ہین۔ لیکن ہم کو اس سے زیادہ فیاضیون کی ضرورت ہی اور ہم کو امید ہی کہ دائرۃ المعارف اور زیادہ توجہ اور اہتمام سے اس مقصد پر متوجہ ہوگی۔

زوایا یا خانقاہین

زوایا یا خانقاہین

خانقاہین جن کو یہان تکیہ اور تکیا بھی کہتے ہین نہایت کثرت سے ہین۔ اخیر رپورٹ جو مرتب ہوئی ہی اُس مین ۵۰۳ خانقاہون کے نام مع تفصیل مقام و دیگر حالات کے درج ہین لیکن خانقاہ کے لفظ سے وہ معنی مقصود نہین جو ہمارے ملک مین مستعمل ہین۔ ان ممالک مین یہ ایک عجیب فیاضانہ طریقہ ہی۔ جو درحقیقت حیرت انگیز ہی۔ تمام بڑے بڑے شہرون مین ہر ملک اور ہر فرقہ کے لیئے جُدا جُدا خانقاہین ہین۔ اُس ملک اور فرقہ کا مسافر وہان آ نکلتا ہی تو بغیر کسی قسم کی روک ٹوک کے خانقاہ مین جا سکتا ہی اور جب تک چاہے قیام کر سکتا ہی۔ کھانا اور ایک وقت کی چاے مفت ملتی ہی۔ یہ فیاضی یہان تک عام ہی کہ باوجود بُعد مسافت اور بے تعلقی کے قسطنطنیہ دمشق بیت المقدس حلب۔ موصل۔ دیار بکر۔ ان تمام مقامات مین ہندوستانیون کے لیئے جدا خانقاہین ہین۔ اور اُن کے لیے گوشت و جنس کی ایک مناسب مقدار مقرر ہی۔

یہ خانقاہین امراء اور رئیسون نے قائم کی ہین اور اس قدر جائداد وقف کر دی ہی جس سے

مقررہ مصارف ہمیشہ ادا ہوتے رہتے ہین۔ ہر خانقاہ مین ایک شیخ ہوتا ہی جسکو معقول تنخواہ اور خوراک ملتی ہی اور خانقاہ کا تمام انتظام اُس سے متعلق رہتا ہی۔ مین نے متعدد خانقاہون کی سیر کی۔ بعض بعض کی عمارت خوش فضا اور موزون ہی کھانے کی نوعیت اور مقدار بھی کافی ہی خاص قسطنطنیہ کی خانقاہون کے سالانہ مصارف کا تخمینہ چار پانچ لاکھ سے کم نہین کیا جاسکتا درحقیقت ترکون کی فیاضی کا یہ بہت بڑا ثبوت ہی اور اس مین شبہ نہین کہ جس زمانے مین یہ طریقہ قائم ہوا تھا۔ اُس عہد کے لحاظ سے نامناسب بھی نہ تھا۔

تم نے عربی تاریخون مین پڑھا ہوگا کہ تمام ممالک اسلامی مین سیاحون اور طالبعلمون کا ایک تانتا بندھا رہتا تھا وہ انھین خانقاہون اور زاویون کی بدولت تھا۔ ابن بطوطہ کو اپنے عالمگیر سفر مین اسی طریقہ کی وجہ سے مدد ملی تھی۔ چنانچہ اُس نے سفرنامے مین ان زاویون کو نام بنام لکھا ہی۔ لیکن یہ قدرتی بات ہی کہ جب کسی قوم کے بُرے دن آتے ہین تو مفید ترین مقصد بیجا ہوتی ہین۔ مسلمانون کو سیر و سیاحت۔ جغرافیانہ تحقیقات۔ تحصیل علم کا مذاق نہ رہا۔ اسلیے اب یہ طریقہ کاہلی۔ مفت خوری۔ دریوزہ گری کا ایک ذریعہ رہ گیا ہی۔ اور قومی زندگی کو نقصان پہونچا رہا ہی۔ مین نے اکثر خانقاہون مین خود جاکر دیکھا۔ کئی کئی برس کے آئے ہوے مسافر پڑے ہین نہ کسی قسم کا شغل ہی نہ کچھ کام ہی۔ لکھنؤ کے عہدیون کا جو حال سنا کرتے تھے یہان آنکھون سے نظر آتا ہی۔ شیوخ جن کو خانقاہون کا انتظام سپرد ہوتا ہی اور تمام نقد و جنس اُن کے اہتمام مین رہتی ہی عموماً خائن اور بددیانت ہین خود نہایت آرام و عیش سے بسر کرتے ہین اور مسافرون کے لیئے جو مقدار مقرر ہی اُسکا آدھا تہائی۔ چوتھائی بھی اُن کو نہین دیتے۔ ہندی خانقاہ کے شیخ ایک کشمیری صاحب ہین۔ اُنھون نے کئی بیویان کرلی ہین۔ خانقاہ سے الگ ایک مکان بنوالیا ہی۔ اکثر وہین رہتے ہین۔ ڈھائی سیر گوشت جو روزانہ خانقاہ کے لیئے مقرر ہی وہ قریباً کل حضرت کے تصرف مین آتا ہی اور مسافرون کو معمولی کھانا بھی نصیب نہین ہوتا۔ خانقاہ کی عمارت جابجا سے ٹوٹتی چلی ہی صحن مین کوڑے کرکٹ کا ڈھیر لگا رہتا ہے۔ مختصر یہ کہ وحشت اور ویرانی کی پوری تصویر ہی مین نے اور جن خانقاہون کو دیکھا وہ اگرچہ ہندی خانقاہ سے ہر بات مین بہتر تھین لیکن دیانت اور راست بازی کا کہین پتہ نہین لگتا

خانقاہون سے قومی زندگی کو نقصان پہونچنا

حربی صیغہ سے تعلق ہی محکمہ بحریہ کی تحریری اجازت کے بغیر کوئی شخص وہان جا نہین سکتا
خوش قسمتی سے محکمہ بحریہ کے ایک معزز عہدہ دار ہمارے دوست شیخ علی ظبیان کے شناسا
تھے۔ اُنھون نے مہربانی سے ایک عہدہ دار کو ساتھ کر دیا جس نے ہم کو تمام کارخانے کی
بخوبی سیر کرائی۔ یہ صاحب عربی خوب سمجھتے تھے اور بولتے تھے اس وجہ سے ہم ہر ایک بات
کو تفصیلاً دریافت کر سکتے تھے۔ یہ کارخانہ مختلف حصون مین منقسم ہی جسکا صدر مقام ایک بہت
بڑی مستطیل دو منزلہ عمارت ہی جہان متعدد بڑے بڑے انجن ہین اور اُن کے ذریعہ سے
سیکڑون کلین چلتی ہین۔ ہمارے رہنما نے اول ہم کو اوپر کے درجے کی سیر کرائی۔ پہلے ایک بڑے
کمرے مین لے گئے۔ وہان چند افسر ایک لمبی میز کے گرد بیٹھے ہوے ایک جہاز کا نقشہ تیار کر رہے
تھے۔ نقشہ جب تیار ہو جاتا ہی تو دوسرے آفس مین بھیجدیا جاتا ہی۔ جہان اُس نقشے کے موافق
جہاز کا مختصر سا نمونہ تیار کیا جاتا ہی۔ یہ نمونہ لکڑی کا ہوتا ہی اور باوجود مختصر ہونے کے جہاز کی
پوری تصویر ہوتا ہی۔ یہ نمونہ اول سلطان کے ملاحظہ مین پیش ہوتا ہی اور منظوری کے بعد اسی نمونے
کے موافق جہاز تیار کیا جاتا ہی۔ اِن نقلی جہازون کے دقائق اور نکتے تو مین کیا سمجھ سکتا تھا لیکن
بظاہر نہایت دقت نظر اور استادی کا کام معلوم ہوتا تھا۔

تارپیڈو کی کشتیان

اِن چیزون کو دیکھ کر ہم نیچے اترے۔ یہان سیکڑون کلین چل رہی تھین اور جُدا جُدا کام ہو رہے
تھے۔ ایک طرف پُرزے ڈھل رہے تھے۔ ایک طرف لوہے کی موٹی موٹی سلاخون پر سیکڑون من
کا گھن پڑتا تھا۔ اور چادرین بنتی جاتی تھین۔ اس عمارت کے آگے ایک بہت بڑا لمبا احاطہ ہی یہان
ایک جہاز تھا جو بالکل تیاری کے قریب تھا صرف چادر چڑھانی باقی تھی۔ ہم نے یہان تارپیڈو کی
بہت سی کشتیان دیکھین۔ جو اسی کارخانہ سے تیار ہوئی تھین اور سمندر مین ڈالی گئی تھین۔ اِن
جہازون مین اوپر کے درجے مین کوئی چیز نہین ہوتی۔ سارا جہاز لکڑی کا ایک وسیع تختہ نظر آتا ہی
آلات حرب اور ہر قسم کی ضروری چیزین یعنی باورچیخانہ۔ خوابگاہ۔ کھانے کا کمرہ۔ غرض جو کچھ ہوتا ہی
وہ اندر ہوتا ہی۔ ہمارے رہنما نے ہم کو ایک کشتی کی سیر بھی کرائی لیکن چونکہ اندر جگہ بہت کم ہوتی
ہی تھوڑی دیر مین ہمارا دم گھٹنے لگا اور ہم جلد باہر نکل آئے۔ نہایت قابل تعریف بات یہ ہی کہ اتنا
بڑا عظیم الشان کارخانہ صرف ترک چلاتے ہین۔ تمام افسر اور کاریگر اور ملازم ترک ہین

سرشت

یورپ مین معمولی درجے کا ملازم ہو۔ اور وہ بھی قدامت کے لحاظ سے بحال رکھا گیا ہے۔ انجن بھی یہان تیار ہوتے ہین۔ اور ترکون کا بیان ہے کہ یورپ کے بنے ہوئے انجنون سے کسی بات مین کم نہین ہوتے۔ ایک افسر نے مجھ سے کہا کہ اس قسم کے تمام کامون مین ہم کو یورپ کی احتیاج نہین۔

مقتولان ینگ چری

مقتولان ینگ چری ترکون کی تاریخ مین ینگ چری کا لفظ نہایت امتیازی لفظ ہے۔ سلطان آرخان نے جو سلاطین ترک مین دوسرا تخت نشین تھا ۷۶۳ھ ہجری مین حکم دیا کہ اسیران جنگ سے جو ہر سال کثرت سے گرفتار ہو کر آتے تھے ایک خاص تعداد منتخب ہو کر ایک فوج تیار ہو۔ حاجی بکتاش نے جو سلطان کا مرشد تھا اس فوج کا نام ینگ چری رکھا جسکے معنی ترکی زبان مین فوج جدید کے ہین۔ فتوحات کی کثرت سے اس فوج کی تعداد مین معتدبہ اضافہ ہوتا گیا۔ یہان تک کہ دو تین نسل کے بعد یہی فوج حکومت کی دست و بازو بن گئی۔ عجیب بات ہے کہ اگرچہ یہ گرفتاران جنگ عموماً عیسائی نسل سے ہوتے تھے اور فوج مین داخل ہو کر بھی مدتون اپنے قدیم مذہب پر قائم رہتے تھے تاہم ترکی حکومت کے ساتھ اُن کو یہ اخلاص تھا کہ خود ترکون کو اس سے زیادہ نہین ہوسکتا تھا۔ ترکون نے جو ایک مدت تک یورپ کو اپنا صیدگاہ بنا رکھا تھا وہ انھین جانبازون کی بدولت تھا۔ ۱۸۲۶ء مین جب سلطان محمود نے یورپ کے اصول پر فوج کو مرتب کرنا چاہا تو ان لوگون نے بغاوت کی۔ سلطان نے ایک جدید فوج پہلے سے تیار کر رکھی تھی۔ اہل شہر نے بھی شاہی جدید فوج کا ساتھ دیا۔ غرض خاص قسطنطنیہ مین ایک سخت معرکہ ہوا اور ینگ چری فوج بالکل برباد ہوگئی۔ اسکے ساتھ شاہی فوج کو بھی سخت نقصان پہونچا اور وزیر اعظم اور شیخ الاسلام جان سے مارے گئے۔

یہ مکان اسی معرکہ کی عبرت انگیز یادگار ہے۔ وزیر اعظم شیخ الاسلام اور ینگ چری فوج کے تمام بڑے بڑے نامور افسرون کی پورے قد کی مورتین ہین سپاہیون اور سپہ سالارون کی پُر رعب شکلین۔ قدیم زمانے کا لباس اور اسلحہ حرب۔ سکوت اور خاموشی کا عالم۔ یہ تمام باتین جمع ہو کر کچھ ایسا ہیبت انگیز سمان پیدا ہوگیا ہے کہ دن کو وہان جاتے ڈر لگتا ہے۔ دو پہلوانون کو مین نے دیکھا۔ سر سے پانون تک لوہے مین غرق۔ سر پر خود۔ چہرہ پر جھلم۔ ہاتھون مین آہنی دستانے۔ بدن مین زرہ اور چار آئینہ۔ ٹخنون تک آہنی موزے۔ غرض آنکھون کے سوا جسم کا کوئی حصّہ

ظلم کیا جاتا تھا۔ یہ مظلوم عورتین اسی عبرت انگیز واقعے کی یادگار ہین اسوقت مجکو خیال ہوا کہ آہا! یہی عیسائی ہین جو ہم کو طعنہ دیتے ہین کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا!!!

مین یہ معمّا نہ سمجھا کہ عجائب خانے کے بانی نے جو عیسائی ہو ان تصویرون کو کس غرض سے یہان رکھا ہو۔ کیا وہ عیسائیون کا پُرفخر کارنامہ دکھانا چاہتا ہو؟ اور حکومت ترک جو اس سے تعرض نہین کرتی تو کیا اپنی بے تعصبی کا ثبوت دینا چاہتی ہو؟ مین تو اس بات کو نہایت ناپسند کرتا ہون کہ دنیا کی مختلف قومون مین جو ناگوار واقعات کسی قدیم زمانے مین پیش آئے۔ دوبارہ منظر عام پر لائے جائین۔

سیرگاہین

قسطنطنیہ اور اسکے اطراف و جوانب مین کثرت سے عجیب پُرلطف قدرتی سیرگاہین ہین اور غنیمت یہ ہو کہ شہر والے اس نعمت کے قدرشناس بھی ہین۔ ہر سیرگاہ کے لیئے ایک خاص دن مقرر ہو۔ اس دن وہان عجب پُرلطف مجمع ہوتا ہو۔ افسوس ہو کہ ہمارے ملک والے قدرتی مناظر سے مذاق سے آشنا نہین ورنہ خاص ان سیرگاہون کے دیکھنے اور اُن سے مزہ اُٹھانے کے لیئے لوگ قسطنطنیہ کا سفر کرتے اور یہ کوئی عجیب بات نہ خیال کی جاتی۔ ان مین سے مین نے دو تین کی سیر کی اور اُن کے مختصر حالات لکھتا ہون۔

خونکر صوی قسطنطنیہ کی تمام سیرگاہون مین سب سے زیادہ پُرلطف اور دلفریب ہو اسی بنا پر اس کو سلطان المعظم کے نام سے منسوب کیا ہو۔ خونکر فارسی لفظ خونگر کی تحریف ہو۔ ترکی مین خون کار مالک یا خون یر بادشاہ وقت کو کہتے ہین اور صوی کے معنی پانی اور چشمہ کے ہین۔ اس بنا پر خونکر صوی کا لفظی ترجمہ ،،شاہی چشمہ،، ہو۔ یہ مقام شہر سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر ہے پہاڑون کا ایک سلسلہ دور تک چلا گیا ہو اور نہایت شاداب اور سرسبز ہے اس مین ایک قطعہ نہایت موزون نکل آیا ہو۔ جو پہاڑ کی بلند سطح پر واقع ہو۔ خاص جس جگہ تماشائیون کا مجمع ہوتا ہو وہ نہایت پُرلطف مقام ہو۔ سایہ دار درختون کی دو رویہ قطارین ہین۔ جہان تک نظر کام کرتی ہے سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے ایک طرف آبشار رہی جسکا پانی ایک حوض مین جمع ہوجاتا ہو [illegible]

بجز یک دو موقع کے اور تمام مجلسوں میں وعظ جو ہوتا ہے ترکی ہی زبان میں ہوتا ہے۔

ماتم کے عجیب و غریب طریقے

ماتم کے چند طریقے ہیں اور بعض نہایت عجیب اور مؤثر ہیں۔ ادنیٰ درجہ کا ماتم یہ ہے کہ نہایت زور سے چھاتی پیٹتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُس جگہ کا گوشت اُبھر آتا ہے۔ دوسرا طریقہ زنجیروں سے ماتم کرنا ہے بیس تیس چالیس چالیس آدمیوں کا حلقہ ہوتا ہے اور سینہ یا پشت پر اس زور سے زنجیریں مارتے ہیں کہ دور تک آواز جاتی ہے۔ تیسرا طریقہ تلواروں سے ماتم کرنے کا ہے اور وہ شب شہادت کے ساتھ مخصوص ہے۔ ماتم کرنے والے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور عجیب جوش و خود رفتگی کے عالم میں یا حسین کہے جاتے ہیں اور سر و پیشانی اور شانوں پر تلواریں مارتے جاتے ہیں۔ زخموں سے خون کی چھینٹیں اُڑ اُڑ کر تمام بدن پر پڑتی ہیں۔ اور حلقہ ماتم گویا لڑائی کا میدان بن جاتا ہے۔ اس عبرت انگیز ہنگامے کے دیکھنے کے لیے خلقت کا نہایت ازدحام ہوتا ہے اور مشکل سے وہاں تک رسائی ہوتی ہے۔

سلاملق یا موکب سلطانی اور عید الضحیٰ

قسطنطنیہ میں سلاملق سے زیادہ کوئی چیز پُر اثر اور عجیب نہیں ہے۔ سلاملق ترکی لفظ ہے جس کا لفظی ترجمہ سلام کرنا ہے۔ چونکہ اس موقع پر فوج اور سرداران فوج **سلطان** کے سلام کو آتے ہیں اس لیے اس رسم کو سلاملق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سلطان عام طور پر قصر شاہی سے کبھی باہر نہیں نکلتے۔ صرف نماز جمعہ پڑھنے کے لیے جامع مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور وہیں نماز کے بعد یہ رسم ادا ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت جو شان و شوکت اور عظمت و جلال ظاہر ہوتا ہے زبان یا قلم کے ذریعہ سے اُس کی تصویر کھینچنی مشکل اور سخت مشکل ہے باوجودیکہ مہینے میں چار بار اور سال میں اڑتالیس دفعہ یہ موقع پیش آتا ہے۔ اور اس وجہ سے اس کو ایک معمولی چیز خیال کیا جا سکتا ہے تاہم ہمیشہ تماشائیوں کا یہ ہجوم ہوتا ہے کہ لوگ درختوں اور آدمیوں کے کندھوں پر چڑھ کر تماشا دیکھتے ہیں یورپ کے اکابر اور سیاح جو قسطنطنیہ کی سیر کو آتے ہیں اس موقع کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ موکب ہمایونی کی گزرگاہ پر ایک بالاخانہ ہے معزز لوگوں کو ٹکٹ سے کمرہ میں بیٹھنے کی اجازت ملتی ہے۔ چنانچہ ہر جمعہ کو ان معزز تماشائیوں کا ایک جتھا ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ میرے

زمانۂ اقامت میں ہنگری کے بڑے بڑے ارکانِ سلطنت قسطنطنیہ کی سیر کو آئے تھے اور اس
مجمع میں شریک ہوئے تھے۔

میں ہندوستان میں یہ خیالات سُن چکا تھا۔ اس لیے قسطنطنیہ پہونچکر اول اسی کی سیر کا ارادہ
کیا۔ ایک شامی عرب کو جن سے حال میں ملاقات ہوگئی تھی ساتھ لیا اور جامع حمیدیہ پہونچا
وہاں پہونچکر دیکھا تو دور تک سپاہیوں کے پرے جمے ہیں۔ اور موکبِ ہمایونی تک نظر کی رسائی
ہی مشکل ہو۔ مجبور ہوکر واپس آیا۔ حسین حبیب آفندی جو کسی زمانہ میں بمبئی ٹرکش کانسل تھے
اور اب قسطنطنیہ میں پولس کمشنر ہیں۔ وہ مجکو اس ذریعے سے جانتے تھے کہ ہمارے بروس میں میں نے
بحیثیت سکرٹری انجمن تین ہزار کی رقم انھیں کے ذریعہ سے قسطنطنیہ روانہ کی تھی۔ اسی تعارف کی
بنا پر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور کہا کہ جمعہ کے دن
جامع حمیدیہ میں آنا۔ تمھارے لیے میں ٹکٹ لے رکھوں گا۔ لیکن بدقسمتی سے (اور سچ پوچھیے تو
خوش قسمتی سے) جب میں وہاں پہونچا تو وہ موجود نہ تھے۔ دیر تک مسجد کے دروازے پر ان کا
انتظار کرتا رہا۔ قریبًا ایک بجے جب سلطان کی آمد آمد کا غل ہوا تو فوجیں دُور دُور تک پھیلکر
ہلال کی شکل میں صف آرا ہوگئیں اور تمام راستے رُک گئے میں مایوس ہوکر مسجد میں داخل ہوا اور
افسوس کرتا تھا کہ یہ جمعہ بھی خالی گیا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک گرج کی سی آواز آئی اور تمام
میدان گونج اُٹھا۔ معلوم ہوا کہ سلطان کی سواری قریب آ پہونچی ہو اور یہ "پادشاہم چوق یشا"[۱]
کا نعرہ تھا جو ترکوں کا قومی نعرہ ہو۔ یہ نعرے پے درپے تین بار بلند ہوئے۔ کوکبۂ سلطانی مسجد کے پاس
آپہونچا اور نعروں کی گونج ابھی تھمنے نہیں پائی تھی کہ مؤذن نے جو سلطان کے مشاہدۂ جمال کا انتظار
کر رہا تھا اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ دونوں آوازیں مل کر دل پر عجیب اثر کرتی تھیں۔ سلطان کھلی
ہوئی گاڑی پر سوار تھے۔ چونکہ مسجد کا صحن داخلِ مسجد نہیں ہو یعنی وہاں نماز نہیں پڑھتے اور جوتے
پہنکر جا سکتے ہیں۔ گاڑی صحن تک آئی اور دیوار کے قریب آکر ٹھہری۔ مسجد دو منزلہ ہو اوپر کی مسجد
میں گیلری بنی ہو جو خاص سلطان کی نماز پڑھنے کی جگہ ہو۔ سلطان گاڑی سے اترکر اوپر کی
منزل میں گئے اور اُن کے جانے کے ساتھ گیلری کے دریچوں پر اطلسی پردے چھوڑ دیے گئے

[۱] اس کا لفظی ترجمہ یہ ہو کہ ہمارا بادشاہ بہت زندہ رہے۔

کہ ان پر کسی کی نگاہ نہ پڑ سکے۔ لوگ اطمینان کے ساتھ بیٹھ چکے تو خطیب نے خطبہ شروع کیا۔ افسوس ہو کہ خطیب ترک تھا عرب نہ تھا۔ اس لیئے اُسکے لہجہ مین وہ اثر اور کیفیت نہ تھی جو عرب کے ساتھ مخصوص ہو۔ تاہم جب دوسرا خطبہ شروع ہوا اور اُس نے سلطان اعظم کی طرف اشارہ کرکے پُرجوش آواز مین یہ الفاظ پڑھے اللھم انصر عبدک السلطان ابن السلطان الخاقان ابن الخاقان السلطان عبد الحمید خان، تو عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔ میرا یہ حال تھا کہ آنکھ سے متصل آنسو جاری تھے اور دیر تک بے اختیار زبان سے دعائیہ الفاظ نکلتے رہے۔ عین اُس موقع پر ایکبارگی پندرہ بیس شخص جنکے ہاتھوں مین عرض حال اور درخواستین تھین اُٹھ کھڑے ہوے۔ یہ لوگ سلطان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعائین دیتے جاتے تھے۔ اور عرضیان پیش کرتے جاتے تھے۔ عرض بیگی ان کاغذون کو لیکر جمع کرتا جاتا تھا۔ بعضون کو مین نے دیکھا کہ سلطان کی طرف اشارہ کرکے زمین تک جھکے اور زمین کو ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو چوما۔ اگرچہ یہ تمام باتین خطبہ کے داب و سکون کے خلاف تھین تاہم کیفیت سے خالی نہ تھین۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ جن لوگون کو کسی طرح سلطان المعظم تک رسائی کا امکان نہین ہوتا وہ اس ذریعے سے اظہار مطلب کرتے ہین اور چونکہ سلطان کا مزاج قدرتی طور پر رحیم اور فیاض ہو اس طریقے کو بند نہین کیا جاتا۔

نماز کے بعد اتفاق سے حسین حسیب آفندی سے ملے اور شکایت کی کہ مین تمکو ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ تم کہان غائب ہو گئے تھے۔ وبالاخانہ کا ٹکٹ تو اب نہین مل سکتا لیکن مین تمھارے لیئے اس سے زیادہ عمدہ موقع نکالتا ہون۔ نماز پڑھکر تمام لوگ باہر چلے گئے تو سلطان گیلری سے اُترے اور ایک زینہ پر جہان سے سلاملق کی بخوبی سیر ہو سکتی تھی اور سلطان کو کوئی شخص نہین دیکھ سکتا تھا۔ آکر ٹھہرے۔ افسران فوج اور پاشا صاحب کے داہنی طرف صف باندھ کھڑے ہوے۔ حسین حسیب نے مجکو اُسی صف مین لاکر کھڑا کر دیا اور لوگون سے کہا کہ یہ ہمارے مہمان ہین۔ ایک معزز افسر حسن اخلاق کی وجہ سے پیچھے ہٹ گیا اور میرے لیئے جگہ خالی کر دی۔

تھوڑی دیر کے بعد نوجوان کی آمد شروع ہوئی۔ ایوان شاہی سے مسجد تک وسیع اور

ڈھلوان سڑک ہے۔ فوجین جو دور دور تک ہلال کی صورت مین صف آرا کھڑی تھین۔ ایوان شاہی
کے سامنے سے گذرتی ہوئی مسجد کے صدر دروازے سے داخل ہوتی تھین اور دوسرے دروازے
سے نکل جاتی تھین۔ صفون کی ترتیب۔ سوار۔ پیادہ۔ بحری۔ بری۔ توپچی۔ برق انداز۔ ترک کرد
عرب کے جدا جدا دستے موزون اور باقاعدہ رفتار زرق برق اسلحے مختلف اور خوشنما وضع
کی وردیان۔ فوجون کا پے درپے آنا اور وفادارانہ جوش کے ساتھ اپنے شاہنشاہ کے سامنے
سے گذرنا۔ ایسا عجیب وغریب سمان تھا جو کسی طرح بیان نہین ہوسکتا۔ عربون کا رسالہ جو سبز گل
گار ردی۔ اُن کے سرون پر عمامے تھے اور سبز شملے ہوا مین اُڑ کر عجیب لطف دکھاتے تھے۔ متصل
تین گھنٹے تک یہ فوجی دریا لہرین لیتا رہا۔ رکم وبیش دس ہزار فوجین گذرین۔ آخر مین سلطان
کے دونون شہزادے آئے اور عجیب شان سے آئے۔ فوجی لباس تھا۔ اور کمر سے تلوارین
بندھی تھین۔ اگرچہ دس دس بارہ بارہ برس کا سن تھا لیکن جس انداز سے وہ گھوڑون پر
سوار تھے اور ان کے چہرون سے جرأت اور شان کا اظہار ہوتا تھا۔ بیان مین نہین آسکتا۔
شہزادے بھی جاچکے تو سلطان زینے سے اترے۔ اور افسران فوج اور پاشاؤن کی صفین
جن مین مین بھی شامل تھا دفعتہ سلام کو جھکین مین ابتدا سے محو حیرت تھا اور آنکھون کو
ٹکٹکی لگ گئی تھی۔ پہلے سے ارادہ تھا کہ سلطان کی زیارت ہوگی تو نہایت نیازمندی کے
ساتھ آداب بجالاؤن گا۔ لیکن ازخود رفتگی کا یہ عالم ہوا کہ تمام صف کی صف دیر تک رکوع مین رہی
اور مین اُسی طرح ٹکٹکی باندھے کھڑا رہا۔ البتہ زبان پر دعائیہ الفاظ جاری تھے اور وہ بھی قصداً
نہین بلکہ بے اختیاری حالت تھی۔

پانچ چار قدم پیادہ چل کر سلطان گاڑی پر سوار ہوئے۔ افسرون نے دوبارہ سلامی دی
اور وہ عجیب وغریب سمان دفعتہ آنکھون سے چھپ گیا۔ ع دیدۂ من باز بخوابم ہنوز۔ سلطان
چبوترہ زینہ سے اُتر کر گاڑی کی طرف بڑھے۔ ہماری صف سے اُن تک صرف تین چار ہاتھ کا
فاصلہ تھا اور اس وجہ سے مین اچھی طرح اُن کو دیکھ سکا۔ سلطان کا حلیہ یہ ہے۔ قد میانہ بلکہ کچھ نکلتا ہوا
بدن چھریرا۔ چہرہ کتابی۔ صورت سے وقار اور متانت ٹپکتی ہے بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ کسی فکر مین ہین
لباس بالکل سادہ یعنی سیاہ بانات کا کوٹ اور معمولی ترکش ٹوپی تھی۔

سلاملق کی رسم

ترکون مین سلاملق کا طریقہ ایک مدت سے چلا آتا ہے اور رسوم سلطنت کا ایک جزو بن گیا ہے۔ اس سے فقط شاہانہ جاہ وجلال کا اظہار مقصود نہین ہے۔ بلکہ بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر ہفتہ مین فوج کے ایک بڑے حصہ کا جائزہ ہوجاتا ہے اور اس طرح کل فوجین جو پایۂ تخت اور اس کے اطراف مین رہتی ہین سال مین چندبار ملاحظہ سلطانی سے گذر جاتی ہین سلطان وقت فوج کی حالت کا کافی اندازہ کرسکتا ہے۔ اور فوج کے دل مین بادشاہ کی طرف سے جوش وفاداری کے خیالات تازہ ہوجاتے ہین۔

مین یہ تماشا دیکھکر قیام گاہ پر واپس آیا تو دل جوش اور وافر سے معمور تھا۔ شاعرانہ جذبات کی تحریک سے خود بخود جستہ جستہ مصرعے زبان پر آتے جاتے تھے۔ قلم وکاغذ لے کر بیٹھا اور کچھ اشعار قلمبند کیئے۔ پھر خیال آیا کہ عید کے دن اس سے بھی کچھ بڑھکر سامان ہوگا۔ اس کو بھی دیکھ لون تو لکھون۔ چنانچہ تمہید کے جسقدر اشعار اس وقت تک موزون ہوگئے تھے لکھ کر چھوڑ دیے تمہید کے آخر کے ان اشعار سے

اذین کہ بپرسید کہ زان جلوہ گاہ	تا چہ بود حاصل چشم و نگاہ

اس شعر تک

بزم چو از جلوۂ زیبا پر است	دامن چشم ز تماشا پر است

یہی میرا اور پُرجوش نظارہ مراد ہے۔

عید کا جلوس

عید کے دن سلاملق نہ تھی اور اس وجہ سے فوج کی تعداد کم تھی لیکن شان وشوکت جاہ وجلال۔ جوش وافر سلاملق سے بھی کچھ بڑھکر تھا۔ قریباً آٹھ بجے فوجون کی آمد شروع ہوئی اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک تانتا بندھا رہا۔ اس کے بعد بہت سی خالی گاڑیان آئین لوگون کو تعجب تھا کہ اس سے کیا مقصد ہے۔ یکایک دور سے پیادہ صفین نمودار ہوئین معلوم ہوا کہ تمام وزرا پاشا۔ افسران فوج اور بڑے بڑے عہدہ داران ملکی سلطان کے جلوس مین پیادہ پا آرہے ہین۔ صفین سڑک کے دونون جانب متصل آدھ میل تک تھین اور ان کی وضع اور لباس سے عجیب شان وشوکت کا اظہار ہوتا تھا۔ شانون پر زرین پھول، دامن اور آستینون پر زربفت کا کام سینے مرصع اور طلائی تمغون سے ڈھکے ہوئے۔ ان سب پر آفتاب کا عکس تمام میدان

گھگا اٹھا ۔ یہ صف جا چکی تو سلطان کا جمال جہان آرا نظر آیا ۔ جناب ممدوح گھوڑے پر سوار تھے ۔ لباس بالکل سادہ تھا چند بڑے بڑے نامور فوجی افسر رکاب مین تھے ۔ گھوڑا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا تھا اور ہر قدم پر اس زور سے **بادشاہم چوق یشا** کا نعرہ بلند ہوتا تھا کہ تمام میدان گونج اٹھتا تھا ۔

غرض یہ سمان دیکھ کر واپس آیا تو قلم دوات لے کر بیٹھا کہ جو کچھ خود دیکھا ہے دوسرون کو بھی دکھا سکون لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ قلم نے بالکل کوتاہی کی جو تصویر مین نے کھینچی ہے وہ بالکل ناکمل تصویر ہے ۔

مثنوی عیدیہ

جون ۱۸۹۲ء

مقام قسطنطنیہ

قاصد فرخندہ من بان تعال | صدقک اللہ محسن المقال
گرم زجا خیز و رہ ہند گیر | پیش رسید است سفرے ناگزیر
زود رو و دیر در عالم مکن | در نفسے راست کنی ہم مکن
دیدہ براہ اند عزیزان ہند | جملہ گرامے گہر کان ہند
چون تو دران بزم کشی زیر مہ | دائرہ گردند بگردت ہمہ
تا ز حدیث تو شود بہرہ مند | ہر یکے از [illegible] چند چون شنید
جملہ برین حرف کہ اے نیکخوے | حرفے از ان یار سفر کردہ گوے
تا بچہ حال ست و چسان ست و خود | رفت چہا بر سرش از نیک و بد
بر روش دیدہ وران مے مزید | با کہ چہا دید و فلان میز دید
اندرین محنت و رنج سفر | از سفر روم چہ بردست طرف
بزم خوشی بود تماشا چہ کرد | کار بسے بود از انہا چہ کرد

جملہ بدانند کہ در غرب و شرق — ہست ترا تاج خلافت بفرق
آن تو ئی امروز کہ در روزگار — ہست برو دولت و دین را اقرار
تازگی بدر و حنین از تو ہست — زیب طرازِ حرمین از تو ہست
جز تو کہ ہست اے شہِ انجم سپاہ — آنکہ بود شرعِ نبی را پناہ
قرۂ دینِ نبوی از تو ہست — بازوی اسلام قوی از تو ہست
شرع بجاہ تو چو شد ارجمند — باد بفرمان تو چرخِ بلند
سکۂ اقبال بنامِ تو باد
ہر چہ بگیتی ست بکامِ تو باد

ترکون کے اخلاق و عادات و طرز معاشرت

قسطنطنیہ مین مین اگرچہ متصل تین مہینے تک رہا لیکن زبان کی اجنبیت کی وجہ سے ترکون سے میرا میل جول بہت کم تھا۔ میرے ہم صحبت اور میرے احباب جسقدر رہتے تھے شام کے عرب تھے اس لیے ترکون کے اخلاق اور عادات کے متعلق میری واقفیت سرسری اور اجمالی ہے۔ مین نے اکثر کالج و اسکول اور بعض صنعت وغیرہ کے کارخانے دیکھے۔ چند معزز عہدہ داران ملکی سے ملا اور اُن کے یہان دعوتین کھائین۔ قہوہ خانون مین کبھی کسی سے ملاقات ہوگئی۔ ٹرام وے اور ریل پر کسی سے تعارف ہوگیا۔ غرض اس قسم کے موقعے تھے جن مین مجکو ترکون کے اخلاق و عادات کا تجربہ ہوا۔ اور اس باب مین مین جو کچھ لکھون گا ان ہی واقعات کی بنا پر ہوگا۔

ترکون کی مہمان پرستی اور خوش اخلاقی

ہر چند میری واقفیت کے ذریعے اس قدر محدود ہین تاہم بعض امور کی نسبت مجکو بالکل یقین ہے کہ اُن کے متعلق میری جو رائے قائم ہوئی ہے وہ قطعاً صحیح ہے اور اس مین ذرا بھی غلطی کا احتمال نہین۔ ان مین سب سے مقدم ترکون کی مہمان پرستی اور عام خوش اخلاقی ہے۔ کچھ شبہ نہین کہ ترکون کے اخلاق نہایت وسیع اور فیاضانہ ہین۔ غرور و نخوت۔ ترفع اور کم بینی ان مین نام کو نہین ہے امیر غریب مزدور عہدہ دار وضیع و شریف۔ جاہل و عالم۔ ہر درجے کے لوگون سے مجکو سابقہ پڑا لیکن خوش اخلاقی

سے اُٹھے اور ایک سلیپر لاکر میرے سامنے رکھدی۔ ان بزرگ کا نام کاظم آفندی تھا۔ نوجوان آدمی ہین۔ ریاضی مین ان کی تصنیف حضور سلطانی مین پیش ہوچکی ہو۔ رخصت ہونے کے وقت مجھے فرمایا کہ ہندوستان پہونچکر یاد رکھیئے گا کہ قسطنطنیہ مین کاظم بھی آپ کا ایک نیازمند تھا۔

حسین حسیب آفندی جو پولیس کمشنر اور معزز رتبے کے آدمی ہین ملاقات کے ساتھ اِس لطف و مہربانی سے پیش آئے کہ مین بیان نہین کرسکتا۔ اصرار کرکے کھانا کھلایا کوٹھی اور پائین باغ کی سیر کرائی۔ پردہ کراکر زنانہ مکان کے تمام کمرے دکھائے۔ رخصت ہونے لگا تو فرمایا کہ مجکو بھی کچہری جانا ہو۔ ساتھ ہی چلینگے۔ چنانچہ اپنی گاڑی مین بٹھاکر دور تک ساتھ لائے۔ لطف یہ کہ اس وقت تک میرا ذریعۂ تعارف بجز اسکے اور کچھ نہ تھا کہ مین ہندوستان کا رہنے والا ہون اور مسلمان ہون۔ اِس قسم کے واقعات سے قطعاً ثابت ہوتا ہو کہ ترکون کے اخلاق نہایت عام ہین۔ اور اُس کے لیے وسیلہ و تعارف عزت و جاہ کی سفارش کی کچھ ضرورت نہین۔

ترکون کی معاشرت

ترکون کی معاشرت کا طریقہ نہایت پسندیدہ اور قابل تقلید ہو۔ اُمرا اور معزز عہدہ دار ایک طرف معمولی حیثیت کا آدمی بھی جس صفائی اور خوش سلیقگی سے بسر کرتا ہو۔ ہمارے مُلک مین بڑے بڑے امیرون کو وہ بات نصیب نہین۔ مین نے دس ہزار کے تنخواہ دار سے لیکر بیس روپیہ کی آمدنی والون تک کے مکانات دیکھے ہین۔ اگرچہ دونون حالتون مین نہایت تفاوت تھا اور ہونا چاہیئے تاہم خوش سلیقگی اور ترتیب و صفائی مین برابر تھے۔

ڈرائنگ روم کا قدیم طریقہ یہ تھا اور متوسط حیثیت والون مین اب بھی جاری ہو کہ دیوار سے متصل قریباً دو ہاتھ چوڑے اور دیوار کے طول کی برابر لمبے چبوترے سے بنے ہوتے ہین۔ اور ان پر گدا بچھا ہوتا ہو۔ اب اگرچہ میز و کرسی کا زیادہ رواج ہو۔ تاہم چونکہ معزز ترکون کے ہان علما اور درویشون کی اکثر آمد و رفت رہتی ہو ایک آدھ کمرہ اِس طریقے پر بھی ضرور مرتب رہتا ہو مین نے عثمان پاشا، درویش پاشا کے عالیشان مکانون مین بھی اس وضع کے متعدد کمرے دیکھے۔

مکانات کی وضع اور ترتیب

زمانۂ حال مین یورپین طریقہ زیادہ مروج ہو۔ ترکون نے اُس مین اپنی طرف سے کچھ اصلاحین کی ہین اور وہ درحقیقت قابل تعریف اصلاحین ہین۔ ڈرائنگ روم مین (جو اکثر عمدہ ٹرکش قالین سے آراستہ ہوتا ہو) اِس سرے سے اُس سرے تک سڑک کے طور پر کارپٹ وغیرہ کی ہاتھ ہاتھ بھر

اور بشیر باغ ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن وہ ہمارے **مولوی مہدی علی** صاحب کی کوٹھی کے برابر بھی نہین۔ نوکر چاکر بھی کثرت سے نہین ہوتے۔ جیسا ہمارے ہان کے نواب اور فرضی شاہزادون کے ہان دستور ہی۔ حق یہ ہی کہ ترک اس بات پر جہانتک فخر کرین بجا ہو کہ انھون نے چھ سو برس تک سلطنت کے سایہ مین پل کر سپاہیانہ پن نہین چھوڑا۔ ورنہ عباسی۔ فاطمی۔ اموی (اندلس والے) تیموری تو سو ہی دو سو برس مین اچھے خاصے رنگیلے بن گئے تھے۔

عورتون کی تعلیم و تربیت

ترکون کی تہذیب و ترقی مین جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر اور قابل تقلید ہی وہ عورتون کی تعلیم و تربیت و طریقہ معاشرت ہی۔ دنیا کی دو بڑی قومین یعنی یورپین اور ایشیاٹک اس مسئلہ مین افراط اور تفریط کے انتہائی کنارون پر واقع ہین اور اس وجہ سے دونون کی حالت قابل اعتراض ہی۔ ترکون نے ایسا معتدل طریقہ اختیار کیا ہی جو دونون کی خوبیون کا جامع اور دونون کے عیوب سے خالی ہی۔ انگلش عورتین تعلیمیافتہ ہین لیکن بیشرمی، شوخی بیجا آزادی رقاصی کی (اور وہ بھی غیر مردون کے ساتھ) اُن کو تعلیم نہین ہوتی ہی۔ وہ پردے کی پابند ہین لیکن جاہل دنیا سے بیخبر۔ مکان کے قفس مین بند حیوان انسان نما نہین ہین۔

زنانے مدرسے

لڑکیون کی تعلیم کے لیئے سرکاری اور ذاتی مدرسے کثرت سے ہین اور پردہ و حفاظت کا ایسا عمدہ انتظام ہی کہ شرفا کو اپنی لڑکیون کے بھیجنے مین کچھ تامل نہین ہوتا۔ علمی مضامین کے ساتھ فرنچ زبان بھی درس مین داخل ہی اور بعض بعض مدرسون مین موسیقی کی تعلیم بھی ہوتی ہی

موسیقی کی تعلیم

معلمات کی تعلیم کے لیے ایک خاص مدرسہ ہی جسکی مہتمم رفیقہ خانم ہی۔ یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیمیافتہ خاتون ہی اور سلطان کے حضور سے انکو درجۂ دوم کا تمغہ عنایت ہوا ہی۔ پیشتی۔ مارس مین ایک مدرسہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہی جو کالج کہا جا سکتا ہی اس کا مہتمم عزیز آفندی ہی اس مدرسہ کے ساتھ ایک بورڈنگ بھی ہی جسکی مالک ایک فرنچ لیڈی مادام ہالمی ہی۔ بورڈنگ کا سکرٹری ایک تعلیمیافتہ ترک ہی جسکا نام حسن آفندی ہی۔ صنعت کا ایک اور بڑا مدرسہ اسکیدار مین ہی جس کی معلمہ اول خیریہ خانم ہی۔

ان مدارس کی وجہ سے تعلیم اس قدر عام ہوگئی ہی کہ زمانہ حال مین مشکل ایسی عورت مل سکتی ہی جس نے مناسب درجے تک تعلیم نہ پائی ہو۔ بہت سی عورتین مضمون نگار ہین اور مشہور

اخبارات مین اُن کے آرٹکل نکلتے رہتے ہین جودت پاشا کی لڑکی فاطمہ خانم مشہور مصنفہ ہی حال
مین اُسکی ایک نہایت عمدہ ناول شایع ہوئی ہی جسکا نام زنانِ اسلام ہی۔ عربی زبان مین اُسکا
ترجمہ بھی ہوگیا ہی۔ اور بیروت مین چھاپا گیا ہی۔ اور بھی چند عورتین ہین۔

مصنفہ عورتین

عورتون کو چلنے پھرنے مین عام آزادی حاصل ہی۔ ہر درجے اور ہر رتبہ کی عورتین بازارین
[illegible] سکتی ہین۔ سیرگاہون کو جاتی ہین۔ دعوت کے جلسون مین علمی مجلسون مین شریک ہوتی ہین لیکن
باوجود اس آزادی کے حفظ و احتیاط کے دائرہ سے سرمو تجاوز نہین ہوتا۔ ہر مجمع مین عورتونکی
سوسائٹی مردون سے الگ رہتی ہی اور کوئی عورت کسی غیر مرد سے بجز خاص حالتون کے
بات نہین کرسکتی

عورتون کے باہر نکلنے کی آزادی

لباس بالکل یورپین ہی لیکن جب باہر نکلتی ہین تو نہایت ڈھیلا ڈھالا ریشمی گون پہن
لیتی ہین جو گردن سے لیکر پانؤن تک ہوتا ہی۔ اور اوپر سے نیچے تک بٹن لگے ہوتے ہین اس سے
بجز چہرہ کے اور تمام جسم اسطرح ڈھک جاتا ہی کہ بدن کی ہیئت تک نہین معلوم ہوتی۔ سر پر نقاب
ہوتا ہی۔ اور چہرہ ایک رومال سے چھپاتی ہین۔ جو ناک کی جڑ سے تھوڑی تک ہوتا ہی۔ دونون
آنکھون اور ناک کی جڑ اور کسی قدر آنکھون کے نیچے کی سطح کھلی رہتی ہی۔ یہ رومال باریک
ململ کے ہوتے ہین کوئی شخص پاس سے آنکھ جما کر دیکھے تو چہرہ کا رنگ معلوم ہوسکتا ہی۔ لیکن
ایسی بیہودہ جرأت کون کرسکتا ہی۔

عورتون کا لباس

ایک دفعہ مین خاشر آفندی کے کتب خانہ مین بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ترک صاحب بھی تشریف
رکھتے تھے جن سے میری جان پہچان ہوگئی۔ اتفاق سے وہین اُن کی دو نوجوان لڑکیان جن مین
ایک کی شادی ہوچکی تھی اُن سے ملنے کے لئے آئین۔ اُنھون نے مجکو دونون سے انٹروڈوس کرایا۔
جس احترام اور متانت و شرم سے وہ معصوم خاتونین میرے سامنے کھڑی تھین مجکو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ
عورتین نہین بلکہ عفت و عصمت کی دیبیان ہین۔

ل؎ اب یہ کتاب اُردو مین ترجمہ ہوکر محمڈن پریس علی گڈھ سے شائع ہوتی ہے ۱۲

عربی تھا طرہ یہ کہ جواب مین اتفاقاً زبان سے بجائے ہان کے قیھم کا لفظ نکلا تاہم میرا ہندی ہونا
کیونکر چھپ سکتا تھا۔ وہ گلے سے لپٹ گئے اور بولے کہ آپ تو ہماری چیز ہین ہم سے بچکر کہان چلے تھے
مین جبتک وہان رہا اکثر میرے مکان پر تشریف لاتے تھے کئی دفعہ دعوت کی اور اسپر گھر لیگئے
معلوم نہین یہ مہمان نوازی انکی طینت کا خمیر ہے یا قسطنطنیہ کی آب وہوا کا خاصہ ہے ان کا
پتہ یہ ہے قسطنطنیہ۔ مجوہر پرستانہ۔ حاجی حسن علی آفندی ہندی۔
مین نے پتہ اس غرض سے لکھا ہے کہ کوئی صاحب قسطنطنیہ کا قصد کرین تو ان سے ضرور ملین
ان سے بڑھکر کوئی غمخوار نہین ملسکتا ہے۔

قسطنطنیہ کے احباب

نہایت ناشکری ہوگی اگر مین قسطنطنیہ کی پُر لطف داستان ختم کرون اور ان محبت کیش
دوستون کا نام نہ لون جو اس چند روزہ اقامت مین میرے یار غمگسار بن گئے تھے۔ اور
جلوت وخلوت مین ہمدم وہم راز رہتے تھے۔ چنانچہ شیخ عبد الفتاح اور علی ظبیان کے سوا
جنکا ذکر اوپر گذر چکا ہے باقی دوستون کے نام اور مختصر حالات لکھتا ہون۔

فواد بک

فواد بک۔ مکتب ملکیہ کے ایک ممتاز طالب علم ہین۔ دمشق کے قریب حمبا یہ ایک موضع
ہے جہان حضرت خالد بن الولید کی نسل سے ایک خاندان آباد ہے۔ یہ لوگ دولتمند ہین
اور اسکے ساتھ ملکی اثر رکھتے ہین۔ چنانچہ ٹرکی حکومت کی طرف سے ابتک ان اضلاع کا جو
حاکم مقرر ہوتا تھا اسی خاندان سے انتخاب کیا جاتا تھا۔ فواد سے میری ملاقات عزیزانہ تعلق
کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ انکے ایک بھائی سامی بک انھین دنون قسطنطنیہ مین آئے اور مین نے
جو مکان کرایہ پر لیا تھا اسکے ایک کمرہ مین فروکش ہوئے۔ وہ مکتب الحقوق مین داخل ہونیکی
تیاری کرتے تھے اور چونکہ امتحان داخلہ مین منطق مین بھی امتحان ہوتا ہے مجھسے درخواست کی
کہ مین مختصر طور پر انکو منطق کے تمام مسائل پر عبور کرادون۔ اگرچہ میرا ہرج اوقات تھا تاہم انکی
خاطر سے مین نے انکو اور انکے ساتھ دو تین اور طالب علمون کو ایسا غوجی پڑھائی حسن اتفاق یہ
کہ امتحان داخلہ مین وہ لوگ پاس بھی ہوگئے۔ اسطرح دوستی اور محبت کا رشتہ اور بھی مضبوط
ہوگیا۔ شام کو ہمیشہ ہم مین چار آدمی ایک قہوہ خانہ مین جو عین لب دریا ہے ساتھ بیٹھا کرتے تھے

اور عجب لطف و مزے کی صحبت رہتی تھی۔ کبھی کبھی مغرب کے بعد کشتی کرایہ کرتے اور سمندر کی سیر کرتے پھرتے **فواد** کو گانا آتا ہے۔ مزے مین آکر عربی گیت گایا کرتے۔ ایک دن مجھسے فرمائش کی کہ کوئی ہندی چیز سناؤ۔ مین نے بہتیر اکہا کہ بھائی! مین مولوی آدمی ہون مجھکو گانے سے کیا واسطہ۔ لیکن وہ کب مانتے تھے آخر مجبور ہوکر مین نے اُردو کے دو تین شعر آواز کو گھٹا بڑہا کر پڑہے اور کہا کہ ہماری مین یون ہی گاتے ہین۔

عبدالسلام آفندی

عبدالسلام آفندی بیت المقدس مین سادات کا ایک مشہور خاندان ہے یہ اسکے ایک معزز ممبر ہین۔ بیت المقدس کے مفتی جنکا ذکر آگے آئیگا اسی خاندان سے ہین۔ یہ پہلے جنٹ مجسٹریٹ تھے کسی وجہ سے معزول ہوگئے۔ اور اسی زمانہ مین یہان آئے ہین۔ نہایت لائق فائق۔ تعلیم یافتہ اور زندہ دل آدمی ہین۔ ایک مدت تک مین اور یہ ایک ہی مکان مین رہے اور اسوجہ سے زیادہ میل جول ہوگیا۔ اکثر علمی بحثین کیا کرتے تھے۔ فلسفۂ حال سے واقف اور اُسکے معترف ہین۔ اُنکا خیال ہے کہ قرآن مجید کا کوئی مسئلہ فلسفہ حال سے مخالف نہین۔ اکثر اسی امر کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے مین اُنکی مسافر نوازی اور اسلامی ہمدردی کا ازبس ممنون ہون۔ ایک مشکل موقع پر اُنھون نے میرے ساتھ جو تعجب انگیز ہمدردی کی اُسکا ذکر مناسب موقع پر آئیگا۔

خواجہ آفندی

خواجہ آفندی۔ معزز آدمی ہین۔ درویش پاشا کی بھتیجی اُن سے بیاہی ہے اور پاشائے موصوف انکو نہایت عزیز رکھتے ہین۔ اُنھی کے مکان مین یہ رہتے بھی ہین۔ مین چند بار ان سے ملا۔ فارسی بے تکلف بول لیتے ہین نہایت خوش اخلاق اور منکسر المزاج آدمی ہین ہمیشہ چلے اپنے ہاتھ سے بناکر پلاتے تھے۔ ایک بار میری قیامگاہ پر بھی تشریف لائے اور دیر تک بیٹھے رہے۔ خونگر صوفی کی سیر مجکو انھی نے کرائی تھی۔

ملا احمد آفندی

ملا احمد آفندی۔ موصل کے رہنے والے ہین عربی بقدر ضرورت پڑھی ہے۔ فارسی اچھی طرح بول سکتے ہین۔ اُنکی معاش کا کوئی ذریعہ نہین مجبورانہ ایک تکیہ مین رہتے ہین اور فقر و فاقہ سے بسر کرتے ہین۔ باایہمہ نہایت باحمیت اور غیرتمند ہین مین نے جب ترکی سیکھنے کا ارادہ کیا تو ایک دوست نے انکا نام لیا اسوقت تک مجکو ان سے بالکل تعارف نہ تھا۔ اسلیے مین نے

مین سو رہا تھا کہ میرے ایک دوست دوڑے ہوے آئے اور جگا کر کہا کہ یا شبلی واللہ لقد طلع لک النیشان مجکو ایک گونہ تعجب ہوا اور مین نے کہا کہ یون ہی کہتے ہو۔ آخر تمکو معلوم کیونکر ہوا؟ بولے کہ تمام اخبارات مین چھپ گیا ہے۔ مین اسیوقت اٹھا اور ایک قرات خانہ مین جاکر اخبار دیکھے تو واقعی وہ خبر صحیح تھی اسیوقت مجکو خیال پیدا ہوا کہ مین انگریزی رعیت ہون اس لحاظ سے انگلش سفیر کو اسکی اطلاع دینی ضرور ہے۔ دوسرے دن مین سفیر کے پاس گیا۔ اتفاق سے وہ مکان پر نہ تھے۔ مین اپنا کارڈ چھوڑ آیا۔

دوسرے دن تمام احباب مبارکباد کو آئے۔ مین نے ایک مختصر جلسۂ دعوت ترتیب دیا شیخ علی ظبیان۔ عبدالسلام آفندی۔ فواد۔ سامی۔ شریف۔ اور دیگر احباب شریک جلسہ تھے دعوت کی صبح کو عثمان پاشا کی وداعی ملاقات کو گیا۔ تمغہ کی خبر ایسی عام ہو گئی تھی کہ پاشاے موصوف کے مکان پر پہنچا تو سب سے پہلے دربان نے کہا تمغۂ مجیدی مبارک! مجکو تعجب ہوا کہ اسکو کیونکر خبر ہوئی معلوم ہوا کہ یہان امرا اور پاشاؤن کے نوکر چاکر عموماً پڑھے لکھے ہوتے ہین۔ اور فرصت کے اوقات مین اخبارات پڑھا کرتے ہین۔ پاشاے موصوف نے ملاقات کے ساتھ تمغہ کی مبارکباد دی تمغہ سامنے میز پر رکھا ہوا تھا تکیس سے نکالکر پہلے انھون نے آنکھون سے لگایا (سلطان کی ادنی سے ادنی چیز کی بھی ترک لوگ اس حد تک تعظیم کرتے ہین) پھر مجکو حوالہ کیا۔ مین سروقد کھڑا ہو گیا اور سلطان کو دعا دی کچھ دیر کے بعد رخصت کے ارادہ سے اٹھا تو پاشاے موصوف نے فرمایا ذرا دیر اور تشریف رکھیے۔ یہ کہکر دوبارہ قہوہ منگوایا اور ادھر ادھر کی باتین کرتے رہے۔ اخیر مین فرمایا کہ مین آپ کی تشریف آوری کا مشکور ہون چلتے چلتے کہا کہ ہندوستان پہنچکر تمام مسلمانون اور بالخصوص علما اور فضلا کی خدمت مین میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ عثمان آپ لوگون سے دلی محبت رکھتا ہے۔

تمغۂ مجیدی

مین نے نہایت خلوص و جوش کے ساتھ شکریہ ادا کیا۔ پاشاے موصوف نے مجکو اپنی عکسی تصویر عنایت کی اور اسپر دست مبارک سے یہ الفاظ لکھے

"اشبو فوتوغرافیم شبلی النعمانی آفندی

عثمانی پاشا کا فوٹو

بتاریخ ۱۴ المشدد محرم الحرام سنہ ۱۳۱۰ ہجری یعنی میں نے اپنا یہ فوٹوغراف **شبلی نعمانی** کو ہدیہ دیا یہ تصویر اسوقت میرے پاس موجود ہے اور میں اسکو ایک بڑا تبرک و نشان فخر سمجھتا ہوں جو میرے خاندان اور میری نسل میں ہمیشہ یادگار رہیگا۔ تمغہ کے ساتھ جو فرمان عطا ہوا اسکی نقل ذیل میں ہے۔

نقل فرمان بخط فارسی

ہندوستان علی گدہ نام محلندہ کاین دار المعلمین معلم اولی شبلی النعمانی افندی نن شایان تلطفات سنیہ شاہانہ م اولدیغنہ بناءً اشرف افزای سنوح وصدور اولان امر فرمان معالی عنوان پادشاہانہ م موجب عالیسی اوزرہ کندو سنہ مجیدی نشان ذیشانک دردنجی رتبہ سندن بر قطعہ سی عنایت واحسان قلنمش اولدیغنی متضمن اشبو برات عالیشانم تصدیر اولندی حرر فی الیوم الرابع عشر من شہر محرم الحرام سنہ عشر و ثلث مائۃ

ترجمہ

شبلی النعمانی آفندی جو دار المعلمین علی گڈھ واقع ہندوستان کا معلم اوّل ہے۔ چونکہ شاہانہ تلطفات کا مستحق خیال کیا گیا اسلیے اسکو تمغہ مجیدی درجہ چہارم کے عطا ہونے کے لیے حکم والا صادر ہوا اور اسکی سند کے لیے یہ فرمان عالیشان صادر ہوا

تحریر ۱۴ محرم الحرام سنہ ۱۳۱۰ ہجری

اعلیٰ حضرت سلطان کے تمغے کے متعلق گورنمنٹ کا رزولیوشن

یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں نے تمغہ کو قسطنطنیہ۔ بیروت۔ مصر کسی مقام میں کبھی استعمال نہیں کیا۔ ہندوستان میں پہنچکر خیال ہوا کہ گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر کے استعمال کروں۔ چنانچہ جناب [illegible] صاحب مجسٹریٹ علی گڈہ نے باضابطہ چٹھی کے ذریعہ سے گورنمنٹ میں سفارش کی وہاں سے جواب آیا کہ رزولیوشن مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۸۹۶ء ملاحظہ طلب ہے۔ اس رزولیوشن کا ماحصل یہ ہے کہ

عیسائی۔ درزی۔ سب یہی لباس پہنتے ہین۔ البتہ نئے تعلیم یافتہ کوٹ پتلون پہننے لگے ہین
آب و ہوا کسی قدر مرطوب ہے۔ تاہم مشہور یہ ہے کہ تندرستی کے لیے بہت مفید ہے۔ یہانتک
کہ اور اور مقامات سے لوگ تبدیل ہوا کے لیے یہان آتے ہین۔ شاید ایسا ہی ہو۔ لیکن تجربہ اسکے
خلاف ہے۔ مین جب تک وہان رہا طبیعت بدمزہ رہی۔ دو تین دن بخار بھی آیا۔ اور علاج کی
ضرورت پڑی۔ البتہ لبنان جو ایک مشہور پہاڑ ہے اور یہان سے تین چار میل ہے۔ آب و ہوا کے لحاظ
سے مشہور جگہ ہے۔ متنبی نے اُس کی نسبت کہا ہے ؎

وعقاب لبنان وکیف بقطعہا　　　وھی الشتاء وصیفھن شتاء

بیروت
کی
علمی ترقی اور مدارس وغیرہ

بیروت کی علمی ترقی

بیروت مین علمی ترقی اگرچہ تھوڑے زمانہ سے شروع ہوئی ہے لیکن جس تیزی سے یہ شہر ترقی
کر رہا ہے اور ترقی کی جس حد تک آج پہونچ چکا ہے اُسکے لحاظ سے تمام ممالک اسلامیہ مین قسطنطنیہ کے
سوا کوئی شہر اس کا ہمسر نہین ہے۔ اور بعض بعض خصوصیتون مین تو اُس کو قسطنطنیہ پر ترجیح ہے

عربی زبان کے ساتھ اعتنا

عیسائیون کی ایک جماعت نے عربی زبان پر نہایت توجہ کی ہے اور وہ ہر طرح ہمارے شکریہ کے
مستحق ہین۔ ان لوگون نے نہایت کوشش سے دور دور سے عرب کے قدیم دوادین بہم پہونچائے
ہین اور اُن کو چھاپ کر شایع کیا ہے۔ خنسا۔ عنتر بن شداد العبسی۔ اسمعیل ابو العتاہیہ۔ ابن ہانی۔ ابو فراس
وغیرہ کے دیوان انھین لوگون کی بدولت ہم تک پہونچے ورنہ اُن کا نام و نشان بھی لوگون کو معلوم
نہ تھا۔ عرب کے عیسائی شاعرون کے کلام کے ساتھ (اتحاد مذہب کی وجہ سے) اور بھی زیادہ اعتنا
کیا ہے۔ ان تمام شعرا کے اشعار یکجا جمع کیے ہین۔ اور ان کا ایک سلسلہ چھاپنا شروع کیا ہے۔ تین چار
جلدین چھپ چکی ہین اور باقی تیار ہو رہی ہین۔ اس مین جاہلیۃ اور اسلام دونون زمانے کے
شعرا داخل ہین۔ اخطل نصرانی جو فرزدق اور جریر کا معاصر اور دولت بنی امیہ کا مشہور شاعر تھا
اُس کا دیوان نہایت کوشش اور اہتمام سے مستقل طور پر چھاپا ہے۔ یہ دیوان نہایت نایاب اور

عزیز الوجود تھا یہانتک کہ قسطنطنیہ اور مصر کے کتب خانے بھی اس سے خالی تھے۔ صرف شہنشاہ
روس کے کتب خانہ مین ایک نسخہ تھا۔ چنانچہ اُسکی نقل وکتابت کا انتظام کیا گیا اور سینٹ پیٹرسبرگ
یونیورسٹی کے عربی پروفیسر نے اُسکی تصحیح کی۔ یہ قلمی نسخہ جسکو پروفیسر مذکور نے خود اپنے ہاتھ سے صحیح
کیا تھا۔ مجکو دکھلایا گیا۔ اور مین نے ان عیسائیون کی بلند ہمتی اور ذوق علمی کا دل سے اعتراف کیا۔
مسلمانو! تمکو بھی کچھ غیرت آتی ہے؟

ان لوگون نے خود بھی فن ادب کے متعلق مفید تالیفات کی ہین۔ چنانچہ روضۃ الادب فی
طبقات شعراء العرب۔ مجانی الادب۔ شرح مجانی الادب۔ مشہور اور شایع ہوچکی ہین۔ تعجب
اور سخت تعجب یہ ہے کہ یہان کے مسلمان عالمون نے ادب مین جو مفید کتابین لکھی ہین وہ بھی انھین
عیسائیون کی بدولت یعنی عیسائیون نے اُن کو اُجرت اور صلہ دیکر یہ کتابین تصنیف کرائین اور اُن کو
اپنے اہتمام سے چھاپا اور شایع کیا۔ مقامات بدیعی اور رسائل بدیعی کی شرحین جو حال مین نہایت
خوبی اور اہتمام سے چھپکر شایع ہوئین اسی طریقے سے تیار ہوئی ہین۔ مین نے لوگون سے پوچھا کہ ان کو
عربی زبان کے ساتھ اسقدر اعتنا کیون ہے؟ لوگون نے کہا کہ یہ لوگ اپنے تئین عربی النسل کہتے ہین اور
اس انتساب پر ان کو فخر ہے۔

لٹریچر کا مذاق اسقدر عام ہے کہ بچہ بچہ کو شعر و شاعری کا چسکا ہے۔ بہت سے لوگ صاحب دیوان
ہین اور دس پانچ قصیدے لکھنے والے تو سیکڑون بلکہ ہزارون ایک مشہور شاعر سے قہوہ خانے مین
ملاقات ہوئی معلوم ہوا کہ ۴۰ برس سے مشق سخن مین مصروف ہین۔ البتہ یہ افسوس ہے کہ مذاق صحیح نہین
غزل اور بیہودہ مدح سرائی کے سوا اور اصناف سخن سے ناآشنا ہین۔ مضامین اور طرز شاعری کے لحاظ
سے متاخرین کے سوا کسی کا کلام پسند نہین کرتے۔ مین اکثر صحبتون مین جاہلیۃ اور ابتداء اسلام کے
شعراء کے اشعار پڑھتا تھا تو مجکو بدمذاق خیال کرتے تھے۔

علوم و فنون جدیدہ

علوم جدیدہ اور نئے مذاق کو بہت کچھ ترقی ہے۔ فلسفہ وصنایع وفنون جدیدہ کی اکثر کتابین ترجمہ
ہوگئی ہین۔ بڑے بڑے کالجون اور اسکولون مین جو نصاب تعلیم ہے اور جو یہان کے انٹرنس اور ایف اے
بی اے کے برابر ہے عموماً عربی زبان مین ہے۔ صرف ڈاکٹری کی تعلیم فرنچ زبان مین ہوتی ہے جس کی وجہ
ان لوگون نے مجھ سے یہ بیان کی کہ اس فن کے متعلق روز بروز تجربہ کو ایسی ترقی ہوتی جاتی ہے اور اس

ل بیٹھا کرین۔ حالانکہ اِس قسم کی صحبت۔ دل بہلانے کے سوا قومی مذاق کے لیئے نہایت مفید ہی۔

کالج مین سائنس اور علوم جدیدہ کی تعلیم نہایت اعلی درجہ پر ہوتی ہی اور اِس غرض سے نہایت بیش قیمت آلات اور نایاب چیزین مہیا کی گئی ہین۔ بہت سی الماریان ہین جن مین عجیب عجیب مختلف رنگ اور صورت کے پتھر اور جھرے مٹی کے ٹکڑے ہین۔ یہ نادر چیزین طبقات الارض کی تعلیم کے لیئے دور دور مقامات سے مہیا کی گئی ہین۔ نباتات کا الگ کمرہ ہی اور بہت وسیع ہی۔ پروفیسر انطون نے مجھ سے کہا کہ ان نباتات کی حفظ و پرداخت مین نہایت اہتمام کرنا پڑتا ہی۔ پروفیسر مذکور نے ایک قسم کی گھاس دکھائی اور کہا کہ یہ ہندوستان کے سوا اور کہین نہین پیدا ہوتی۔ اور وہین سے منگوائی گئی ہی۔

کالج کے ساتھ بورڈنگ بھی ہی اور اسی وضع کا ہی جیسے قسطنطنیہ کے بڑے بڑے کالجون کے بورڈنگ ہین۔ کالج کے لائبریری اگرچہ بہت بڑی نہین ہی لیکن کتابین نادر اور کمیاب جمع کی گئی ہین۔

کالج کا کتب خانہ

جو کتابین چھپی نہین اور اُن کے قدیم نسخے نہین مل سکے۔ یورپ اور ایشیا کے مشہور کتب خانون سے اُن کی نقل و استنساخ کا انتظام کیا ہی ابن رشیق قیروانی کی کتاب العمدہ جو اپنے باب مین بےمثل اور نادر کتاب ہی مین نے اسی کتب خانہ مین دیکھی۔ اس کالج مین عربی زبان اور فرنچ کی تعلیم لازمی ہی۔ باقی زبانین اختیاری ہین۔ چنانچہ ترکی کی ایک جرمن کی ایک انگریزی کی پانچ لاطین و یونانی کی سات کلاسین ہین۔ یہ عجیب بات ہی کہ اگرچہ بانیان مدرسہ عموماً عیسائی ہین اور عیسائی بھی رومن کیتھولک جن مین بہ نسبت اور فرقون کے تعصب زیادہ ہوتا ہی۔ تاہم ادب کے نصاب مین قرآن مجید کا انتخاب بھی شامل ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ قرآن مجید کا فصاحت و بلاغت مین بےمثل ہونا اُن کو بھی مسلم ہی۔ علوم جو پڑھائے جاتے ہین اُن مین فلسفہ حال و علوم طبعیہ کے علاوہ موسیقی و تصویر کشی کا فن بھی داخل ہی۔ طلبا کی تعداد ۵۰۰ اور ۶۰۰ کے بیچ مین ہی جن مین مسلمان صرف ۸ یا ۱۰ ہین۔

طلبا کی تعداد

کالج کی عمارت باوجود اسکے کہ بیروت مین تمام چیزون نہایت ارزان ہین دس لاکھ فرنک مین تیار

ہوئی ہو اور یہ کل رقم پادریون کی ایک جماعت نے ادا اور مہیا کی ہو۔

اس کالج کے ساتھ مڈیکل (طبی) کالج بھی ہو لیکن اُسکی عمارت کسی قدر فاصلہ پر ہو۔ پروفیسر انطون نے ہم کو اسکی بھی سیر کرائی۔ عمارت نہایت وسیع اور بلند اور آلات نہایت بیش قیمت اور کثرت سے ہین تشریح کے کمرے مین جو بہت لنبا اور وسیع ہے انسان کے ایک ایک عضو کی تصویر موم کی بنی ہوئی ہو اور اس خوبی صفائی سے بنائی ہو کہ نقلی ہونے کا گمان بھی نہین ہوتا۔ ایک ایک عضو کے متعلق جسقدر امراض ہین اسی تعداد کے موافق ہر عضو کے متعدد نمونے ہین۔ چنانچہ ایک خانہ مین کم و بیش ۲۰۰ آنکھین ہین کسی مین پھلی ہو کسی مین ناخنہ کسی کی پلکین جھڑ گئی ہین۔ مین نے ہندوستان کا کوئی مڈیکل کالج نہین دیکھا ہو۔ لیکن مجکو کافی یقین ہو کہ تمام ہندوستان مین ایک کالج بھی اس سے بڑھکر بلکہ اسکے برابر بھی نہوگا۔

پروفیسر انطون نے ہمارے لئے جو تکلیف اُٹھائی اور جس توجہ اور اخلاق سے وہ تمام کمرون اور چیزون کی ہم کو سیر کراتا رہا۔ یہ نہایت ناشکری ہو کہ مین اس موقع پر اسکا دلی شکریہ ادا کرون معلوم ہوتا ہو کہ پروفیسر مذکور مجھ سے ملکر خوش ہوا۔ چنانچہ اُس ہفتہ مین البشیر کا جو پرچہ نکلا اُسمین ایک اڈیٹوریل نوٹس میرے متعلق لکھا تھا جسکی عبارت یہ ہو۔

اجتمعنا فی هذه الایام علی حضرة العالم **الشیخ شبلی النعمانی** المعلم الاول للعلوم العربیة فی بلدة علی گڈه من بلاد الهند فرأینا فیه رجلا کثیر المعارف وهو حائز النشان المجیدی من الرتبة الرابعة اقام فی الاستانة العلیة مدة ۱۳ شهر وحضر الی بیروت وتوجه هذا النهار الی زیارة بیت المقدس ثم منها الی مصر ثم الی بلاد الهند۔

جمعیات اور اخبارات

انجمنین اور اخبارات اور رسالے

ہماری زبان مین انجمن کا لفظ جس معنی مین بولا جاتا ہو اسکے مقابل یہان جمعیۃ کا لفظ ہو مصر وغیرہ مین بھی یہی لفظ مستعمل ہو۔ انجمنین یہان کثرت سے ہین اور ان کے مقاصد نہایت مفید ہین لیکن تعجب اور سخت تعجب یہ ہو کہ مسلمانونکی ایک انجمن بھی نہین بعض مشہور انجمنون کا نقشہ ذیل مین

اخبارات و رسالے جو یہان سے نکلتے ہین اُن مین البشیر۔ بیروت۔ تقدم ثمرات الفنون۔ الصبح المنیر۔ الصفا۔ لسان الحال۔ المصباح۔ الھدیۃ۔ النشرۃ الاسبوعیہ حدیقۃ الاخبار۔ زیادہ مشہور ہین۔ ان مین بیروت اور ثمرات الفنون کے سواے اور تمام اخبارون کے مالک اور ایڈیٹر عیسائی ہین چونکہ مطبع کو یہان آزادی نہین اس لیئے ان اخبارات مین معمولی خبرون کے سوا اور کچھ نہین ہوتا۔ البتہ علمی رسالے بڑی آب و تاب سے نکلتے ہین اور خصوصاً الصفا اور المقتطف تو اس شان کے پرچے تھے کہ یورپ کے میگزینون کی برابری کرتے تھے۔ افسوس ہو کہ الصفا بند ہو گیا اور المقتطف نے اپنا مقام بدل دیا یعنی اب قاہرہ سے نکلتا ہو۔

رصدخانہ

یہان ایک مختصر سا رصدخانہ بھی ہو جسکو پروفیسر فان ڈیک امریکانی نے سنہ ۱۸۷۲ع مین قائم کیا تھا۔ اس مین رصد کے متعلق اکثر ضروری آلات موجود ہین۔ ہر روز جو امور رصد سے معلوم ہوتے ہین اس کی اطلاع بذریعہ تار قسطنطنیہ بھیجی جاتی ہو اور وہان سے یورپ وغیرہ مین شایع ہوتی ہو۔ اسکا اہتمام اب مسٹر رابرٹ کے ہاتھ مین ہو جو مدرسہ امیرکانیہ مین ریاضیات کا پروفیسر ہو۔

عام حالات اور بیروت کے احباب

بیروت کے علما

شیخ طاہر مغربی

مین اوپر لکھ آیا ہون کہ بیروت مین قیام کرنے کا اصلی سبب شیخ طاہر مغربی سے ملنا تھا چنانچہ عبدالباسط الانسی کے ذریعہ سے اُن سے ملاقات ہوئی اور دیر تک علمی صحبت رہی دو تین دفعہ اور ملاقاتین ہوئین ایک بار فرودگاہ پر بھی تشریف لائے۔ شیخ موصوف ابھی جوان ہین لیکن علم و فضل کی وجہ سے لوگ اُن کی بہت عزت کرتے ہین۔ مین نے اُن کے کمال کا جس چیز کو جوہر سمجھا اور جسکا مجکو خود تجربہ ہوا وہ یہ تھا کہ شیخ موصوف اور علما کی طرح محدود خیال کے آدمی نہین ہین نئے خیالات سے آشنا ہین کسی قدر فرنچ بھی جانتے ہین فرانس کی سیر کی ہے قومی ہمدردی کا مادہ ہو اور مسلمانون کے تنزل سے بیخبر نہین ہین اگرچہ مذاق ان ممالک کے عام علما

نہایت نامہذب اور مخرب اخلاق چیز ہے۔ اور معلوم نہین کہ ایک اسلامی حکومت نے اُسکو کیونکر
جائز رکھا ہے عین سڑک پر ایک عالیشان دو منزلہ مکان ہے اوپر کی منزل مین ایک وسیع کمرہ ہے
جسمین ترتیب کے ساتھ بہت سی کرسیان بچھی ہین صدر کی جانب ایک بلند مستطیل چبوترہ ہے
بہت سی یورپین لیڈیان اسپر بیٹھکر گاتی بجاتی ہین۔ ایک دور ختم ہوجاتا ہے تو لیڈیان چبوترے
سے اُترکر کمرے مین ٹہلتی ہین۔ اور معشوقانہ انداز کے ساتھ تماشائیون کے پاس سے گذرتی ہین
جسکو منظور ہوتا ہے اشارے سے اُن کو بُلاتا ہے اور وہ بڑے ناز و انداز سے اُسکے پہلو مین آکر بیٹھ جاتی
ہے۔ نہایت بیحیائی اور بے شرمی کے ساتھ اختلاط شروع ہوتا ہے۔ شراب کا دور چلتا ہے۔ ایک
دوسرے کے گلے مین باہین ڈالکر ٹہلتے ہین معانقہ۔ بوس و کنار۔ غرض بیحیائی کا کوئی دقیقہ اُٹھا
نہین رکھتے نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا

بیروت سے روانگی

بیروت مین میری طبیعت یون ہی بدمزہ تھی۔ شیخ علی ظبیان۔ اور شیخ طاہر مغربی کے
چلے جانے کے بعد اور بھی وحشت ہوئی۔ لیکن جہاز کے انتظار مین چار و ناچار دو تین روز اور ٹھہرنا
پڑا۔ ۸ صفر ۱۳۱۰ ہجری شام کے وقت بیروت سے روانہ ہوا۔ شیخ عبدالباسط اور شیخ عمر جیلی
بندرگاہ تک ساتھ آئے اور انھین کے ذریعہ سے اسباب وغیرہ کے انتظام مین نہایت آسانی
ہوئی۔ دوسرے دن جہاز یافہ پہونچا۔ جہاز کے لنگر کرنے کے ساتھ ملاحون اور قلیون کا حملہ ہوا اور
اسقدر شور و غل اور ابتری پیدا ہوگئی کہ میرے حواس جاتے رہے میرا اسباب ہرچند نہایت
مختصر تھا۔ تاہم اسکے بھی حصے بخرے کر لیے گئے۔ اور جس ملاح کو جسقدر ہاتھ لگا لیکر چلتا ہوا اور جاکر
اپنی کشتی مین رکھ آیا۔ مین حیران تھا کہ خود کہان جاؤن آخر تن بتقدیر ایک کشتی مین بیٹھ گیا۔ کنارے
پر پہونچکر دیر تک اس کشتی کا انتظار کرنا پڑا جسمین بقیہ اسباب تھا۔ یہ مرحلہ طے ہوا تو آگے پروانہ
راہداری اور معائنہ اسباب کی مصیبت کا سامنا تھا۔ بارے بہزار خرابی دوپہر تک ان جھگڑون سے
نجات ملی۔ اور نماز ظہر کے قریب شہر مین پہونچا۔

یافہ جسکو انگریزی مین جافا کہتے ہین۔ نہایت قدیم شہر ہے۔ توریت مین اس کا ذکر ہے اور

مین ٹھہرنا معیوب خیال کرتے ہین۔ چنانچہ مین زاویہ ہنی مین ٹھہرا۔ لیکن زاویہ کا کھانا اس خیال سے نہین کھاتا تھا کہ فقرا اور محتاجون کے لیئے مخصوص ہو۔

بیت مقدس۔ مسجد اقصیٰ۔ تمامہ

بیت المقدس کی ابتدائی تاریخ

بیت المقدس کسی خاص عمارت کا نام نہین ہو بلکہ شہر کا نام ہو۔ لیکن یہان زیادہ تر قدس کہتے ہین یہ متبرک شہر اگرچہ حضرت داؤد و سلیمانؑ کی انتساب سے شہرت رکھتا ہو اور گویا اُس کے وجود کی تاریخ انھین انبیا کے عہد سے شروع ہوتی ہو۔ لیکن درحقیقت وہ اس عہد سے بہت پہلے موجود تھا۔ حضرت عیسیٰؑ سے ۱۰۴۸ برس پہلے حضرت داؤدؑ نے اسکو مدیئون سے چھینا اور اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ اس عہد سے آجتک وہ بڑے بڑے تاریخی واقعات کا مرکز رہا ہو۔ شروع اسلام مین مسلمانون کا قبلہ تھا اور عیسائیون کا آج بھی ہو۔

موجودہ حالت

موجودہ شہر کی آبادی پچاس ساٹھ ہزار سے زیادہ نہین۔ مکانات اور عمارتین معمولی درجے کی ہین۔ سڑکین بھی چندان وسیع نہین ہین۔ اور چونکہ اکثر جگہ مسقف بازار ہین اس لیئے زیادہ تنگی اور تاریکی ہو۔ شہر کے گرد پتھر کی شہر پناہ ہو۔ جو سلطان سلیمان اعظم نے ۱۵۴۲ء مین تیار کرائی تھی۔ یہ حالت قدیم شہر کی ہو۔ لیکن جدید آبادی نہایت پر فضا اور پُر رونق ہو۔ سڑک نہایت وسیع اور دونون طرف عالیشان عمارتین ہین بنگلے اور کوٹھیان کثرت سے ہین۔ اور احاطے عموماً وسیع اور سبزہ و چمن بندی سے آراستہ ہین۔ تمام شہر کی زبان اور وضع و لباس عربی ہو قسطنطنیہ کی طرح یہان بھی بہت سے زاویے اور تکیئے ہین۔ ہر قوم اور مُلک کے لیئے الگ الگ زاویہ ہو اور مسافرون کو کھانا اور قہوہ مفت ملتا ہو۔

میوہ جات

آب و ہوا نہایت عمدہ ہو۔ مین اگست کے آغاز مین پہونچا تھا۔ تاہم دن کو گلابی جاڑا ہوتا تھا اور رات کو اچھی خاصی سردی پڑتی تھی۔ میوے کثرت سے اور نہایت شیرین و لذیذ ہوتے ہین۔ اس وقت انگور کا آغاز تھا جسطرح ہمارے یہان صبح کے وقت بھٹے گاجرین وغیرہ ٹوکرون مین بھر بھر کر بازار مین لاتے ہین اور دو تک ڈھیر لگ جاتا ہو بعینہٖ یہی حالت یہان انگورون کی ہو۔ میرا تمام دن یہ شغلہ رہتا تھا کہ انگور کے دانے ٹونگا کرتا تھا۔

مسجد اقصیٰ

یہ وہ مبارک مسجد ہی جسکی بنا حضرت داؤد نے ڈالی اور حضرت سلیمان نے انجام کو پہونچایا۔ مسجد کا احاطہ جسکو حرم کہتے ہین۔ نہایت وسیع ہی۔ لیکن زیادہ تر ناہموار اور غیر مسطح ہی اور اکثر جگہہ خود رو گھانس اور جھاڑیان ہین۔ مین نے لوگون سے اِس کا سبب دریافت کیا معلوم ہوا کہ سلطان نے کئی دفعہ اسکی مرمت اور درستی کے لیے رقم کثیر بھیجی لیکن کارپردازون اور مجاورون نے اُس کا بہت کم حصہ صرف کیا۔ طرہ یہ کہ مین نے خود مجاورون سے پوچھا تو ایک صاحب نے فرمایا کہ "ہان کچھ رقم مجاورون کے تصرف مین بھی آتی ہی۔ اور کیون نہ آئے۔ باورچی کھانا پکاتا ہی تو نمک خواہ مخواہ چکھ لیتا ہی۔"

مسجد کی عمارت جسکا طول (۱۰۰۰) گز اور عرض (۷۰۰) گز ہی نہایت خوبصورت پرتکلف اور شاندار ہی۔ چھت ستونون پر ہی اور (۷۰۰) صرف سنگ رخام کے ستون ہین جابجا پچی کاری اور طلائی کام ہی۔ یہ عمارت جسقدر ہی عبدالملک بن مروان کی بنوائی ہی۔ البتہ بنیادون کی نسبت کہا جاتا ہی کہ حضرت داؤد کے عہد کی ہین۔ بائین جانب عمارت اور کسی قدر فاصلے پر ایک تہ خانہ ہی۔ دس بارہ سیڑھیان اُتر کر سطح زمین ملتی ہی۔ یہان نہایت عالیشان محرابون کی سات قطارین ہین۔ محرابون کے ستون نہایت چوڑے اور بلند ہین مجاورین ان محرابون کو حضرت سلیمان کے عہد کی تعمیر بتاتے ہین۔ اور اسقدر تو یقینی ہی کہ اسلام کے قبل کی ہین۔

حرم مسجد مین اور بہت سے متبرک مقامات ہین۔ مثلاً قبۃ السلسلہ۔ قبۃ المعراج۔ قبۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ لیکن سب مین زیادہ پُرشان قبۃ الصخرہ ہی یہان وہ پتھر رکھا ہوا ہی جسکی نسبت عوام مین مشہور ہی کہ آسمان و زمین کے بیچ مین معلق ہی۔ اور قیامت کے دن عرش مجید اسی پر رکھا جائیگا۔ اہل عرب اُسکو صخرہ اور ہمارے ملک کے عوام تخت رب العالمین کہتے ہین۔ اسمین شبہ نہین کہ یہ پتھر نہایت قدیم زمانہ کا ہی اور ہر زمانے مین اسکی نہایت عظمت کی گئی ہی۔ عیسائیون کا خیال ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اس پر قدم رکھا تھا۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین کے عہد سے پہلے جب اس پر عیسائیون کا قبضہ ہو گیا تھا تو انھون نے اپنے خیال کے موافق اس

صخرہ

قمامہ

عیسائیون کا بڑا گرجا

یہ وہی قیامت زا مقام ہے جسکے لیئے ایک زمانہ مین تمام یورپ امنڈ آیا تھا اور مدتون
تک یہ طوفان برپا رہا تھا - یہ ایک نہایت وسیع گرجا ہے اور عیسائیون کے اعتقاد کے موافق حضرت
عیسیٰ علیہ السلام اسی مقام مین مصلوب و مدفون ہوے اور یہین سے آسمان پر گئے - اس مکان
کا اہتمام و انتظام اگرچہ عیسائیون کے ہاتھ مین ہے لیکن چونکہ ٹرکی حکومت مین واقع ہے اور چھ لاکھ
اہل یورپ کے مقابلے مین صلاح الدین کی معرکہ آرائیون کی یادگار ہے اس لیئے اسکا بواب یعنی کلید بردار
مسلمان ہے - چنانچہ مین جب اُس گرجا مین گیا تو اُسکی رہبری سے تمام مقامات کی سیر کی -

مکان مین داخل ہوا تو دیکھا کہ ہر طرف بڑے بڑے رُہبان اور قسیس نہایت خشوع و خضوع
کے ساتھ عبادت مین مصروف ہین - بواب پہلے مجکو اُس مقام پر لے گیا - جہان سے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام (عیسائیون کے اعتقاد کے موافق) آسمان پر گئے - یہ ایک مختصر سا حجرہ ہے - صدر کی
جانب چبوترے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مورت ہے تمام بدن بجز ستر عورت کے برہنہ ہے صورت
سے کسی قسم کے تقدس اور شان نبوت کا اظہار نہین ہوتا - مین جب اس حُجرے مین گیا تو شمع روشن تھی
اور ایک بڑا شیخ پادری تصویر کی طرف ٹکٹکی باندھے مراقبہ مین مصروف تھا - مراقبہ سے فارغ
ہو چکا تو مجاور نے اُسکے سر پر تھوڑا سا پانی چھڑکا جس کو اُس نے بڑے ادب اور خشوع سے اپنے چہرہ
اور ڈاڑھی پر مل لیا -

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مورت

صلیب دیئے جانے کی جگہ بھی شان و شوکت کی ہے لیکن اُسکو دیکھکر عیسائیون کی سادہ
دلی پر سخت افسوس آتا ہے -

ایک بلند مستطیل چبوترے پر جو سرتاپا سنگ مرمر کا ہے صلیب کھڑی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی ہتھیلیون مین آہنی کیلین ٹھکی ہین - پاؤن کو اوپر تلے لکڑی پر رکھکر اس طرح میخ ٹھونکدی ہے
کہ پاؤن کو توڑ کر لکڑی مین نکل گئی ہے - اُسی کے قریب ایک طرف حضرت مریم نہایت غمگین کھڑی
ہین - حضرت مریم کا مجسمہ یعنی اسٹیچو نہایت شاندار ہے سونے کی مورت ہے اور لباس کے ساتھ
بنائی گئی ہے - لباس پیشواز کے مشابہ ہے - اس مقام پر بڑے بڑے رہبان اور قسیسون کا

مجمع تھا (راہبہ عورتین) بڑے خضوع وخشوع سے صلیب کی طرف ٹکٹکی باندھے ہاتھ جوڑے کھڑی تھین۔ مذہبی خیالات بھی کیا ہی عجیب چیز ہین!!!

علما اور فضلا کی ملاقات اور بعض دیگر حالات

بیت المقدس کے مفتی حسام

بیت المقدس کے مشہور اور نامور عالم سید طاہر ہین جو مفتی شہر ہین۔ اور مفتی ہی کے نام سے مشہور ہین۔ چونکہ قسطنطنیہ مین۔ مین نے ان کی تعریف سُنی تھی اس لیئے بیت المقدس پہونچکر سب سے پہلے انھین کی ملاقات کا قصد کیا۔ جون ہی کمرے مین داخل ہوا مفتی صاحب اور تمام حاضرین تعظیم کو اُٹھے۔ (یہ طریقہ یہان عام ہی اور ہر شخص کے لیئے برتا جاتا ہی) مزاج پرسی اور مختصر حالات پوچھنے کے بعد ایک صاحب نے فرمایا کہ "لعل حضرتکم من العلماء" یعنی غالباً آپ علما مین سے ہین۔ مین نے کہا کہ "لا ولکن من طلاب العلم" یعنی عالم تو نہین البتہ طالب علم ہون وہ پہلے سے ایک علمی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے اور میرے پہونچنے کی وجہ سے ان کی صحبت برہم ہو گئی تھی۔ جب اُن لوگون کو معلوم ہوا کہ مین بھی کچھ پڑھا لکھا ہون تو ایک صاحب نے نہایت تہذیب اور معقولیت سے کہا کہ "ہم لوگ ابھی ایک مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ اگر آپ پسند فرمائین تو وہ مسئلہ آپ کے سامنے بھی پیش کیا جائے"۔ اُن کے خاص الفاظ یہ تھے "یا حضرۃ الشیخ قد کنا قبل ذلک فی بحث فلو اجبتم عرضنا علیکم" غرض انھون نے وہ مسئلہ بیان کیا اور وہ یہ تھا کہ "قرآن مجید کی اس آیت مین کہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ خدا نے آنحضرت کو مخاطب کر کے کہا کہ تونے یہ واقعہ نہین دیکھا۔ حالانکہ یہ واقعہ آنحضرت کی ولادت سے سیکڑون برس پہلے واقع ہوا تھا"۔ مین نے کہا کہ رویت کا اطلاق علم یقینی پر بھی ہوتا ہی۔ خود قرآن مجید مین ہی الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل عرب کے جاہلیۃ کے اشعار مین بھی یہ اطلاق جا بجا موجود ہی۔ ایک صاحب نے میری تقریر پر اعتراض کرنا چاہا لیکن مفتی صاحب نے کہا یہ جواب بالکل صحیح ہی اور اس مین جائے گفتگو نہین۔ مین جب تک بیت المقدس مین رہا قریباً ہر روز اس پرلطف صحبت مین شریک ہوتا رہا۔

مفتی صاحب تقدس اور شریفانہ اخلاق کی مجسم تصویر ہین اور اسی کا اثر ہی کہ تمام شہر انکی

نہایت عزت کرتا ہو۔ اُن کی تنخواہ کل تین سو قرش ہو یعنی تین پنتیس روپے لیکن شہر مین ان کا جو اثر ہو وہ حاکم شہر کا بھی نہین۔ بڑی خوبی یہ ہو کہ اگرچہ پرانے زمانے کے آدمی ہین اور نہایت مقدس ہین۔ تاہم آزاد خیال ہین اور مذاق حال سے آشنا ہین۔

لطیفہ۔ ان ممالک مین علما کو عمامہ یا ٹوپی پر ایک سفید دھجی جسکو لفہ کہتے ہین لپٹینا ضروری امر ہو۔ مین جس دن قمامہ کی سیر کو گیا میرے سر پر صرف ٹوپی تھی عمامہ نہ تھا۔ راہ مین جا رہا تھا ایک صاحب نے جو روشناس ہو گئے تھے دیکھ لیا اور مفتی صاحب کے جلسے مین اس کا تذکرہ کیا چونکہ وہان کی رسم کے موافق یہ بالکل نئی بات تھی۔ لوگون مین اسکے چرچے ہوے۔ یہان تک کہ دوسرے دن جب مین مفتی صاحب کے دربار مین گیا تو ایک صاحب نے بڑے تعجب اور حیرت سے پوچھا کہ سمعنا ان حضرۃ الشیخ خرج من غیر لفہ یعنی ہم نے سنا کہ جناب والا عمامہ و لفہ کے بغیر بازار مین نکلے" مین نے کہا" ہان مین عیسائیون کے گرجے مین گیا تھا اور ایسے مقامات کیلئے عالمانہ لباس موزون نہین ہو۔ سب بول اُٹھے کہ واللہ قد اصبتم یعنی آپ نے بالکل بجا کیا۔

ایک دن مین بخارا والون کے زاویہ مین گیا۔ اتفاق یہ کہ اسی دن بخارا کے چند معزز رئیس اور معزز لوگ حج سے پھر کر بیت المقدس کی زیارت کو آئے تھے۔ شیخ زاویہ نے مجکو ان لوگون سے ملایا۔ صورت اور وضع سے دولتمند اور امیر اور محترم اور موقر معلوم ہوتے تھے بعض صاحب علم اور فقیہ تھے۔ چونکہ یہ لوگ روس کی حکومت مین رہتے ہین۔ مین ان سے روسی گورنمنٹ کے متعلق گفتگو کرتا رہا۔ بہت شکایت کرتے تھے اور زیادہ تر اس بات کے شاکی تھے کہ مسلمان بجبر فوج مین داخل کیے جاتے ہین اور کسی اسلامی حکومت سے جنگ پیش آتی ہو تو مسلمانون کو اپنے ہی ہم مذہبون سے مقابلہ کرنا پڑتا ہو۔

بیت المقدس سے روانگی

بیت المقدس سے روانہ ہو کر مین یافہ مین آیا اور وہان سے جہاز مین سوار ہو کر تیسرے دن اسکندریہ پہونچا۔ جہاز کا لنگر کرنا تھا کہ قلیون اور ملاحون کی مصیبت کا سامنا ہوا۔ یہ آفت یون تو ہر جگہ ہو لیکن اسکندریہ کو اس خصوصیت مین تمام مقامات پر ترجیح ہو۔ ہزار خرابی کنارے پر پہونچا

اسکندریہ

وہان قلیون کا ہجوم تھا۔ اور ایک ایک مسافر پر چار چار گرے پڑتے تھے۔ ایک قلی نے زبردستی میرا اسباب اٹھا لیا۔ مجبوراً مین اُسکے ساتھ ہولیا۔ اسکندریہ نہایت قدیم زمانہ کی یادگار ہے اور اس لحاظ سے اسکی سیر ضروری تھی لیکن مجکو قاہرہ جانے کی جلدی تھی۔ اس لیئے مین نے اسی وقت گاڑی کرایہ کی اور اسٹیشن پہونچا لطف یہ کہ قلی صاحب بھی گاڑی پر بیٹھ لیئے اور میرے پہلو مین بیٹھے میری کیا مجال تھی کہ اُنکی اس جسارت پر معترض ہوتا۔

دریا کے کنارے سے اسٹیشن تک شہر کا جو حصہ نظر سے گذرا نہایت آباد اور پُر رونق تھا۔ سڑکین وسیع دونون طرف نہایت بلند مکانات اور دکانین تھین اسٹیشن پر پہونچکر معلوم ہوا کہ ابھی دو تین گھنٹے کی دیر ہے۔ مین نے کہا لاؤ جب تک اِدھر اُدھر پھر آؤن۔ پاس ہی ایک جامع مسجد تھی وہان گیا نہایت شاندار اور خوبصورت ہے۔ وضو کرنے کا حوض وسیع اور خوشنما ہے۔ گرد استنجا خانے اور پاخانے ہین لیکن صفائی کا اسقدر اہتمام ہے کہ بُو اور رائحہ کا نام تک نہین۔

دس بجے ٹرین روانہ ہوئی۔ یہان کی گاڑیون مین بجاے بنچون کے آہنی کرسیان ہوتی ہین اور دو دو اسطرح ساتھ جڑی ہوتی ہین کہ دونون کی پشت ملی ہوتی ہے۔ ہر درجے مین آٹھ آدمیون کی نشست ہوتی ہے۔ چار ایک طرف۔ چار ایک طرف۔ سونے کی کوئی تدبیر نہین۔ رفع حاجت کا بھی کوئی بندوبست نہین۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یورپ مین بھی اسی قسم کی گاڑیان ہین۔ البتہ ایک بات نئی ہے اور آرام سے خالی نہین۔ وہ یہ کہ گاڑی ہی مین خوانچے والے جو بسکٹ۔ ڈبل روٹی پنیر اور میوے بیچتے ہین ہر وقت موجود رہتے ہین۔ اور چونکہ گاڑیون مین اس سرے سے اُس سرے تک آمد و رفت ہو سکتی ہے۔ خوانچہ والا ہر وقت پھرتا رہتا ہے اور تمام گاڑیون مین چکر لگاتا ہے۔

ریلوے گاڑیون کی قطع

سید صاحب نے اپنے سفرنامے مین یہان کی ریل کے کارخانے۔ سڑک۔ اسٹیشن لالٹینون غرض ہر ایک چیز کی نسبت بے سلیقگی اور میلے پن کی سخت ہجو کی ہے۔ اُسوقت شاید یہی حالت ہوگی لیکن اب یہ شکایت نہین ہو سکتی مین نے اسکندریہ سے قاہرہ اور قاہرہ سے اسمٰعیلیہ تک ریل مین سفر کیا۔ میرے نزدیک کوئی چیز قابل اعتراض نہ تھی۔

اس سفر مین جسقدر حصہ مصر کا میری نظر سے گذرا عجب سرسبز و شاداب تھا۔ جہان تک نگاہ

جاتی تھی نہایت سبز سبز کھیتیاں نظر آتی تھیں۔ سکندریہ سے قاہرہ تک جس [illegible]
نظر آئی میں نے ہندوستان میں پچاس ایکڑ زمین کبھی ایسی نہیں دیکھی۔ ریل شام
پہونچی اور میں نے جامع ازہر کے قریب ایک لوکانده (ہوٹل) میں قیام کیا۔

[illegible]

بیروت میں عبدالباسط آفندی نے مجکو ایک خط دیا تھا کہ قاہرہ پہونچکر شیخ عبدالحلیم کے پاس
بھجوا دینا۔ شیخ عبدالحلیم عبدالباسط آفندی کے چچیرے بھائی ہیں اور جامع ازہر میں پڑھتے ہیں۔ میں نے
وہ خط اُن کے پاس بھجوادیا۔ وہ دوسرے دن ہوٹل میں تشریف لائے اور کہا کہ اگر آپ کو یہاں کے
علمی حالات دریافت کرنے ہیں اور علما اور شیوخ سے ملنا ہی تو ہوٹل میں ٹھہرنا مناسب نہیں یہاں
علما اسکو بہت معیوب سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی ہدایت کے موافق میں جامع ازہر میں گیا اور اُنھوں نے
رواق الشامیین میں ایک پُر فضا حجرہ میرے لیے خالی کرا دیا۔ ایک مہینے سے زیادہ میں یہاں مقیم رہا
شیخ عبدالحلیم قریباً ہر وقت میرے پاس رہتے تھے اور میری تمام ضرورتوں کو انجام دیتے تھے۔ وہ میرے
رہنما انیس معرف اور اگر گستاخی نہو تو نوکر اور خادم بھی تھے۔ اور نوکر بھی بے تنخواہ بے غرض۔

قاہرہ کا اجمالی حال

قاہرہ کی ابتدائی تاریخ

یہ شہر مصر کا دارالسلطنت ہی بلکہ یہاں کے محاورہ میں مصر کا لفظ جب استعمال کیا جاتا ہی تو یہی شہر
مراد ہوتا ہی۔ جوہر سپہ سالار فاطمین نے ۳۵۸ھ میں اسکو آباد کرایا تھا اور اُس عہد سے آجتک
اس کو روز افزوں ترقی ہی۔ موجودہ مردم شماری ۳۷۴۸۳۸ ہی۔ سڑکیں وسیع اور مکانات عموماً
بلند اور خوش فضا ہیں۔ میں جب اُسکے وسیع اور پُر رونق بازاروں میں سیر کرتا پھرتا تھا تو بمبئی کا
دھوکا ہوتا تھا۔ قہوہ خانے نہایت کثرت سے ہیں اور بڑی تفریح اور آرام کی چیزیں ہیں لباس اور

اہل شہر کی وضع

وضع یہاں کی نہایت بھونڈی اور ناموزوں ہی۔ عوام نیلگوں لمبا کرتا پہنتے ہیں جسکا چاک کھلا رہتا ہی
پائجامہ۔ تہمد وغیرہ بالکل نہیں پہنتے خواص قفطان اور عبا پہنتے ہیں۔ لیکن چونکہ عبا میں کالر نہیں
ہوتا گردن کھلی رہتی ہی۔ اور بدنما معلوم ہوتی ہی۔ نئے تعلیمیافتہ کوٹ پتلون کا استعمال کرتے ہیں اور
یہ طریقہ روز بروز زیادہ مقبول ہوتا جاتا ہی عورتوں کی وضع اور لباس اس قدر بیہودہ اور بدنما ہی
کہ اس سے زیادہ قیاس میں نہیں آسکتا۔ عام عورتیں کو وہی نیلگوں لمبا کرتہ پہنتی ہیں لیکن دامن

اور نئے فیشن کی بیگمات جن کا لباس بالکل یوروپین ہوتا ہے وہ بھی ایک بدنما نیلگون برقع اوڑھکر
بیچا پا تیا بنجاتی ہین۔ برقع مین ناک کی جڑ سے سینے تک ایک سیاہ دہجی سونڈ کی طرح لٹکتی رہتی ہے
اس دہجی کے اٹکانے کے لئے سونے یا پیتل کی ایک گلی ہوتی ہے جو پیشانی پر لٹکتی رہتی ہے اور بجائے
زیور کے استعمال کی جاتی ہے۔

عام آدمیون کے اخلاق مین دنائت زیادہ پائی جاتی ہے معمولی سے معمولی چیز کی قیمت چکانے
مین حضرت امام حسین علیہ السلام یا حضرت عبدالقادر جیلانی کا واسطہ دلایا جاتا ہے مرد اور عورت بکثرت
بھیک مانگتے ہین اور بلا کی طرح لپٹ جاتے ہین۔

عام آدمیون کا اخلاق

موسم کے لحاظ سے یہ ملک ہمارے ہندوستان کے مشابہ بلکہ اس سے بدتر ہے کچھ عجیب طرح کی گرمی
پڑتی ہے طبیعت ہر وقت مضمحل اور سست رہتی ہے اور کسی کام کے کرنے کو جی نہین چاہتا مجکو خیال
تھا کہ مین یہان بہت کام کر سکون گا اور اسی وجہ سے بیروت و بیت المقدس مین کم قیام کیا تھا
کہ یہان زیادہ دنون تک رہ سکون لیکن گرمی نے وہ تمام منصوبے غلط کردیئے، صبح کے وقت گھنٹہ
دو گھنٹہ کام کرتا تھا باقی تمام دن حجرے مین بیکار پڑا رہتا تھا۔

مصر

مین

تعلیم کی حالت

ممالک اسلامیہ مین جو مقامات آج کل تعلیم کے مرکز خیال کیئے جاتے ہین قسطنطنیہ اور قاہرہ
ہین۔ اسی لحاظ سے مین نے ان دونون مقامون کی تعلیمی حالت دریافت کرنے مین بہت کچھ
کوشش کی قسطنطنیہ کی طرح یہان بھی سررشتہ تعلیم کے عہدہ دارون سے ملا سالانہ رپورٹین پڑھین
متعدد کالجون کے پروگرام دیکھے۔ بڑے بڑے کالجون مین خود جاکر اساتذہ کا طریق درس دیکھا۔ ان
تحقیقات سے جو باتین معلوم ہوئین ان کو ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہون۔ اس موقع پر یہ کہنا بھی
ضرور ہے کہ اگرچہ قسطنطنیہ مین تعلیم کو جو وسعت اور ترقی حاصل ہے مصر اور قاہرہ کو اس سے کچھ نسبت
نہین تاہم مصر کو اس بات مین ترجیح حاصل ہے کہ یہان سررشتہ تعلیم کے کاغذات جو عام طور پر

مصر کی اصطلاح مین تعلیم کے تین درجے قرار دیے گئے ہین۔

ابتدائی جسمین چار صفین ہین اور اس کی کل خواندگی ہمارے یہان کے مڈل کلاس کے برابر ہو۔

تجہیزی ابتدائی کے بعد شروع ہوتی ہو۔ اُسمین پانچ کلاسین ہین اور اُس کی خواندگی ہمارے یہان کے انٹرنس کے برابر ہو۔

خصوصی یعنی لا کلاس اور دار العلوم وغیرہ۔

مدارس تجہیزیہ مین فرنچ یا انگریزی کی بھی تعلیم ہوتی ہو۔ اور ۱۸۸۸ء سے یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہو کہ اِن مدرسون مین تاریخ۔ جغرافیہ۔ علوم طبیعۃ۔ لازمی طور پر فرنچ یا انگریزی زبان مین پڑھائی جائین۔ ان زبانون کی ترقی کے لیے سررشتۂ تعلیم نے یہ حکم جاری کیا کہ ان کی تعلیم صرف یورپین پروفیسرون کے ذریعے سے دلائی جائے اس سے پہلے چونکہ فرنچ کا اثر زیادہ تھا اس لیے فرنچ پڑھنے والے طلبا کی تعداد زیادہ تھی چنانچہ ۱۸۸۹ء مین اُن کی تعداد ۲۵۰۰ تھی اور انگریزی خوان صرف ... تھے لیکن اب انگریزی خوانون کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہو اور فرنچ پڑھنے والون کی تعداد قریباً وہی ہو جو ۱۸۸۹ء مین تھی۔

اب ہم بڑے بڑے کالجون اور بعض اسکولون کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کرتے ہین۔

دار العلوم

مصر اور نہ صرف مصر بلکہ تمام ممالک اسلامیہ مین جو کالج مجکو سب سے زیادہ پسند آیا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۲) (قریباً ۱۰ لاکھ روپے) کا اضافہ منظور کیا۔ تعلیم کی طرف لوگون کا میلان روز بروز بڑھتا جاتا ہو۔ [illegible] سال بہ نسبت اور سالون کے [illegible] کے کالجون اور اسکولون مین زیادہ داخل ہوے۔ [illegible] جو مدت بند ہو گئے تھے مین نے دوبارہ ان کے جاری ہونے کا حکم دیا۔ [illegible] پاشا کی دوبارہ [illegible] جنھون نے پانچ ابتدائی مکتبون کو دیہات و قصبات مین کھلوانا تجویز کیا [illegible] نے [illegible] کی طرف توجہ [illegible] کو بالکل بڑھا دیا جاتا ہون۔ [illegible] آپ لوگ تعلیم کی طرف سے مطمئن رہئے [illegible] بہت ترقی دون گا۔

جسکو مین نے مُسلمانون کے درد کے لیے کافی سمجھا وہ یہی کالج ہے اور میرا ہمیشہ یہ خیال ہے اور مین نہایت مضبوطی سے اسپر قائم ہون کہ مسلمان مغربی علوم مین گو ترقی کے کسی رتبہ تک پہونچ جائین لیکن جب تک اُن مین مشرقی تعلیم کا اثر نہو اُن کی ترقی مسلمانون کی ترقی نہین جا سکتی۔ بے شبہ مشرقی تعلیم کی جو موجودہ اسکیم ہے۔ وہ نہایت ابتر اور غیر ضروری ہے لیکن اسی تعلیم مین ایسی چیزین بھی ہین جو مسلمانون کی قومیت کی روح ہین اور جس تعلیم مین اس روحانیت کا مطلق اثر نہو وہ مسلمانون کے مذہب۔ قومیت۔ تاریخ۔ کسی چیز کو بھی زندہ نہین رکھ سکتی۔

جس مصیبت کا ہندوستان مین رونا ہے وہی قسطنطنیہ بیروت اور مصر مین بھی موجود ہے یعنی نئی تعلیم مین قومیت اور مذہبی پابندی کا اثر کم ہے۔ اور پُرانی تعلیم اس قابل نہین کہ دنیا کی موجودہ ضرورتون کا ساتھ دے سکے۔ صرف ایک یہ دار العلوم ہے جو دونون ڈانڈون کو ملانا چاہتا ہے۔ اگرچہ افسوس ہے کہ ابھی پورا کامیاب نہین ہوا۔ اس کالج کا اول جسکو خیال آیا وہ **علی پاشا مبارک** مصر کا ایک مشہور روشن ضمیر ہے اُس نے خود مشرقی اور مغربی تعلیم دونون حاصل کی ہین اور یورپ کی متعدد زبانین جانتا ہے۔ وہ کئی دفعہ مصر کے سر رشتہ تعلیم کا افسر رہ چکا ہے۔ اُسکی تاریخی تصنیفات تمام ممالک اسلامیہ مین پھیلی ہوئی ہین اور در حقیقت نہایت مفید ہین۔ اُس نے جامع ازہر کی طرز تعلیم کی بھی اصلاح کرنی چاہی تھی۔ ۔ ازہر کے شیوخ راضی نہوے۔ غالباً اسکے بعد اُسنے اس کالج کی بنیاد ڈالی۔

اوّل اوّل اس کالج کا ظاہری مقصد یہ قرار دیا گیا کہ اُسکے تعلیم یافتہ مدارس سرکاری کی مدرسی کے لیئے انتخاب کیئے جائین لیکن ۱۸۸۲ء مین گورنمنٹ کی اجازت کے مطابق سر رشتہ تعلیم نے یہ قاعدہ منظور کیا کہ اسکے سند یافتہ۔ جج اور قاضی و مفتی مقرر ہو سکین اسکے ساتھ کورس مین اور متعدد علوم اضافہ کیئے گئے اور ایک کمیٹی نے جسکا پریسیڈنٹ جامع ازہر کا شیخ الشیوخ تھا اسکے کورس کے لیئے کتابین منتخب کین۔

اس کالج مین داخل ہونے کی ضروری شرط یہ ہے کہ طالب علم مشرقی علوم مین سے نحو۔ صرف فقہ۔ اصول فقہ۔ تفسیر۔ حدیث مین مناسب استعداد رکھتا ہو۔

ہون اور اس قسم کے طلبا وہی ہو سکتے ہین جنھون نے قدیم طریقے پر تعلیم پائی ہو اُس سے لیے
کالج مین طالبعلمون کی تعداد بہت کم ہی۔ اگرچہ سررشتہ تعلیم نے اسی لحاظ سے اِس کالج مین کچھ
فیس نہین مقرر کی۔ بلکہ بجائے اسکے ہر طالب علم کو پندرہ روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہی۔ ایک وقت
کا کھانا بھی کالج ہی سے ملتا ہی۔ طالبعلمون کے لیے جو لباس مقرر کیا گیا ہی وہ بھی وہی قدیم
مولویانہ لباس ہی۔ جو لوگ یہان سے تعلیم پاکر نکلتے ہین اچھے اچھے عہدون پر ممتاز بھی ہوتے ہین
یہ سب کچھ ہی لیکن جن لوگون کو پرانی تعلیم نے ایک دفعہ بھی چھو لیا تمام عمر کے لیئے اُن کو علوم جدیدہ
سے وحشت ہو جاتی ہی۔ حالانکہ یہ علوم عربی ہی زبان مین تعلیم دیئے جاتے ہین۔ مینے جب اس
کالج کو دیکھا تو اسمین ۳۵۵ طالبعلم تھے جنمین سے اکثر جامع ازہر کے تعلیمیافتہ تھے،

طریقۂ تدریس

درس کا طریقہ بھی یہان خاص ہی۔ اُستاد یا شاگرد کسی کے ہاتھ مین کتاب نہین ہوتی اُستاد
زبانی لکچر دیتا ہی اور اس وسعت اور فصاحت سے تقریر کرتا ہی کہ خود دل پر نقش ہو جاتی ہی
اُسی لحاظ سے مصر کے نہایت نامور علما اُس کی پروفیسری کے لیئے انتخاب کیئے گئے ہین مثلاً
شیخ حمزہ فتح اللہ پروفیسر ادب شیخ حسن الطویل معلم الحدیث ڈاکٹر عثمان بک پروفیسر
تاریخ طبعی۔ یہ سب مصر کے مشہور علما ہین اور اُن کی تصنیفین نہایت قدر کے قابل خیال کی
جاتی ہین۔ مصر مین آج جو لوگ عربی کے نامور انشا پرداز ہین اکثر اسی کالج کے تعلیمیافتہ ہین
ادب کا جو کورس مقرر کیا گیا ہی وہ کوئی خاص کتاب یا چند کتابون کا انتخاب نہین ہی بلکہ عربی
لٹریچر کے وہ تمام نادر حصے جن کو فن ادب کی جان کہنا چاہیئے۔ اسی طرح تفسیر مین صرف ان آیتون
کا درس ہوتا ہی جو بلحاظ بلاغت یا اخلاق یا مسائل کلام۔ زیادہ مہتم بالشان ہین۔ چنانچہ سنہ ۱۸۹۰ء
مین جو نصاب تعلیم مقرر کیا گیا اُسمین ان تمام مقامات کی تفصیل کر دی گئی ہی۔ اور وہ سرکاری
مطبع مین چھپکر شائع ہو گیا ہی

ادب اور فقہ کے درس مین مین خود بھی شریک ہوا تھا۔ دونون پروفیسرون نے جس
فصاحت اور خوبی سے تقریر کی۔ اب تک میرے دل مین نقش ہی۔ کاش ہمارے یہان کے
علما بھی اس طریقے کی تقلید کرتے۔ طالبعلمون کی استعداد کا حال اس سے ظاہر ہوگا کہ جسوقت
ہم کالج کی سیر کر رہے تھے احمد بک تعلیم نے جو کالج کے سکرٹری ہین ایک طالبعلم کو جس کا

نام احمد توصی تھا بلایا اور اُس سے کہا کہ قلم دوات لےکر بیٹھ جاؤ اور اسی وقت ان کی شان مین (میری طرف اشارہ کرکے) کچھ اشعار لکھو۔ وہ سامنے ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور یہ اشعار لکھ کر سُنائے ؎

لقد فقت الوریٰ وعلوت قدرا ۔ محمد انت شبلی المعالی

بتشریف زیارتنا ادمن صدرا ۔ وقد اولیتنا شرفا وفضلا

تزید تفضلا ونزید شکرا ۔ فلا زلنا نراک بکل انس

اگرچہ شبلی المعالی کی ترکیب بے جوڑ ہے اور دوسرے شعر مین اقواء ہے۔ تاہم خوبی زبان و برجستگی ادا کے لحاظ سے مین نے بہت داد دی۔

مدرسۃ الحقوق

داخلے کے شرائط

اس کالج مین قانون کی تعلیم ہوتی ہے اور یہان کے مندا فتہ وکیل [illegible] دن پر مامور ہوتے ہین - اس کالج مین داخل ہونے کی ضروری شرطین یہ ہین کہ طالب علم کی عمر ۱۶ برس سے زیادہ ہو۔ تجہیزی تعلیم (انٹرنس کلاس) کی سند رکھتا ہو چال چلن اچھا ہو چیچک کا ٹیکا لگ چکا ہو۔ تندرستی اچھی ہو۔ داخلہ کے وقت ایک خاص امتحان تحریری و تقریری لیا جاتا ہے۔ تحریر مین فرنچ اور عربی کی زباندانی کے متعلق سوالات ہوتے ہین - اور تقریر مین ان کے علاوہ تاریخ و جغرافیہ بھی داخل ہے - اس امتحان مین کامیاب ہونے کے بعد اسکو اپنے باپ یا کسی مربی کا ایک خط پیش کرنا ہوتا ہے جسکے یہ الفاظ ہوتے ہین کہ "کالج کے خارج اوقات مین مین اس لڑکے کے چال وچلن کا ذمہ دار ہون" ان تمام باتون کے بعد ۵ پونڈ یعنی کم وبیش دو سو روپیہ بطور فیس کے داخل کرنے ہوتے ہین - اور اسوقت طالب علم کالج مین داخل کرلیا جاتا ہے تعلیم کی مدت چار برس ہے اور مضامین جو تعلیم مین داخل ہین حسب ذیل ہین -

سال اول - عربی - فرنچ - ترجمہ - مسک دفاتر (یعنی املا و تحریر) شریعت اسلامیہ قانون قضا و عدالت - عام قانون اور پالٹیکس کے اصول عام -

سال دوم - علاوہ مضامین بالا کے رومن لا - قانون فوجداری -

حساب۔ ہندسہ جبر و مقابلہ علم طبیعیہ کیمیا۔ فقہ۔ توحید۔ یہ تمام مضامین بجز فقہ و توحید کے فرنچ مین پڑھائے جاتے ہین اور بعض مضامین انگریزی زبان مین بھی اس کالج نے جس طرح مصر کو ملکی ضرورتون کے لحاظ سے فائدہ پہونچایا ہو علمی ترقی کے لیے بھی وہ نہایت مفید ثابت ہوا ہو مصر کی علمی زبان ابتک عربی ہو اور غالباً ہمیشہ رہیگی۔ کالجون مین جو کتابین پڑھائی جاتی ہین عموماً فرنچ سے ترجمہ کی گئی ہین۔ ایک خاص محکمہ اس غرض سے قائم کیا گیا ہو کہ فرانس مین ڈاکٹری وغیرہ کی جو نئی عمدہ تصنیف شایع ہو فوراً ترجمہ کر لیجائے۔ اور کالجون کے کورس مین داخل کی جائے۔ چنانچہ اس وقت تک سیکڑون کتابین ترجمہ ہو گئین اور ہوتی جاتی ہین۔ ان تمام ضرورتون کو اسی کالج نے پورا کیا ہے۔

مدرسۃ الطب

علم الحیوانات و نباتات

یہ بہت بڑا کالج ہو اور اس کا سالانہ خرچ ایک لاکھ سے زیادہ ہو۔ کالج کی عمارت نہایت وسیع ہو۔ اور مختلف مضامین کی تعلیم کے لیے کثرت سے جداگانہ بڑے بڑے کمرے مخصوص ہین تشریح کے لیئے جو کمرہ ہو وہ نہایت وسیع ہو اور اُس مین ہر وقت بہت سی لاشین موجود رہتی ہین جن پر تشریح کے تجربے عمل مین آتے ہین [illegible]ع مین میکرد جبرانی کی تعلیم کے لیئے ان کے متعلق جداگانہ کارخانہ کھولا گیا علم الحیوانات کی تعلیم ایک وسیع مکان مین ہوتی ہو جسمین مختلف قسم کے جانور نہایت کثرت سے موجود ہین۔ کالج کے احاطہ مین ایک باغ ہو جو علم نباتات کی غرض سے تیار کیا گیا ہو۔ اور اسمین سیکڑون مختلف اقسام کے نباتات ہین جن کی پرداخت نہایت اہتمام و نگرانی مین کی جاتی ہو۔ علم الکیمیا بھی اُسکی تعلیم کا ضروری جزو ہو [illegible]ع تک اسکی تعلیم صرف نظری طریقے پر ہوتی تھی [illegible]ع مین عملی تجربون کے لیے کالج کی عمارت مین متعدد بڑے بڑے کمرے اضافہ کیئے گئے اور [illegible]ع مین گیس وغیرہ اور جو چیزین عملی تجربے کے لیئے ضرور تھین اُسمین مہیا کی گئین۔ ہر سال اس کالج سے ایک گروہ کثیر تعلیم پاکر نکلتا ہو جن مین سے بعض تکمیل تعلیم کے لیئے یورپ بھیجے جاتے ہین۔

تمام کتابین جو اس کالج کی نصاب تعلیم مین داخل ہین عربی زبان مین ہین اور فرنچ وغیرہ سے

یورپ کی طبی کتابوں کا ترجمہ

ترجمہ کی گئی ہین۔ چونکہ یورپ مین ہمیشہ علوم وفنون کی طرح علم طب بھی روزافزون ترقی کرتا جاتا ہی اور ہر سال اُسکے مسائل مین بہت سی نئی معلومات کا اضافہ ہوتا جاتا ہی۔ اِس لیئے ایک خاص اس غرض سے مقرر ہی کہ اِس قسم کی جو کتاب فرنچ وغیرہ مین شایع ہو اسی وقت عربی زبان مین ترجمہ کر لی جائے۔ اور اس کالج کے کورس مین داخل کی جائے۔ اِس طریقے سے علم طب کے متعلق ترجمہ شدہ کتابون کا ایک بڑا ذخیرہ تیار ہو گیا ہی جسکی تعداد کتب خانہ خدیوی کی فہرست سے معلوم ہو سکتی ہی۔ مصر کے علما نے بہت سی کتابین اس فن مین خود بھی تصنیف کی ہین اور یونانی و موجودہ طبابت مین محاکمہ بھی کیا ہی۔ کاش ہمارے مُلک کے اطبا جو انگریزی نہ جاننے کی وجہ سے یورپ کی تحقیقات سے محروم ہین۔ اِن جدید تصنیفات کو بہم پہونچاتے اور اُن سے مستفید ہوتے لیکن ہماری قوم مین یہ ہمّت کہان! حالانکہ سچ پوچھیئے تو یہ کچھ ہمّت کی بات بھی نہین۔
اس کالج مین کُل ۱۵ پروفیسر ہین جن مین سے تین یورپین اور باقی مصری ہین۔

بقیہ کالج اور اسکول

ان کالجون کے سوا اور متعدد کالج انجنیری، صناعی، وغیرہ کے ہین۔ اور ترقی کی حالت مین ہین۔

انجنیرنگ کالج

انجنیرنگ کالج مین جو علوم وفنون پڑھائے جاتے ہین اور اُسکے داخلہ و امتحان کے متعلق جو قواعد ہین ایک جداگانہ رسالے مین چھاپ گئے ہین۔ جسکے صفحون کی تعداد ۱۵ ہی اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ تعلیم کی اسکیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہی۔ مین جب اس کالج مین گیا تو پرنسپل نے مجھسے شکایت کی کہ موجودہ ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن نے اِس کالج کو نہایت سخت نقصان پہونچایا ہی۔ اِسکے قبل یہان کا کورس وہی تھا جو فرانس کے انجنیرنگ کالج کا ہی اور اسی غرض سے تمام مضامین فرنچ زبان مین پڑھائے جاتے تھے لیکن حال کے ڈائرکٹر صاحب نے حکم دیا ہی کہ تمام مضامین انگریزی مین پڑھائے جائین اور ہندوستان کے رُڑکی کالج کی تقلید کی جائے پرنسپل صاحب کہتے تھے کہ رُڑکی کی مستعمہ کتابین یہان منگوائی گئین اور مین نے اُن کو دیکھا وہ یہان کے موجودہ کورس سے نہایت کم رتبہ کی کتابین ہین۔ مگر افسوس ہی کہ ہمکو اُسکی تعلیم پر مجبور کیا جاتا ہی۔

صنعت کا مدرسہ

مدرسۃ الصنایع جسمین صنعت اور حرفت کی تعلیم ہوتی ہی اور جس کا سالانہ خرچ ایک لکھ

زیادہ ہی۔ نہایت ترقی کی حالت مین ہی۔ نجاری حدادی وغیرہ صنعتین جو سکھائی جاتی ہین علمی طریقے
سے سکھائی جاتی ہین۔ اور اس بنا پر کوئی طالب علم جبتک تعلیم ابتدائی (جو مڈل کی برابر ہی) حاصل
نہ کر چکا ہو اسمین داخل نہین ہوسکتا عربی و فرنچ و انگریزی زبانون کے علاوہ علوم ریاضیہ
مشین۔ کیمیا طبعیات کے ابتدائی حصے بھی پڑھائے جاتے ہین۔ ہر روز تین گھنٹہ ان نظری علوم
کی تعلیم ہوتی ہی۔ اور سات گھنٹے مختلف صنعتون کی علمی مشق کرائی جاتی ہی سررشتہ تعلیم نے رپورٹ
کی ہی کہ اس مدرسے کو نہایت ترقی ہی اور جو چیزین وہان تیار کی جاتی ہین تعجب انگیز ہین۔

عام مدارس

عام اسکول بھی کثرت سے ہین۔ مدارس تجہیزیہ دو ہین۔ توفیقیہ تجہیزیہ۔ توفیقیہ کا سالانہ
خرچ ایک لاکھ سے زائد ہی اور قریبًا چار سو طلبا اسمین تعلیم پاتے ہین۔ اسمین ابتدائی بھی شامل
ہین۔ اس مدرسے کا مکان نہایت خوبصورت اور خوش فضا ہی۔ خدیو مصر نے شاہی عمارتون
مین سے ایک وسیع مکان جسکا نام قصر النزہتہ ہی۔ مدرسہ کو عنایت کیا ہی اور چونکہ اس کی وضع
تعلیمی اغراض کے مناسب نہ تھی پچاس ہزار روپیہ اس غرض کے لیئے اور عنایت کیئے کہ حسب
ضرورت اسمین ترمیم و اصلاح کیجائے۔ چنانچہ سکرٹری مدرسے کی ہدایت کے مطابق اُس کی
عمارت مین ترمیم اور اضافہ کیا گیا۔ چونکہ مدرسے مین تعلیم کے تین درجے تھے قسم خاص۔ ابتدائی
تجہیزی۔ ان تینون کے لیئے جداگانہ عمارتین تعمیر ہوئین۔ اور ۵۰۳ طالب علمون کے لیئے بورڈنگ
کے کمرے بنائے گئے۔ مدرسے کے متعلق دو بڑے بڑے کمرے تصویر کشی اور کیمسٹری کی مشق کے
لیئے ہین اور نہایت خوشنما ہین۔

مدرسہ تجہیزیہ

تجہیزیہ۔ اس کا سالانہ خرچ کم و بیش دو لاکھ ہی اور چار سو لڑکے اسمین تعلیم پاتے ہین بورڈرون
سے ۲۵ پونڈ یعنی ساڑھے چار سو روپے سالانہ فیس لیجاتی ہی۔ بورڈنگ اگرچہ وسیع نہین اور
نہ طالبعلمون کے لیئے الگ الگ کمرے ہین لیکن تمام لڑکے نہایت سلیقہ اور صفائی کے ساتھ
رہتے ہین۔ مین جسوقت اس مدرسے مین گیا کھانے کا وقت تھا۔ سکرٹری مدرسہ نے جس کا
نام احمد بک نظیم ہی۔ مجھسے کہا کہ پہلے کھانے کے کمرے کی سیر کیجیے۔ کمرہ نہایت وسیع اور خوشنما تھا
اور دو تین میزین اور کثرت سے کرسیان بچھی ہوئی تھین۔ کھانے کا طریقہ اگرچہ قسطنطنیہ اور شام
کے موافق تھا۔ یعنی چار چار شخصون کے آگے ایک ایک پلیٹ تھی۔ چھری کانٹے بالکل نہ تھے

تاہم مجھکو تعجب بلکہ حیرت ہوئی کہ لڑکے اس خوبی اور صفائی سے کھاتے تھے کہ اُن کے ہاتھ مطلق نہین بھرتے تھے، نہ میز کی چادر پر کہین دھبہ تھا۔ آپس مین بات چیت کرتے تھے لیکن شور وغل کا کیا ذکر ہے گونج تک نہ تھی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ مدرسے کے افسرون مین سے دو ایک ہمیشہ طالبعلمون کے ساتھ کھانا کھاتے ہین اور ہر ہفتہ مین کھانا کھانے کی تہذیب و شایستگی پر لکچر دیا جاتا ہے۔

یورپ مین تعلیم پانے والے

مصر مین مُدت سے یہ طریقہ جاری ہے کہ ہر سال سلطنت کی طرف سے چند طالب علم تکمیل تعلیم کے لیئے یورپ بھیجے جاتے تھے یہ تعداد اس مناسبت سے ہوتی تھی کہ ہمیشہ ۳۰ طالب علم یورپ مین موجود رہتے تھے، سفر اور وہان کے قیام کا تمام صرف گورنمنٹ مصر کو برداشت کرنا پڑتا تھا اگرچہ گورنمنٹ نے نہایت فیاضی سے یہ مصارف برداشت کیئے لیکن بدقسمتی سے گورنمنٹ اور ملک کو ایک مدت تک کچھ فائدہ نہ پہونچا۔ جو لوگ تعلیم پاکر آئے ان مین (ہمارے ہندوستان کی طرح) بہت کم ایسے نکلے جو کسی فن مین کامل ہون یا اُن کی ذات سے ملک کو کسی قسم کا فائدہ پہونچا آخر سر رشتہ تعلیم کے افسر نے اس پر توجہ کی اور غور و تحقیق کے بعد اس نقصان کے اسباب دریافت کیئے۔ جن مین سے ایک بڑا سبب یہ تھا کہ لڑکون کے انتخاب مین غلطی ہوتی تھی۔ اکثر بڑی عمر کے لڑکے بھیجے جاتے تھے اور چونکہ ابتدائی تعلیم و تربیت عمدہ نہین ہوتی تھی۔ یورپ کی تعلیم و تربیت کا اثر اُن پر بہت کم پڑتا تھا۔ اُس وقت سے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ آئندہ سے جو لڑکے بھیجے جائین اُن کی عمر بارہ برس سے زیادہ نہ ہو اسمین ایک یہ مشکل تھی کہ مذہب اور عربی زبان کی تعلیم کا انتظام نہین ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اُسکے لیئے یہ قاعدہ قرار دیا گیا کہ چند علما طالبعلمون کے ساتھ جائین جو عربی زبان اور مذہب کی تعلیم دیتے رہین۔ یہ طریقہ نہایت مفید ثابت ہوا اور چونکہ ملک نے ان طالبعلمون کی عمدہ مثالین دیکھین لوگ اپنی اولاد کو اپنے صرف سے بھیجنے لگے یہان تک کہ سنہ ۱۸۸۰ء مین جسقدر لڑکے یورپ مین تعلیم پاتے تھے اُن مین ۲۵ گورنمنٹ کی طرف سے اور ۲۵ خود اپنے صرف سے تعلیم پاتے تھے سنہ ۱۸۸۸ء مین جسقدر طالب علم یورپ مین موجود تھے اور

طلبا جو یورپ مین تعلیم پاتے ہین

یورپ ہی مین تعلیم پائین - یا اگر بڑی عمر کے ہون تو ضرور ہی کہ یورپ جانے سے پہلے ایف اے کی سند حاصل کر چکے ہون - ہمارے ہندوستان مین بھی یہ عام شکایت ہی کہ یورپ کی تعلیم مین جو مصائب کثیر برداشت کئے جاتے ہین اُن کا کافی صلہ نہین ملتا - یہ شکایت بالکل سچ ہی اور غالباً اس کی وہی وجہ ہی جو مصر کے ڈائرکٹر تعلیم نے بیان کی -

قدیم تعلیم

و

جامع ازہر

جامع ازہر کی ابتدائی تاریخ

یہان کی قدیم تعلیم دوسرے لفظون مین جامع ازہر کی تعلیم ہی اس لیئے قدیم تعلیم کی کیفیت بیان کرنے کے لیئے جامع ازہر کے حالات بیان کرنے کافی ہین - یہ وہی جامع ہی جسکی نسبت کہا جاتا ہی کہ کل دنیا مین اس سے قدیم کوئی یونیورسٹی نہین ہی یہ ایک جامع مسجد ہی اور قاہرہ مین سب سے پہلے مسجد جو تعمیر ہوئی وہ یہی ہی - فاطمین مصرین سے خلیفہ المعز لدین اللہ کے ایک غلام نے جو سسلی کا رہنے والا تھا اپنی قابلیت خداداد سے دولت فاطمیہ کا دست و بازو بن گیا تھا سنہ ۳۵۹ھ مین اس مسجد کی بنیاد ڈالی اور سنہ ۳۶۱ھ مین انجام کو پہونچی سنہ ۳۷۸ھ مین خلیفہ عزیز باللہ نے مسجد سے متصل طالب علمون کے لیے کچھ مکانات بنوائے - اور ۳۵ طالبعلمون کے لیئے وظیفہ مقرر کیا حاکم بامر اللہ نے سنہ ۴۰۰ھ مین مسجد کی عمارت مین تجدید کی اور اُس کے مصارف کے لیئے ۱۶۷ دینار منافع سالانہ کی جائداد وقف کی سنہ ۷۶۱ھ مین امیر طواشی نے یتیمون کے لیئے ایک خاص مکتب قائم کیا اور اُسکے ساتھ تمام طلبا مسجد کے لیئے بہت سی جائدادین وقف کین - رفتہ رفتہ بہت بڑا دار العلم بن گیا یہان تک کہ سنہ ۸۱۸ھ مین اُسکے طالبعلمون کی تعداد ۷۵۰ سے متجاوز تھی جسمین ہر ملک اور ہر قوم کے اشخاص تھے اور آج تو یہ حالت ہی کہ کثرت طلبا کے لحاظ سے تمام دنیا کی کوئی یونیورسٹی اسکی ہمسری نہین کر سکتی کم و بیش چار پانچ ہزار طالب علم خود مسجد مین سکونت رکھتے ہین - بہت سے پاس پاس کی مسجدون مین رہتے ہین لیکن کھانا یہین سے ملتا ہی - غرض ہر قسم کے طلبا کی تعداد جن کو جامع ازہر سے تعلق ہی بارہ ہزار سے متجاوز ہے - ہر ملک کے طالبعلمون کے لیے الگ الگ بالاخانے ہین

طالبعلمون کی تعداد

طالبعلمون کے رہنے کا طریقہ

جن کو یہان رُواق کہتے ہین۔ بہت سے طالب علم بلکہ کثرت سے ایسے ہین جن کے لیئے مکان یا حجرہ کچھ بھی نہین مسجد کے صحن مین سیکڑون بلکہ ہزارون چھوٹی چھوٹی الماریان اوپر تلے چُنی ہین۔ یہی اُن کے توشہ خانے ہین جنمین وہ اپنے کپڑے اور ضروری اسباب رکھتے ہین۔ سُونے بیٹھنے کے لیئے مسجد کا تمام صحن پڑا ہوا ہی۔ اول اول جب مین اُس مسجد کی زیارت کے لیے گیا تو دور سے گونج کی آواز آئی اندر داخل ہوا تو ہر طرف طالب علم ہی طالب العلم نظر آتے تھے۔ جابجا مدرسین درس دے رہے تھے اور ایک ایک کے گرد تین تیس چالیس چالیس کا مجمع تھا۔ یہ حلقے تیس چالیس سے کم نہ تھے اور چونکہ پاس پاس تھے اس لیے اس قدر شور و غل تھا کہ کان پڑی آواز نہین سنائی دیتی تھی۔ مجکو خیال ہوا کہ آج کوئی خاص دن ہی۔ اسوجہ سے کثرت سے طلبا جمع ہو گئے ہین۔ لیکن دو چار روز رہ کر یہ معلوم ہوا کہ یہ معمولی حالت ہی مجکو خیال ہوا کہ اس ہنگامہ مین جمعیت خاطر ایک طرف مدرسین کی آواز بھی طالب العلم کے کان تک پہونچتی ہی یا نہین۔

جن جن ملکون مثلاً شام۔ مغرب۔ جزیرہ۔ عراق بخارا۔ خراسان افغانستان ہندستان وغیرہ کے طالبعلمون کے لیئے رواق بنے ہین وہان کے لوگ ہمیشہ سوداگرون کے ذریعے سے سالانہ کچھ رقم بھیجتے ہین جو ان طلبا کو جیب خرچ کے طور پر دیجاتی ہی معمولی کھانا خود ازہر سے ملتا ہی۔ لیکن چونکہ صرف روٹیان ملتی ہین اس لیئے سالن کا اہتمام اُن کو خود کرنا پڑتا ہی بہت سے طلبا جن کو چار چار پانچ پانچ روٹیان ملتی ہین نان بائی کو دو تین روٹیان دے کر اُس کے بدلے سالن لے لیتے ہین۔ اور اسطرح اُن کے جیب خرچ پر چندان بار نہین پڑتا

خوراک

روٹیون کی تقسیم کا طریقہ یہ ہی کہ وقت معین پر طلبا کا ایک گروہ بازار مین (جو مسجد کے سامنے ہی) دو رویہ صف باندھکر کھڑا ہو جاتا ہی اور روٹیان تقسیم ہونی شروع ہوتی ہین۔ ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ آتا ہی اور یہ سلسلہ کئی گھنٹہ تک قائم رہتا ہی۔ طالب علمون کے ہاتھون مین کوئی تولیہ یا رومال نہین ہوتا جسطرح بھیک منگے جو کچھ ملتا ہی ہاتھ پھیلا کر لے لیتے ہین ان طالبعلمون کا بھی یہی حال ہی۔

تعداد مدرسین

مدرسین کی تعداد چالیس سے زیادہ ہی مدرس اول جو شیخ ازہر کہلاتا ہی اور جسکی تنخواہ

چھ سات سو ماہوار سے کم نہین ہوتی نہایت معزز سمجھا جاتا ہی۔ یہان تک کہ خود حکومت
اُس کا پاس کرتی ہی۔ اِس مدرسے کا مجموعی خرچ دو تین لاکھ روپے سالانہ سے کم نہین ۱۸۹۴
مین علاوہ اِس رقم کے سرشتہ تعلیم سے دو لاکھ روپے سالانہ کی رقم اور منظور ہوئی۔

مجکو اپنے تمام سفر مین جسقدر جامع ازہر کے حالات سے مسلمانون کی بدبختی کا یقین ہوا
[illegible] چیز سے نہین ہوا۔ ایک ایسا دار العلم جسمین دُنیا کے ہر حصے کے مسلمان جمع ہون جس کا
سالانہ خرچ دو تین لاکھ سے کم نہو جسکے طالبعلمون کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو اسکی
تعلیم و تربیت سے کیا کچھ امید ہوسکتی تھی لیکن افسوس ہی کہ وہ بجاے فائدہ پہونچانے کے
لاکھون مسلمانون کو برباد کر چکا ہی اور کرتا جاتا ہی۔ تربیت و معاشرت کا جو طریقہ ہی اور جس کا
مین ابھی ذکر کر چکا ہون اُس سے حوصلہ مندی۔ بلند نظری۔ جوش ہمت غرض تمام شریفانہ اوصاف
استیصال ہوجاتا ہی۔ مین نے یہان ایسے طلبا دیکھے ہین جنکے عزیز اور نہایت قریب عزیز
چچا۔ ماموں وغیرہ) خود اسی شہر مین بڑے بڑے معزز عہدون پر ہین۔ اور ان کی تمام ضرورتون کے
متکفل بھی ہین۔ تاہم چونکہ یہ طلبا ازہر مین رہتے ہین۔ اِس لیے اُن کو عام بازار مین ہاتھ
روٹیان لیتے مین ذرا شرم نہین آتی۔ طالبعلمون کی دنارت اور پست حوصلگی کا یہ حال ہی کہ بازار
مین پیسے کی ترکاری خریدتے ہین تو کنجڑے کو قسم دلاتے جاتے ہین کہ بحق سیدنا الحسین
یعنی تجکو امام حسین ع کے سر کی قسم واجبی قیمت بتانا! کیا اِس قسم کے تربیت یافتہ لوگون سے یہ
امید ہوسکتی ہی کہ وہ اسلام کی عظمت و شان بڑھائین گے؟ ہمارے ملک مین جو اس قسم کے
مدرسے ہین ازہر ان سے بھی گیا گذرا ہی۔

طلبا کے اخلاق

اِس سے زیادہ تر افسوس تعلیم کی ابتری کا ہی یہان مستقل اور اصلی طور پر صرف فقہ و نحو کی تعلیم
ہوتی ہی اور دونون کے لیے آٹھ آٹھ برس مقرر ہین منطق۔ فلسفہ۔ ریاضی اور دیگر علوم عقلیہ تو
گویا درس مین داخل ہی نہین۔ اصول فقہ۔ تفسیر حدیث۔ ادب معانی بیان کی تعلیم ہی۔
اسقدر کم ہی کہ اتنے بڑے دار العلم کے کسی طرح شایان نہین نحو اور فقہ جسپر ایک عمر صرف کی جاتی
ہی اُن کی تعلیم بھی محققانہ اور مجتہدانہ نہین ہوتی۔ کافیہ وغیرہ کی شرحین شرحون کے حواشی او
حواشی کے حواشی پڑھائے اور یاد کرائے جاتے ہین۔ شیخ طلبان حال مین ایک بزرگ گذرے ہین

ان کی ایک شرح ہی۔ اس شرح کو اس قدر مہتم بالشان سمجھا گیا ہو کہ اُس کی شرحین اور شرحون کے حاشیے
درس مین داخل ہین۔ اور اِس تمام سلسلہ کا ضبط و حفظ کرنا بڑا کمال خیال کیا جاتا ہی۔ چونکہ مین نے
خود ازہر مین قیام کیا تھا۔ اکثر طلباء سے صحبت رہتی تھی مین ان کو نہایت معمولی ناقابل
التفات جزئی بحثون مین مصروف دیکھتا تھا۔ اور افسوس کرتا تھا۔ اسی لغو طریقہ تعلیم کا اثر ہی کہ
ایک مدت سے ازہر نے کوئی قابل قدر عالم اور مصنف نہین پیدا کیا۔ مین نے طلباء سے
دریافت کیا کہ شیخ ازہر جو اُستاد الکل خیال کیے جاتے ہین ان کی کوئی تصنیف بھی ہے
اُنھون نے بڑے فخر سے کہا کہ ہان صبان پر بڑے معرکے کے حاشیے لکھے ہین۔

زیادہ افسوس یہ ہو کہ تعلیم کسی اصول پر نہین ہی۔ نہ صف بندی ہو نہ کوئی خاص نصاب ہی
نہ امتحان ہوتا ہو نہ ترقی پانے کے لیئے کوئی قاعدہ مقرر ہی۔ افسوس پر افسوس یہ ہو کہ ان ابتریون
کی اصلاح کی کوئی تدبیر نہین ہی علی پاشا مبارک نے جو ایک زمانہ مین سر رشتۂ تعلیم کا افسر
تھا کچھ اصلاح کرنی چاہی تھی اسپر ازہر کے تمام علما اُسکے دشمن بن گئے۔ اور چونکہ شیخ ازہر کا
اثر طلباء پر منحصر نہین بلکہ تمام ملک اسکو مذہبی پیشوا تسلیم کرتا ہی۔ اِس لیئے پاشائے موصوف کو عاجز
کرنا پڑا۔ ازہر حقیقت مین ایک ملکی طاقت ہو اور خود سلطنت اس کی مخالفت پر بآسانی
جرأت نہین کر سکتی۔

کتب خانہ خدیویہ

یہ نہایت عالیشان کتب خانہ ہو اور ترتیب و خوش اسلوبی زیب و زینت حسن انتظام
خوبی عمارت مین قسطنطنیہ کے تمام کتب خانون سے بہتر ہی۔ عمارت نہایت شاندار و وسیع ہی
اور مختلف حصون مین منقسم ہی۔ ایک حصہ سیر و مطالعہ کے لیئے مخصوص ہے اسمین تین
بڑے بڑے کمرے ہین۔ ایک کمرے مین بہت بڑی لمبی میز ہی جسپر رجسٹر اور فہرست کی جلدین چُنی
ہین۔ ایک کمرہ مطالعہ۔ اور ایک نقل و کتابت کے لیئے خاص ہی۔ جو شخص کوئی کتاب لینی چاہے
افسر کتب خانہ اُسکو ایک چھپا ہوا کارڈ دیتا ہی۔ کارڈ مین مفصلۂ ذیل عنوان ہوتے ہین۔ کتاب
لینے والے کا نام مع تصریح سکونت و پیشہ ضامن کا نام (اجنبی شخص کو بغیر ضمانت کے کتاب نہین

کتاب کے لینے کا طریقہ

تفسیر	۶۴۷	تصوف	۷۰۵
مواعظ	۳۷۷	الفوائد والادعیة	۶۴۴
اصول فقه	۲۲۵	آداب البحث	۲۰۸
فقه حنفی	۱۴۵۱	فقہ مالکی	۲۳۷
فقہ شافعی	۵۲۰	فقہ حنبلی	۱۲۶
علم الفرائض	۱۳۸	علم صرف	۲۳۸
نحو	۱۰۲۹	بلاغة	۲۸۵
علم الوضع	۱۸	علم اللغة	۱۶۰
عروض و القوافی	۶۸	علم ادب	۱۲۴۹
تاریخ	۱۱۸۴	ریاضی	۱۸۸
علم الهیئة	۱۹	علم المیقات	۵۵۴
علم الحروف والاسماء	۱۸۵	الکیمیاء والطبیعة	۹۸
طب	۴۶۴	منطق	۲۵۶
حکمت و فلسفہ	۱۲۴	فنون متنوعہ	۱۰۹۶

میزان کل ۱۴۷۰۵

مین اس موقع پر بعض نادر و نایاب کتابون کے نام درج کرتا ہون جو اس کتبخانہ مین موجود ہین -

تفسیر - احکام القرآن لابی بکر الجصاص المتوفی ۳۷۰ھ - احکام القرآن لابن العربی - احکام القرآن لکیا الہراسی المتوفی ۵۰۴ھ - اعراب القرآن للنحاس النحوی المتوفی ۳۳۸ھ ہجری - اعجاز القرآن للباقلانی - البحر المحیط لابن حیان الاندلسی - البرہان للشیخ ابی الحسن الواحدی المتوفی ۴۶۸ھ فی عشر مجلدات - البسیط للواحدی - تنزیہ القرآن للقاضی عبد الجبار المعتزلی - جامع البیان فی تاویل القرآن لمحمد بن جریر الطبری ۲۱ مجلدات - تفسیر ابن جوزی

قلعہ - یہ قلعہ سلطان صلاح الدین کے عہد کا ہو قلعہ کی اصل عمارت مین نہین دیکھ سکا - البتہ محمد علی پاشا کی مسجد دیکھی - بڑی شان و شوکت کی ہو - چھت اور دیوارون پر طلائی نقش و نگار ہین - تمام مسجد مین نہایت عمدہ ترکی قالین کا فرش ہو - مسجد کے قریب وہ عجیب و غریب کنواں ہو جس کو عوام نے چاہ یوسف اور زندانِ یوسف مشہور کر رکھا ہو اور لوگ اُس کی زیارت کو جاتے ہین - چونکہ سلطان صلاح الدین کا اصل نام یوسف تھا - اِس لیئے مجاورون کو عوام کے بہکانے کا اچھا ذریعہ ہاتھ آگیا ہو لطف یہ ہو کہ اس مین ایک قبر بنا رکھی ہو اور اس کو حضرت یوسف علیہ السّلام کی قبر بتاتے ہین - مجاور صاحب نے مجکو بھی دھوکا دینا چاہا اور جب مین نے کہا کہ حضرت یوسفؑ یہان کہان ؟ تو برجستہ فرمایا کہ "مجکو سہو ہوا یہ اُس قیدی کی قبر ہو جو حضرت یوسفؑ کے ساتھ قیدخانہ مین داخل ہوا تھا اور اُن سے خواب کی تعبیر پوچھی تھی۔

چاہ یوسف

یہ کنواں درحقیقت عجیب و غریب ہو اس کے عمق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہو کہ (۳۰۰) سیڑھیان اُتر کر اُس کی جگت ملتی ہو - سیڑھیان بڑے کج و پیچ سے بنائی گئی ہین اور راستہ اِس قدر تاریک ہو کہ بغیر شمع کے کچھ نظر نہین آسکتا - چنانچہ جو لوگ اُس کی سیر کو جاتے ہین مجاور شمع لیکر اُن کے ساتھ ہوتا ہو - جگت پر پہونچکر مین نے کنکری پھینکی - تو دیر کے بعد اس کی آواز آئی جس سے معلوم ہوا کہ پانی بہت فاصلہ پر ہے۔

انیتک خانہ یعنی عجائب خانہ - یہ عجائب خانہ محمد علی پاشا خدیو مصر نے ۱۸۳۵ء مین قائم کیا - شہر سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر سرکاری باغ ہو جو کئی میل لمبا چوڑا ہو عجائب خانہ اسی مین واقع ہو - اس مین بیشمار کمرے ہین اور نہایت خوبصورتی سے مرتب ہین - یہان حضرت عیسیٰؑ سے بہت پہلے کی یادگارین موجود ہین - تشتریان - پیالے - مرتبان - اور اس قسم کے سیکڑون برتن ہین جو کئی کئی ہزار برس کے ہین - سب سے عجیب و غریب وہ لاشین ہین جن پر ہزارون برس گذر چکے اور ابتک اصلی ہیئت کے ساتھ قائم ہین - ان کو عربی مین مومیائی اور انگریزی مین ممی کہتے ہین - قدیم مصریون کا دستور تھا کہ لکڑی یا پتھر کو کشتی کی وضع پر تراش کر اُس مین مُردون کی لاشین رکھتے تھے - اور خالی جگہ کو چونہ وغیرہ سے

عجائب خانہ

قدیم لاشین

بھر کر اوپر کی سطح پر مردہ کی تصویر بنا دیتے تھے لاشون مین ایک خاص قسم کا مصالحہ لگایا جاتا تھا
جس کی وجہ سے بدن سڑنے گلنے سے محفوظ رہتا تھا۔ اس قسم کے بہت سے تابوت یہان
موجود ہین اور ان ہی کو مومیائی یا ممی کہتے ہین۔ ان مین سے دو تین تابوت کھل گئے ہین
یعنی اوپر کا چونہ اور مصالحہ ہٹ گیا ہی۔ اور اس وجہ سے تمام جسم صاف نظر آتا ہی۔ مین نے
بہت غور سے ان لاشون کو دیکھا۔ باوجود ہزارون برس گذرنے کے جسم پر بوسیدگی کا ذرا بھی
اثر نہین۔ سر کے بال اور ناخن بدستور قائم ہین۔ اُن کو دیکھکر دل پر عجیب تاثیر ہوتی ہی۔ اور
درحقیقت ان سے بڑھکر عبرت کا مرقع اور کیا ہوگا؟

زندان یوسف ع

سجن یوسف۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کا قیدخانہ ہی۔ یہ وہی قیدخانہ ہی جس کا
ذکر قرآن مجید مین ہی۔ اور جو حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال مبارک کی وجہ سے رشک ارم تھا۔

شعر

در چمن یوسف زلیخا بحسرت می گفت
یاد زندان کہ درو انجمن آرائے ہست

علامہ مقریزی نے لکھا ہی کہ صحیح روایات اور قرائن سے ثابت ہی کہ حضرت یوسف جس
قیدخانہ مین قید ہوئے تھے وہ یہی مقام ہی۔ مجکو سخت افسوس ہی کہ مین اس عبرت انگیز اور متبرک
مقام کی سیر نہ کر سکا۔ مین نے اس کا تذکرہ صرف اس وجہ سے کر دیا ہی کہ ہمارے ہم وطنون مین
سے خدا کسی کو یہان پہونچائے تو میری طرح اُس کی زیارت سے محروم نہ رہے۔

اسلامی قدیمی یادگارین بھی یہان کثرت سے ہین۔ مسجدون کی تو کچھ انتہا نہین سیکڑون
بلکہ ہزارون ہین۔ ان مین سب سے قدیم جامع عمرو بن العاص ہی جو حضرت فاروق رض کے عہد خلافت
کی یادگار ہی۔ مشہد حسین ع ایک مسجد ہی جسکی نسبت مشہور ہی کہ حضرت امام حسین ع کا سر مبارک
اس مین مدفون ہی۔ معلوم نہین کہ روایت کہان تک صحیح ہی۔ لیکن یہان کے عام لوگ اسی
بنا پر مسجد کا نہایت احترام کرتے ہین۔ حکومت کی طرف سے بھی اس کے لئے بڑا اہتمام ہی۔ شاندار
وسیع اور خوبصورت مسجد ہی۔ اس پر تکلف اور سازوسامان نے اور بھی اس کی رونق بڑھا دی ہی
تمام مسجد مین ترکی قالین بچھا ہوا ہی۔ اور غالباً بہت جلد جلد بدلا جاتا ہی کیونکہ مین نے جب دیکھا
تو کہنگی اور فرسودگی کا مطلق اثر نہ تھا

سب سے زیادہ عجیب و غریب مسجد سلطان حسن کی مسجد ہو جو قلعہ کے قریب ہو۔ اس مسجد کی
تعمیر مین متصل تین برس تک بیس لاکھ درہم (پانچ ہزار روپیہ) روزانہ صرف ہوئے ۷۵۷ھ
مین اس کی تعمیر شروع ہوئی۔ اور ۷۶۱ھ مین انجام کو پہونچی۔ اس کو مدرسہ سلطان حسن بھی
کہتے ہین۔ کیونکہ اس کے چار طرف بڑے بڑے ایوان ہین جنمین ائمہ اربعہ کے فقہا فقہ و حدیث
کا درس دیتے ہین۔ مورخ مقریزی نے لکھا ہو کہ تمام ممالک اسلام مین کوئی مذہبی عمارت اسکے
مثل تعمیر نہین ہوئی۔ اگرچہ مین اس دعوی کو تسلیم نہین کر سکتا لیکن اسمین شبہ نہین کہ دنیا
کی کوئی مسجد اس قدر بلند اور مرتفع نہین ہو۔ افسوس اور سخت افسوس ہو کہ ایسی عجیب و غریب
یادگار بالکل ویران ہو رہی ہو۔ رات کو اس مین چراغ تک نہین جلتا۔ اور دروازہ ہر وقت
بند رہتا ہو۔ مین دروازہ کھلوا کر اندر گیا تو ہر طرف وحشت برستی تھی۔ اسلامی سلطنت مین ایسی
عظیم الشان مسجد کی یہ بے قدری نہایت قابل تعجب ہو۔

مزارات

مزارات اور مشاہد بھی کثرت سے ہین۔ اور ان کے مصارف کے لیئے بہت سے اوقاف
ہین۔ حضرت زینبؓ (امام حسین علیہ السلام کی بہن)، حضرت کلثومؓ۔ امام شافعیؓ۔ امام لیثؓ کے
مقبرے بڑی شان و شوکت کے ہین۔ مین نے امام شافعیؓ کے مزار کی زیارت کی۔ اور مزارات
کی زیارت کا بھی ارادہ تھا لیکن وہان پہونچکر جو حالت دیکھی اُس سے طبیعت کو وحشت ہوئی
اور متاسف ہو کر واپس آیا۔ مصریون نے ہفتہ کے خاص خاص دن قرار دے رکھے ہین
جن مین اُن کے اعتقاد کے موافق۔ حضرت زینبؓ و امام شافعیؓ وغیرہ کی روحین عالم بالا سے اپنے
مزارات کی طرف متوجہ ہوتی ہین۔ ان خاص دنون کو حضرۃ کہتے ہین اور جس سے حضرۃ کا جو دن
ہوتا ہو اس دن اُس کے مزار پر بڑی بھیڑ ہوتی ہو۔ کثرت سے لوگ زیارت کو آتے ہین اور قبر کو
بوسہ دیکر اپنی حاجتین اور مرادین مانگتے ہین۔ اس وقت لوگون کی جو حالت ہوتی ہو اس مین شرک
و بت پرستی مین اگر کچھ فرق ہو تو ایسا دقیق ہو کہ مجھ جیسے ظاہر بین کو نظر نہین آسکتا تھا مجکو ہندوستان
ہی کی قبر پرستی کا رونا تھا لیکن مصر ہو کر تمام اسلامی دنیا کی نسبت یہ شعر یاد آیا ؎

زپاے تا بسرش ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

تعلیم قدیم

قدیم زمانہ کے مدرسے جن کا اجمالی ذکر مین نے گذشتہ تعلیم مین کیا ہو اب بھی موجود ہین

لیکن ویران ہوتے جاتے ہین۔ راہ چلتے چلتے اتفاق سے ایک مدرسہ مین میرا گذر ہوا اگرچہ وہ
ایک محض معمولی مدرسہ تھا لیکن عمارت خوشنما اور بہت اونچی تھی چارون طرف طالبعلمون کے
رہنے کے کمرے۔ بیچ مین وسیع صحن۔ صحن مین دو ایک کیاریان اور کھجور کے چند درخت ہین
غرض اُس کی حالت سے اندازہ ہوتا تھا کہ چھوٹے سے مدرسہ کا ویران ہونے پر یہ حال ہی تو بڑے بڑے
مدرسے زیادہ پُر شان موزون اور خوبصورت رہے ہونگے۔

مطابع

مطابع واخبارات

چونکہ مصر کی مطبوعہ کتابین تمام ہندوستان مین پھیلی ہوئی ہین اور عربی کتابون کے چھاپنے
اور پھیلانے مین مصر نے عام ناموری حاصل کی ہی۔ اس لیے ان مطبعون اور یہان کے کتب فروشون
کا مختصر تذکرہ بھی ضروری ہی۔

مطابع یہان نہایت کثرت سے ہین اور بعض بعض قابل تعریف ہین۔ بالخصوص بلاق کا
سرکاری مطبع عظیم الشان مطبع ہی۔ اور صحت وصفائی و خوبی کاغذ و عمدگی طبع کے لحاظ سے اپنا
آپ نظیر ہی۔ یہ مطبع ۱۸۲۱ع مین محمد علی پاشا کے حکم سے قائم ہوا اور اُس وقت اس مین چار سو
آدمی کام کرتے تھے۔ اب بھی نہایت رونق پر ہی لیکن افسوس اور سخت افسوس ہی کہ ملک کے مذاق
کے خراب ہو جانے کی وجہ سے عمدہ اور نادر المضمون کتابین کم چھپتی ہین۔ کتب خانہ خدیویہ مین جو
نایاب قلمی کتابین موجود ہین ان مین سے اگر سو دو سو کتابین بھی چھاپ دی جائین تو دُنیا
معلومات مفیدہ سے مالا مال ہو جائے۔ مین نے بعض روشن ضمیر مطبع والون سے اس باب مین گفتگو کی
اُنھون نے جواب دیا کہ اس قسم کی کتابین عام پسند نہین۔ عام پسند کتابین البتہ بار بار چھپتی ہین
اور بک جاتی ہین۔ مثال کے طور پر اُنھون نے کہا کہ کتاب الخراج قاضی ابو یوسف جو آٹھ برس
سے پہلے چھپی تھی اُس کی جلدین آج تک نہین نکلین۔ افسوس اور شرم کی بات ہی کہ کتبخانہ خدیویہ
کی نادر کتابین یورپ جا کر چھپتی ہین اور وہان سے شایع ہوتی ہین۔ سید عبد الواحد طوبی
ایک مشہور تاجر ہین۔ یورپ والون نے اُن سے معاملہ کر رکھا ہی وہ اُن کے حسب فرمائش
کتابون کی نقل لکھوا کر یورپ کو بھیجتے ہین۔ چنانچہ سید عبد الواحد نے مجکو تین چار کتابون کے

قلمی اجزا دکھلاے جو اُنھون نے یورپ بھیجنے کے لیئے نقل کرائے تھے

البتہ مصر کا یہ احسان ہی کہ کتابین نہایت ارزان ہین جن کی وجہ سے اُن کا نفع بہت عام ہی۔ مین نے بہت سی کتابین خریدین جو نولکشوری مطبوعات سے بھی کم قیمت تھین۔ جن لوگون کو مصر کی کتابین مطلوب ہین ان کو چاہیئے کہ براہ راست مصر سے منگوائین بمبئی سے نہ منگوائین۔ جہان کے تاجر چوگنے نفع پر بھی قناعت نہین کرتے۔ مصر کی کتابون کے لیئے سید عبدالواحد طوبی سے خط و کتابت کرنی چاہیئے۔ اُن کا پتہ یہ ہی مصر قاہرہ قریب الجامع الازہر روپے منی آرڈر کے ذریعہ سے بے تکلف بھیجے جا سکتے ہین۔

اخبارات جو عربی زبان مین نکلتے ہین تیس سے اوپر ہین۔ ان مین المؤید۔ المقطم التقدم۔ اہرام۔ زیادہ نامآور ہین۔ اِن کے علاوہ ۲۵-۳۰ اخبارات اور رسالے فرنچ اور انگریزی زبان مین نکلتے ہین۔

انگریزی گورنمنٹ کی بدولت یہان کے اخبارون کو آزادی حاصل ہی۔ اِس لیئے یہ اخبارات ہر قسم کے معاملات پر نہایت آزادی سے لکھتے ہین اور خوب لکھتے ہین۔ چونکہ عربی زبان مین پالٹیکس پر بہت کم کتابین لکھی گئی ہین اور ہمارے ہندوستان کے علما اس قسم کے مضامین پر چار سطرین بھی نہین لکھ سکتے۔ اِس لیئے بعض بزرگون کا خیال تھا کہ پالٹیکس کے خیالات اس زبان مین پوری طرح ادا ہی نہین ہو سکتے۔ لیکن مصر کے اخبارات نے اِس خیال کو قطعاً باطل کر دیا ہی۔

ماہوار رسالے بھی متعدد ہین اور بعض بعض بڑی بڑی قابلیت سے شایع ہوتے ہین ان مین سے مقتطف اور الہلال زیادہ کامیاب ہین۔ الہلال ہماری لجنۃ الادب[1] مین آتا ہے آٹھ روپیہ سالانہ قیمت ہی۔ مین سفارش کرتا ہون کہ ارباب ذوق بھی اِس کی خریداری فرمائین اور فائدہ اُٹھائین۔

[1] یہ ایک انجمن ہی جو ہمارے مدرسۃ العلوم مین ڈیڑھ سال سے قائم ہی۔ ہر مہینے مین اسکے تین اجلاس ہوتے طلبہ مضامین پڑھتے ہین اور جس قدر تقریرین اور اسپیچین کی جاتی ہین بلکہ اُسکی تمام کارروائی عربی زبان ہی مین ہوتی ہی۔ شاید تمام ہندوستان مین یہ پہلی مجلس ہی۔ ہمارے قدیم مدارس عربیہ کو اس انجمن کی تقلید کرنی چاہیئے۔

تھیٹر

تھیٹر

تھیٹر یہان دو تین ہین - ایک سرکاری ہی جو خدیو اسمٰعیل پاشا کے عہد مین تعمیر ہوا تھا یہ بڑے تکلف اور شان و شوکت کا ہی لیکن اِس زمانہ مین بند تھا - اِس لیے مین اس کی سیر نہ کر سکا - ایک اور تھیٹر ہی جو کسی عیسائی کمپنی کا ہی - مین نے ایک دفعہ اُس کی سیر کی - پردے اور ساز و سامان اچھے ہین - تماشا یہ تھا کہ نوبیادیا (یونان (مقام یاد نہین) کی ملکہ اور قیصر روم مین حدود مملکت کے متعلق جھگڑا ہی قیصر نے ملکہ سے بعض نئے ممالک طلب کیے - ملکہ نے انکار کیا - اِس پر دو تین بار ردّ و بدل ہوئی یہان تک کہ جنگ چھڑ گئی اور بڑا معرکہ ہوا - عورت جو ملکہ بنی تھی اُس کا لباس بالکل یوروپین تھا کمر مین ننگی تلوار تھی اور نہایت ہی زیب دیتی تھی - ایکٹ بھی اُس نے خوب ادا کیا تھا - قاصد سے قیصر کا پیغام سُن کر اُس کا تڑپ کر اُٹھنا تلوار کو جنبش دینے اور غیظ لہجہ مین یہ الفاظ کہنے کیف نرضی بھذ الذل والھوان ساتھ ہی عرب جاہلیت کے چند فخر آمیز اشعار کا پڑھنا واقعی عجیب اثر پیدا کرتا تھا - اشعار اُس نے گائے نہین تھے - بلکہ غیظ اور ادعا کے لہجہ مین ادا کیے تھے - لڑائی کے وقت دونون فوجین ہاتھون مین تلوارین لیکر دست بدست لڑتین تلوارون کے وار صاف نظر آتے تھے - اور جو لوگ زخمی ہو ہو کر گرتے تھے - اُن کی لڑکھڑاہٹ اور بے اختیار زمین پر گرنے سے معلوم ہوتا تھا کہ واقعی زخمی ہو کر گرتے ہین - سب سے زیادہ مجکو جو چیز پسند آئی وہ یہ تھی کہ اخیر مین سب نے خدیو کی سلامتی کا گیت گایا - پورا گیت یاد نہین مگر یہ الفاظ ضرور تھے - العیش تم - والنفع عم من النیل والمحترم اسی طرح اور متعدد ہم قافیہ ضرور تھے - ہر ہر فقرہ پر آواز کا چڑھاؤ اُتار عربی لہجہ کے ساتھ نغمہ طرازی - اصول موسیقی کا لحاظ اور سب سے بڑھ کر یہ خیال کہ اس جوش سے خدیو کی سلامتی کا راگ گانے والے سب عیسائی ہین - میرے دل پر عجیب اثر کرتا تھا -

تھیٹر ہندوستان کا ہو خواہ عرب اور مصر کا - میرے نزدیک اس کی شرکت وقار متانت کے خلاف ہی لیکن اسلامی سلطنت کی ہر چیز عزیز معلوم ہوتی ہی سے

اُس نقش پا کے سجدہ نے کیا کیا ذلیل
مین کوچۂ رقیب مین بھی سر کے بل گیا

کلب وانجمنین

انجمنین

انجمنین یہان کثرت سے ہین اور اُن کے مختلف مقاصد ہین ۔ خیراتی ہین جن کا مقصد غریبون کی امداد و اعانت ہو لیکن تعجب ہو کہ ان مین ایک بھی مسلمانون کی نہین علمی انجمنین بھی متعدد ہین جن مین جمعیۃ العلماء المصریہ جو ۱۸۵۹ء مین قائم ہوئی اور المجمع العلمی الجغرافی جس کو خدیو اسمٰعیل پاشا نے ۱۸۷۵ء مین قائم کیا[ل] زیادہ نامور اور فائدہ رسان ہین ڈیبٹنگ کلب یعنی مناظرہ کی مجلسین نہایت کثرت سے ہین اور ان کی وجہ سے مصریون نے لکچر دا سپیچ کے فن مین بہت ترقی کی ہو۔ ایک مجلس مین مین خود شریک ہوا صدر کی جانب ایک بلند چبوترہ تھا جس پر صدر انجمن اور سکرٹری کی کرسیان بچھی تھین عام حاضرین نیچے ان پر تشریف فرما تھے میرے سامنے چار پانچ شخصون نے گفتگو کی ۔ اُن کی تقریرین ایسی برجستہ پُر زور اور فصیح تھین کہ مجھپر ایک حیرت سی طاری تھی ۔ تعجب یہ ہو کہ مصریون کی عام بول چال نحو کے لحاظ سے محض غلط بلکہ بے معنی ہوتی ہو لیکن اس قسم کے موقعون پر نہایت شستہ عربی بولتے ہین اور تکلف و آورد کا نام نہین ہوتا ۔ اِس قسم کی مجلسون اور اخبارات کی آزادی کی وجہ سے مصریون مین جو عام زندہ دلی ۔ آزادی خیالات ۔ جرأت اور حوصلہ مندی پیدا ہوگئی ہو ۔ ٹرکی ممالک بلکہ کل موجودہ اسلامی حکومتون مین اس کا پرتو تک نہین ۔

مولد نبوی

مولد نبوی

مصر والون کو حقیقت مین اس بات پر ناز کرنا چاہیئے کہ مولد کے اصلی معنی اگر سمجھے تو انھین نے سمجھے ۔ یہان مولد کا طریقہ یہ ہو کہ شہر سے باہر ایک وسیع خطہ زمین ہو جس کو ایک معزز خاتون نے اسی کام کے واسطے وقف کر دیا ہو ۔ اس میدان مین تین طرف نہایت ترتیب اور سلیقے سے خیمے اور شامیانے نصب ہوتے ہین اور بیچ کی زمین بطور صحن کے چھوڑ دی جاتی ہو

[ل] اس انجمن نے جغرافیہ کے متعلق نہایت نادر تحقیقات اور معلومات فراہم کین جو مستقل رسالے کی صورت مین چھپ کر شایع ہوئی ہین اس انجمن کا ایک ... پاس مکان اور کتب خانہ اور دیگر لوازمات ہین ۱۲

صحن بالکل دائرہ کی ہئیت مین ہوتا ہی اور اُس کے ہر چہار طرف سُرخ جھنڈیان کھڑی کی جاتی ہین۔ خیمے اور شامیانے چونکہ عموماً پاشاؤن اور امرا کے ہوتے ہین نہایت تکلف اور نفاست سے آراستہ کیے جاتے ہین ہر پاشا اور امیر اپنا خیمہ جداگانہ طرز سے آراستہ کرتا ہی۔ جھاڑ فانوس کی روشنی ہوتی ہی اور کثرت سے ہوتی ہی۔ ہر خیمہ مین شربت یا چاے یا اور کوئی اسی قسم کی چیز ہر وقت مہیا رہتی ہی جس وقت کوئی شخص اگرچہ وہ عام تماشائی ہو خیمہ مین داخل ہوتا ہی فوراً چاے یا شربت سے اُس کی تواضع کی جاتی ہی۔

خدیو کا خیمہ جس مین اُن کی طرف سے اُن کا نائب شریک ہوتا ہی مُزین ہوتا ہی اور نہایت پُرشان اور پُر رونق ہوتا ہی۔ ہر خیمہ مین خاص خاص گروہ کے فقرا اور صوفیہ جمع ہوتے ہین اور اپنے اپنے طریقہ کے موافق ذکر کرتے ہین۔ ذکر کا طریقہ ہندوستان کے فقرا سے بالکل جُدا ہی سب لوگ حلقہ باندھکر کھڑے ہوتے ہین اور ذکر کے خاص الفاظ ایک ساتھ بلند آواز سے کہے جاتے ہین۔ ان الفاظ کے ساتھ رکوع کے قریب جُھک کر کمر اور گردن کو عجیب طور پر حرکت دیتے ہین۔ اگر کوئی شخص دور سے دیکھے تو اس کو ورزش کا دھوکا ہو درویشان رقاص کا طریقہ اور بھی عجیب ہی اور سچ یہ ہی کہ فقر و تصوف کی تضحیک و توہین ہی۔ ان لوگون کا لباس ایک خاص وضع کا ہوتا ہی۔ پوری ہئیت تو خیال مین نہین لیکن اس قدر یاد ہی کہ نیچا جامہ اور کمر مین سبز پٹکا ہوتا ہے یہ لوگ صف باندھکر بیٹھتے ہین اور ان مین جو شخص ذکر کرنا چاہتا ہی وہ وسط محفل مین جا کر ناچنا شروع کرتا ہی۔ لوگون کا بیان ہی کہ ناچ کے تمام اصول ادا کیے جاتے ہین۔ لیکن مین نے جو دیکھا اُسی قدر تھا کہ وہ شخص ایک جگہ کھڑا ہو کر پھرکی کی طرح چکر لگاتا تھا۔ قریباً ایک گھنٹہ تک اسی طرح ناچتا رہا لیکن ہاتھ یا کسی اور عضو کو حرکت نہین ہوتی تھی۔ ایک اور گروہ تھا جس کا طریقہ کسی قدر اس سے مختلف تھا ان لوگون کے جامے اونچے اور زیادہ گھیر دار تھے۔ قریباً جس طرح گھاگرہ والی پلٹن۔ ناچنے کے وقت یہ لوگ دونون ہاتھ پھیلا کر ناچتے تھے۔

مجکو سخت افسوس ہوا کہ اس بیہودہ طریقہ کو یہ لوگ عبادت سمجھتے ہین۔ اور بہت سے لوگون کا اعتقاد ہی کہ یہ لوگ غوث۔ قطب۔ ابدال۔ اوتاد کے رتبہ تک ترقی کرتے ہین ع

والناس فیما یعشقون مذاہب

درویشان رقاص کا ذکر ضمناً آگیا تھا۔ اب مین اصل واقعہ یعنی مولد کی کیفیت کی طرف رجوع کرتا ہون پہلی تاریخ سے یہ اجتماع شروع ہوتا ہوا اور روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ یہان تک کہ بارھوین کی شب کو اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ کشمکش سے جگہ نہین ملتی۔ صبح کو سب لوگ خصوصاً نائب الحکومۃ قاضی مفتی شیخ الازہر مشہد حسین مین جمع ہوتے ہین۔ اور ایک عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے حالات پڑھتا ہے۔ ولادت کے ذکر کے وقت معمول کے موافق قیام ہوتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مجلس ختم ہو جاتی ہے جس کے ساتھ مولد کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

مولد کا یہ طریقہ اس لحاظ سے مجکو بہت پسند آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر جس جوش اور مسرت کا اظہار ہونا چاہیئے وہ اسی طریقہ سے ہونا چاہیئے۔ چھوٹی چھوٹی مجلسون مین یہ اجتماع۔ شان و شوکت نمود ساماں کہاں ہے لیکن دو تین باتین قابل اعتراض ہین۔ اول یہ کہ گیارھوین اور بارھوین کو آتشبازی ہوتی ہے۔ اور یہ امر ایسی مقدس رسم کے شایان نہین۔ دوسرے یہ کہ لوگون کا اجتماع دیکھکر اسی مجمع کے قریب سڑکون پر تھیٹر وغیرہ قائم ہو جاتے ہین۔ حکومت کو چاہیئے کہ ان کو قطعاً روک دے۔

اہل کمال اور مفید تصنیفات

اہل کمال

قسطنطنیہ کی طرح یہان بھی علما اور مصنفین کے دو گروہ ہین اور دونون کا مذاق بالکل الگ الگ ہے۔ ازہر کے شیوخ اور تلامذہ مین سے بعض بعض اپنے فن یعنی نحو و فقہ مین کامل خیال کئے جاتے ہین۔ لیکن ان کے کمال کا تمام تر مدار صرف جزئیات کے حفظ پر ہے جس مین تحقیق و اجتہاد کا شائبہ نہین۔ خود شیخ الازہر جن کو امام الفن کہا جاتا ہے کسی فن مین ان کی کوئی محققانہ تصنیف نہین۔ نئی تعلیم نے بھی اگرچہ اب تک کوئی بڑا صاحب کمال نہین پیدا کیا لیکن اس مین تحقیق و اجتہاد کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اور تصنیفات مین یورپ کا انداز ہے۔ مین ان دونون گروہون مین سے بعض مشاہیر کا حال لکھتا ہون۔

علی پاشا مبارک

علی پاشا مبارک

مصر کے سررشتۂ تعلیم مین جو کچھ اصلاح و ترقی ہوئی ہے۔ انھین کی بدولت ہوئی ہے سولہ[۱۲] برس کی

عمر تھی کہ یہ ۱۲۵۵ھ ہجری مین مدرسہ مہندس خانہ مین داخل ہوے ۱۲۶۱ھ مین محمد علی پاشا
کے بیٹون کے ساتھ فرانس کا سفر کیا اور کئی برس وہان رہ کر متعدد ڈگریان حاصل کین ۱۲۶۶ھ
مین اُن کو دفتر مدارس اور نظارت اوقاف کی خدمت سپرد ہوئی اُسی زمانہ مین اُنھون نے
بہت سے علمی کام کیے۔ خانگی مکاتب کی اصلاح کی۔ اضلاع مین صدر مدارس قائم کیے دار العلوم
کی بنیاد ڈالی۔ کتب خانہ خدیویہ قائم کیا۔ ۱۲۸۵ھ مین ڈائرکٹر تعلیم مقرر ہوے اور تعلیم کو نہایت
ترقی دی۔ خود بھی صاحب تصنیف و تالیف ہین۔ مقریزی کے خطط و آثار کا نہایت عمدہ تکملہ
لکھا ہے۔ شہنشاہ فرانس اور شاہ آسٹریا نے اُن کو اعزاز کے تمغے بھیجے۔ مین ان کی ملاقات کا بہت
شائق تھا لیکن بد قسمتی سے اُس زمانہ مین خدیو کے ساتھ اسکندریہ چلے گئے تھے۔ تین چار مہینے
ہوے اُنھون نے انتقال کیا۔ اُن کے جنازے مین تمام اعیان سلطنت شریک تھے۔ حال مین
اُن کی سوانح عمری لکھی گئی اور شائع ہوئی ہے۔

علی پاشا ابراہیم

علی پاشا ابراہیم

یہ نہایت روشن ضمیر تعلیم یافتہ شخص ہے۔ ۱۲۶۰ھ مین تعلیم کی غرض سے فرانس گیا اور پانچ
برس رہ کر اعلیٰ درجہ کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۲۹۶ھ مین ڈائرکٹر تعلیم مقرر ہوا۔ معلمین کے مدارس اول
اِسی نے قائم کیے۔ سلطنت فرانس نے اُس کو پروفیسر کے درجہ کا تمغہ بھیجا جو مشہور اہلِ کمال
کے سوا کسی کو نہین دیا جاتا۔

امین بک فکری

امین بک فکری

ہائی کورٹ کے جج ہین۔ فرانس مین تعلیم پائی ہے۔ سویڈن مین جو اورینٹل کانفرنس
منعقد ہوئی تھی۔ اسمین سلطنت مصر کی طرف سے وکیل مقرر ہو کر گئے تھے۔ چنانچہ حالات سفر مین
ایک کتاب لکھی ہے جس کے دیکھنے سے اُن کی قوت تحریر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب کی قیمت
آٹھ روپیہ ہے اور واقعی قابل سیر کتاب ہے۔

احمد زکی

احمد زکی

محکمۂ ترجمہ کے سکرٹری ہین۔ فرنچ نہایت عمدہ جانتے ہین۔ غلامی کے مسئلہ پر ایک رسالہ فرنچ مین لکھا تھا جو نہایت مقبول ہوا اور فرانس کے مشہور اخبارات اور ارباب تصنیف نے اُس آرٹیکل اور ریویو لکھے چنانچہ اصل رسالہ مع ریویو وغیرہ کے عربی مین ترجمہ ہوکر چھپا ہو۔ جس کا نام الرق فی الاسلام ہو اُن کی اور بھی مفید تصنیفات ہین۔ لندن مین جو اخیر اورنٹیل کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس مین یہ وکیل مقرر ہوکر گئے تھے۔

شیخ محمد عبدہ

شیخ محمد عبدہ

پُرانے تعلیمیافتہ ہین۔ فن ادب مین تمام مصر و شام اُن کو استاد الفن تسلیم کرتا ہی مقامات بدیع کی شرح نہایت قابلیت سے لکھی ہو۔ روشنضمیری کے ساتھ نئے مذاق سے آشنا ہین جسکا سبب سید جمال الدین افغانی کا فیض صحبت ہو۔ سید موصوف کے ایک رسالہ کا عربی مین ترجمہ کیا ہو اور اُسکے دیباچہ مین مختصر طور پر اُن کی سوانحمری لکھی ہو مین اسکے بعض فقرے اس مقام پر لکھتا ہون جس سے شیخ موصوف کی مہارت فن اور زور تحریر کا اندازہ ہوگا۔ ہمارے ملک مین جو لوگ فن ادب کو لیئے بیٹھے ہین۔ اُن کو اس طرز کی تقلید کرنی چاہیئے۔ اور واقعات نگاری کا یہ اسلوب اختیار کرنا چاہیئے۔ جہان سید موصوف (جمال الدین افغانی) کے حلیہ اور اخلاق و اوصاف ذکر آگیا ہو۔ وہان لکھا ہو۔

اما خلقه فيمثل لناظره عربيا محضا سابعة فى طول وسط فى بنيته قمحى فى لونه عصبى دموى فى مزاجه عظيم الراس فى اعتدال عريض الجبهة فى تناسب واسع العينين ضخم الوجنات۔ رحب الصدر۔ هش بش عند اللقاء اما اخلاقه فلامة القلب سائدة فى صفاته وله حلم عظيم يسع ما شاء الله ان يسع الى ان يدنو منه احد ليمس شرفه او دينه فينقلب الحلم الى غضب فبينما هو حليم اواب اذا هو سدد وهاب وهو كريم يبذل ما بيده قوى الاعتماد

على الدهر لا يبالي ما ياتي به صروف الدهر - سهل لمن لا يهتدي على من
خانته وله سلطة على دقائق المعاني وتجد بينها وابرازها في
صورتها اللائقة لها كان كل معنى قد خلق له كل موضوع يلقي اليه بكل
للبحث يجيد كانه صنع لديه فياتي على المراد ويحيط بجميع الكنافه -

میں اُن سے ملا تھا۔ دیر تک لطف کی صحبت رہی ازہر کی ابتری تعلیم پر افسوس کرتے تھے لیکن اسکے ساتھ نئی تعلیم کے بھی سخت شاکی تھے۔ اور کہتے تھے کہ ھولاء اضل سبیلا افسوس ہے کہ گورنمنٹ مصر نے اُن کو عہدۂ قضا پر مامور کیا ہو۔ وہ سررشتۂ تعلیم کے لیے زیادہ موزون تھے۔ چنانچہ خود بھی اسکا افسوس کرتے تھے۔

شیخ حمزہ فتح اللہ

شیخ حمزہ فتح اللہ

پُرانے تعلیم یافتہ اور پُرانے خیالات کے آدمی ہیں۔ فن ادب کے بڑے استاد ہیں۔ دار العلوم میں ادب کا جو نصاب پڑھایا جاتا ہو انھیں کا انتخاب ہو۔ سررشتۂ تعلیم کے انسپکٹر ہیں۔ سویڈن کی اورینٹل کانفرنس میں مصری سفارت کے ساتھ ممبر مقرر ہو کر گئے تھے۔ اور کانفرنس میں عورتوں کے حقوق کے متعلق ایک رسالہ پیش کیا تھا جسکا نام حقوق النساء فی الاسلام ہو۔ یہ رسالہ سرکاری مطبع میں چھپایا گیا ہو۔ اگرچہ اصل موضوع پر بہت کم لکھا ہو اور جسقدر لکھا ہو وہ بھی مولویانہ لکھا ہو۔ تاہم عبارت نہایت استادانہ بلند اور پُر زور ہو۔

مجھ سے اُن سے نظارۃ المعارف کے دفتر میں ملاقات ہوئی۔ دیر تک علمی تذکرے رہے۔ رسالہ مذکور کی پانچ جلدیں تحفہ کے طور پر عنایت کیں۔ کچہری سے اُٹھکر اپنے مکان پر لے گئے۔ اور اصرار کرکے کھانا کھلایا۔ کھانا نہایت سادہ یعنی خشک روٹی۔ اور کھجوریں تھیں چونکہ عربی زبان کے استاد ہیں اور عرب کے ساتھ اُن کو خاص محبت اور لگاؤ ہو۔ ان کا سادہ عربی کھانا ایک اثر پیدا کرتا تھا۔

لطیفہ۔ میں اور شیخ موصوف کھانا کھا رہے تھے کہ قریب سے ہیچوں ہیچوں کی آواز آئی میں حیران تھا کہ یہ انکر الاصوات کہاں سے آتی ہو۔ دیکھا تو ایک حجرے میں گدھا بندھا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہان گھر مین گدھا باندھنا معیوب نہین۔ اگرچہ مین بازار مین اکثر لوگون کو حتیٰ کہ
انگریزون کو گدھے پر سوار پھرتے دیکھ چکا تھا بلکہ خود بھی دو ایک بار یہ شرف حاصل کر چکا تھا
تاہم مجھکو یہ توقع نہ تھی کہ بھلے آدمیون کے ہان گھوڑون کی طرح گدھون کا بھی اصطبل خانہ ہوتا ہی

سفر کا خاتمہ اور عربون کے فیاضانہ اخلاق

مصر کی روانگی کے ساتھ گویا میرے سفر کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ کیونکہ اس کے بعد نہ کوئی نئی آبادی
دیکھی نہ کوئی جدید واقعہ پیش آیا۔ مین نے سفر کا تمام زمانہ (خلاف توقع) نہایت لطف۔ آرام
دلچسپی اور اطمینان کے ساتھ بسر کیا۔ لیکن اس موقع پر یہ بتانا میرا فرض ہی کہ یہ لطف و آرام
مجھکو کیون نصیب ہوا؟ اور کن لوگون کی وجہ سے ہوا؟ ان سوالون کا صرف ایک جواب ہی۔
یعنی عربون اور ترکون کے فیاضانہ اخلاق۔ حقیقت یہ ہی کہ اگر عربون کی کریم الاخلاقی سے مجکو
سابقہ نہ پڑتا تو سفر کی دلچسپیون کا کیا ذکر ہی زندگی دوبھر ہو جاتی۔ یہ ظاہر ہی کہ کسی شہر مین جاکر
رہنا۔ کھانا۔ پینا۔ ملنا جلنا۔ خرید و فروخت۔ سیر و تماشا۔ حالات کی تحقیق و جستجو۔ دریافت طلب
امور کی تلاش۔ غرض تمام باتین زبان کے جاننے پر موقوف ہین۔ اور مین ترکی زبان سے
بالکل ناواقف۔ عربی زبان جس قدر جانتا تھا۔ وہ بھی بیکار یا قریب قریب بیکار تھی۔ اسقدر
دولتمند بھی نہ تھا کہ بے دریغ روپیون کے صرف سے اس کمی کا تدارک کر سکتا۔ ایسی حالت
مین چھ مہینے کا زمانہ اس لطف و آرام سے بسر کرنا کہ گویا مین وطن ہی مین تھا۔ صرف ترکون
اور خاصکر عربون کی عنایت تھی۔ ترجمانی یہ کرتے تھے۔ بازار سے چیزین یہ لادیا کرتے تھے
لوگون سے تعارف یہ کراتے تھے۔ قابل سیر مقامات مین رہبر یہ بنتے تھے۔ دل لگی کی صحبتون
مین شریک یہ ہوتے تھے۔ غرض کوئی ایسا کام اور ایسی ضرورت نہ تھی جس کے یہ کفیل نہ تھے
اور لطف یہ کہ بے غرض۔ بے سبب۔ صرف مہمان پرستی اور غریب نوازی کے لحاظ سے
تمام وہ جزئی واقعات جن مین مجکو ان لوگون کے فیاضانہ اخلاق کا تجربہ ہوا ان کا بیان
کرنا ناممکن ہی۔ نمونے کے طور پر دو تین واقعے لکھتا ہون۔ شیخ عبد الفتاح۔ شیخ علی طبیان

عربون کے فیاضانہ اخلاق

[1] شام و مصر کے اکثر مسلمان عرب کی نسل سے ہین اس وجہ سے مین تمام شامیون و مصریون کو بلحاظ اختصار عرب سے تعبیر کرتا ہون ۱۲

خوجہ آفندی، عبدالباسط آفندی، شیخ عبدالحلیم آفندی، عبدالسلام آفندی کی ضیافیون کے
واقعات جن کو مین پہلے لکھ آیا ہون۔ اس موقع پر ایک بار پڑھ لینا چاہیے۔

جس زمانہ مین مین قسطنطنیہ مین مقیم تھا عبدالسلام آفندی کے برادر عم زاد شاکر آفندی
مقدمہ کی ضرورت سے قسطنطنیہ مین تھے۔ عبدالسلام آفندی نے اُن کو اپنے پاس ٹھیرانا چاہا لیکن
اُن کے کمرہ مین جگہ نہ تھی۔ مجھ سے کہا تم اپنے پاس ٹھیرالو۔ مین نے اُن کی خاطر سے گوارا کیا
میری روانگی کا زمانہ قریب آیا تو اُنھون نے کہا کہ مین بھی آمادۂ سفر ہون۔ ساتھ ہوتا تو خوب
تھا لیکن اس وقت میرے پاس روپے نہین۔ گھر سے کچھ روپے منگوائے ہین۔ اُن کے آنے کا
انتظار ہو۔ چونکہ وہ خاص بیت المقدس کے رہنے والے تھے مجکو خیال ہوا کہ ان کی وجہ سے
آسایش و آرام کے علاوہ بیت المقدس مین مجکو ہر ایک چیز کی تحقیق و اطلاع مین بہت
مدد ملے گی۔ مین نے اُن سے کہا کہ روپے مجھسے لے لیجیے وہان چل کر ادا کر دیجیے گا۔ اُنھون نے انکار
کیا اور باوجود اصرار کے کسی طرح رضامند نہ ہوتے تھے۔ لیکن مین نے اس قدر مجبور کیا کہ وہ
انکار نہ کر سکے۔ اور مین نے اُسی وقت ۱۱؍ روپے اُن کے حوالے کیے۔ عبدالسلام آفندی
اُس وقت مکان پر نہ تھے۔ شام کو باہر سے آئے تو بات بات مین یہ تذکرہ آیا۔ اُنھون نے
یہ واقعہ سُن کر سر پیٹ لیا اور نہایت پریشان ہوے اور بار بار کہتے تھے کہ شوفعلت
شوفعلت۔ یعنی تم نے یہ کیا غضب کیا؟ شاکر گو میرا بھائی ہو لیکن نہایت آوارہ ہو اور
اسی نے تم سے فریب دیکر روپے لیے۔ لطف یہ کہ روپے تو میرے معرض خطر مین تھے لیکن
عبدالسلام آفندی کو مجھ سے بڑھکر اضطراب تھا۔ شاکر آفندی گھر مین آئے تو عبدالسلام آفندی
نے اُن کو سخت ملامت کی اور اُن سے دستاویز لکھوا کر اُس پر اپنی اور ایک اور شخص کی
گواہی لکھی۔ مجھ کو الگ لیجا کر کہا کہ قومی بدنامی کا معاملہ [illegible] لیے مجکو اپنے بھائی کی پردہ دری
کرنی پڑتی ہو۔ یہ لڑکا (شاکر) آوارہ مزاج اور بد معاملہ ہو۔ اس کی کوئی ذاتی جائداد بھی نہین
اس کا چچا عبدالرزاق اس کا کفیل [illegible] یہ دستاویز اُنھین کے حوالہ کرنا وہ تم کو روپے دیدین گے۔

غرض دوسرے دن شاکر اور مین ساتھ جہاز پر سوار ہوے۔ سمرنا مین پہونچے تو شاکر کے پاس
اُن کے وکیل کا تار آیا کہ فوراً واپس آؤ۔ شاکر نے مجھ سے کہا کہ مین تم کو چھوڑ کر کیونکر جا سکتا ہون

مین نے اُن کو ردکنا مناسب نہ سمجھا۔ اور بجو شی بلکہ باصرار اُن کو واپس بھیجا۔ بیت المقدس پہونچکر
سید ھا عبدالرزاق کے پاس گیا۔ اور مجکو اس موقع پر مجبوری اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ
انھون نے میرے ساتھ سخت بد اخلاقی کی۔ اِس کی شکایت نہین کہ روپے نہین دیئے۔ تعجب یہ ہے کہ
کج اخلاقی سے پیش آئے۔ دوسرے دن مین نے مفتی صاحب (جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہی) کے
پاس جا کر اُن سے سارا قصہ کہا اور دستاویز دکھلائی۔ مفتی صاحب نے عبدالرزاق کے پاس
آدمی بھیجا۔ انھون نے کہلا بھیجا کہ "اسوقت میرے پاس روپیہ نہین دو چار دن کے بعد البتہ
ادا کر سکتا ہون" مفتی صاحب کو چونکہ اطمینان تھا وہ یہ کہ کر چپ ہو رہے کہ ضرور دیل جائین گے
لیکن اور لوگ جو وہان موجود تھے اور عبدالرزاق کے خاندان کے ممبر تھے سخت برہم ہوتے تھے
اور غصہ مین آکر کہتے تھے واللہ بیع بحیتہ دیوتی یعنی وہ اپنی داڑھی بیچے اور روپے ادا کرے
دوسرے دن مین مفتی صاحب کے پاس گیا تو انھون نے پوری رقم یعنی مار روپے انکو پاس
سے دیئے۔ مین نے کہا "آپ اپنی جیب سے دیتے ہین تو مین لینا نہین چاہتا" فرمایا کہ "نہین عبدالرزاق
نے مجھ پر حوالہ کر دیا ہی لیکن اگر وہ نہ بھی دیتے اور میرے پاس روپے نہ بھی ہوتے تو مین اپنا یہ جبہ بیچکر
دیتا" باوجود اِس کے مفتی صاحب اور دیگر حاضرین کو سخت ندامت تھی۔ وہ لوگ مجھ سے نہایت
الحاح سے معذرت کرتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ "ہماری آنکھ تم سے برابر نہین ہوتی" مین جب
رخصت ہوکر چلا تو مفتی صاحب نے کچھ دور تک مشایعت کی اور کہا المرجو منکم ان تستر و ا
عیوبنا فانہ من شیم الکرام یعنی "مجکو امید ہی کہ آپ ہمارے عیب پر پردہ ڈالین گے کیونکہ
شرفا کا کام پردہ پوشی ہی" مفتی صاحب اور اُن کے ہمنشینون کو عبدالرزاق کے برتاؤ سے جو
ندامت تھی اور جس طرح وہ بار بار مجھ سے معافی چاہتے تھے اُس کا اثر اب تک اپنے
دل مین پاتا ہون

دوسرا واقعہ یہ ہی کہ اسکندریہ پہونچکر (جیسا کہ مین اوپر لکھ آیا ہون) ناواقفیت کی وجہ
سے مجکو سخت پریشانی ہوئی۔ چونکہ ریل مین دیر تھی ایک قہوہ خانہ مین جو اسٹیشن سے متصل
تھا جا بیٹھا۔ وہان ایک شامی عرب تشریف رکھتے تھے مجکو غیر ملک کا آدمی سمجھکر یا معلوم نہین کیون وہ
بڑے تپاک سے پیش آئے وہ قاہرہ کو جا رہے تھے مین نے اُن سے کہا کہ مین ہمسفر ہون اور چونکہ

ناواقفیت کی وجہ سے مجھکو ہر موقع پر نقصان اور تکلیف اٹھانی پڑی۔ میں چاہتا ہوں کہ قاہرہ
تک میرا اور آپ کا ساتھ رہے انھوں نے کہا کہ بدرا شین وا لعین ان کی وجہ سے مجھکو تمام سفر میں
کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔ قاہرہ پہونچے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ مجھکو کسی ہوٹل کا
نام بتائیں جو جامع ازہر کے قریب ہو۔ اور بہت بھی زیادہ نہ ہو میں نے تو حضرت چاہا نے کو کہا
تھا وہ دو روز تک میرے ساتھ ہوٹل میں مقیم رہے تیسرے دن کہا کہ مجھے ایک ضرورت سے
قاہرہ آنا ہوا تھا دو تین دن میں مجھکو واپس جانا ہے اگر آپ اجازت دیں تو رخصت ہوں یہ کہکر
ہوٹل کے خانساماں کو دو دن کا کرایہ اور کھانے کی فیس حوالہ کی میں نے ہر چند اصرار کیا کہ میری خیر
آپ کیوں دیتے ہیں نہ مانا اور کہا کہ آپ اس وقت تک ہمارے مہمان تھے یہ کہکر رخصت ہوئے
اور مجھکو سخت افسوس رہا کہ دوبارہ اُن سے ملاقات نہیں ہوئی۔

حال کی عربی زبان

چونکہ سفرنامے کے لوازم میں ایک یہ بھی ہے کہ جس ملک کے حالات لکھے جائیں وہاں کی زبان
مروجہ سے بھی بحث کی جائے۔ اسی لیے حال کی عربی زبان کی نسبت جو تمام اضلاع شام
اور مصر کی زبان ہے کچھ لکھنا ضرور ہے۔ اس سے ہمارے ہم وطنوں کو بھی فائدہ پہونچے گا۔ جو مصر
و شام کے اخبارات کے نہایت شائق ہیں۔ لیکن مروجہ عربی نہ جاننے کی وجہ سے ان سے متمتع
نہیں ہو سکتے۔

موجودہ عربی قدیم عربی سے اس قدر مختلف ہے کہ ہمارے ملک کا کوئی
بڑا عالم اگر مصر و شام کا سفر کرے تو اس کو وہاں کی زبان کے سمجھنے میں قریباً وہی
دقت ہوگی جو ایک عامی کو ہو سکتی ہے۔ زبان موجودہ کی وہ خصوصیتیں جن کی وجہ سے وہ قدیم
زبان سے مختلف ہو گئی ہے مختصر طور پر ذیل میں درج ہیں۔

(۱) بہت سے الفاظ اس قدر مختصر کر لیے گئے ہیں کہ جب تک کوئی شخص بتا نہ دے اصلی الفاظ
کی طرف ذہن منتقل نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے چند الفاظ یہ ہیں۔

لفظ تبدیل شدہ	اصل	معنے
شُو	اَیْ شَیْءٌ	کلمۂ استفہام۔
مُوش	مَا ھُوَ شَیْءٌ	حرف نفی کے معنی مین مستعمل ہوتا ہو
مَا عَلَیْش	مَا عَلَیْہِ شَیْءٌ	کچھ حرج نہین۔ کچھ مضائقہ نہین۔
بِلَاش	بِلَا شَیْءٍ	مفت اور پہلے لفظ کے معنون مین بھی مستعمل ہوتا ہو یعنی کچھ حرج نہین
ھَیْك	ھٰکَذَا	اس طرح۔
ھا دول	ھٰذَا ھُوَ لَاءِ	یہ لوگ۔
قَدِیْش	قَدْرَ اَیِّ شَیْءٍ	کس قدر

(۲) الفاظ کے اول یا اخیر مین بعض حروف زیادہ کر دیتے ہین جس سے لفظ کی صورت بالکل بدل جاتی ہو۔ مثلاً شام مین تمام افعال مضارع کے اول ب زائد کر دیتے ہین۔ ان الفاظ کو ما اقول۔ ما اعرف یون کہتے ہین۔ مَا بَاقُوْلُ۔ مَا بَاعْرِفُ مصر مین الفاظ کے اخیر مین شین بڑھاتے ہین مثلاً یاخذ کے بجاے یاخذش۔

(۳) حروف کا تلفظ نہایت خراب ہو گیا ہو۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ عربی تلفظ کی تمام خصوصیتین مٹ گئین۔ قاف کے بجاے ہمزہ جیم کے بجاے گاف۔ ذال کے بجاے دال۔ عین کے بجاے ہمزہ بولتے ہین۔ اور نہ صرف جاہل اور عامیون کا یہ تلفظ ہو۔ بلکہ علما اور اشراف بھی ان حرفون کو اسی طرح ادا کرتے ہین۔ ایک دفعہ مصر مین مین نے ایک طالب العلم سے پوچھا کہ آپ کہان سے آرہے ہین بولے (اگائی من نگئہ اجاء من جمعۃ) یعنی مین مسجد سے آرہا ہون۔

(۴) بہت سے قدیم الفاظ ہین جنکا طرز استعمال بدل گیا ہو۔ مثلاً جب کسی شخص کی تعریف یا اُس کا شکریہ ادا کیا جائے تو وہ جواب مین کہے گا استغفر اللہ یعنی مین کس قابل ہون۔ یا کوئی تعجب انگیز بات کسی کے سامنے بیان کی جائے تو وہ کہے گا آمَانْ یا شئلّٰہ کہنا ہو کہ تم کو اس سے کیا غرض ؟ تو کہین گے شُو بِدَك۔ شو۔ ای شئی کا مخفف ہو اور بدّ

وہی لفظ ہے جس کو ہم گلا بتی کے ساتھ استعمال کرتے ہین۔

(۵) یورپ کے الفاظ نہایت کثرت سے استعمال مین آ گئے ہین۔ اور چونکہ کسی قدر اُن مین تغیر کر لیا گیا ہے۔ عربی دان اور انگریزی خوان دونون کے سمجھنے مین دقت ہوتی ہے۔ اس قسم کے چند الفاظ مثالاً درج ہین۔

الفاظ معربہ	الفاظ اصلی	الفاظ معربہ	الفاظ اصلی
تِلغراف	ٹیلیگراف	فوتوغراف	فوٹوگراف
بروجرام	پروگرام	بُوستہ	پوسٹ ڈاک
توماندان	کمانڈر	باریز	پیرس (دارالسلطنۃ فرانس)
توماسیون	کمیشن	سِیغارہ	سگرٹ
افوکاتو	ایڈوکیٹ	انکلترا	انگلستان
شلین	شلنگ	امبراطور	امپرر
غاز	گیس	لوندرہ	لندن
بازابورت	پاسپورٹ	نعوتنالی جنرال	جرنل
اوربا	یورپ	جمباز	جمناسٹک
میکانک	مشین (کل)		

اب ہم زبان حال کے الفاظ کی ایک مختصر سی فرہنگ درج کرتے ہین۔ اس مین اکثر ایسے الفاظ بھی ہین جو آج سے پانچ چھ سو برس پہلے ایجاد ہو چکے تھے۔ لیکن چونکہ تصنیفات وغیرہ مین ان کو رواج عام حاصل نہین ہوا تھا وہ بھی نئے الفاظ خیال کئے جاتے ہین چنانچہ اس قسم کے الفاظ پر مین (ق) کی علامت لکھون گا جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ قدیم الفاظ ہین۔

لفظ	معنی
ج	
(ق) جبن	پنیر
(ق) جریدہ لا جمع	اخبار
جرائد	
جوخ	بانات
جمعیۃ	انجمن
جمرک (یا گمرک ترکی ہے)	چنگی
جنینۃ	باغ
ح	
حوائج	میلے کپڑے جو دھونیکو دیے جاتے ہیں
(ق) حراقہ	تارپیڈو کی کشتی
حلیب	دودھ
حزب الاحرار	لبرل پارٹی
خ	
خریطہ	نقشہ (جغرافیہ کا)
(ق) خان	سرائے یا ہوٹل

لفظ	معنی
د	
دلیجانس (عربی نہیں ہے)	شکرم
دایرہ	محکمہ صیغہ
دقیقہ	منٹ
ر	
(ق) ربان	کپتان جہاز
روایہ	ناول، قصہ
ر[illegible] (انگریزی لفظ ہے) ۱۰۱	[illegible]
ریش[illegible]	[illegible]ستان
رابطۃ الرقبۃ	[illegible]سر
رصاص	[illegible]
رسم	تصویر، نقشہ
ز	
زنار	پیٹی
س	
(ق) ساعۃ	گھڑی جس سے وقت معلوم ہوتا ہے

لہ [illegible] پہلی فوج کی تنخواہ کے رجسٹر کو کہتے ہیں ۱۲

لفظ	معنی
سكة الحديد	ریلوے
اسکورتہ (انگریزی لفظ ہے)	بیمہ کرنا
سجادہ	قالین۔ دری
السیاسیۃ	پالٹکس
سریر	چارپائی
ش	
شرکۃ	کمپنی
شوکۃ	کانٹا (جس سے انگریز کھانا کھاتے ہیں)
شمسیہ	چھتری
شمندوفر (فرنچ زبان کا لفظ ہے)	ریل
[illegible]	پورٹ منٹو۔ ٹرا صندوق
(ق) شختورہ	چھوٹی کشتی
ص	
صیدلیۃ	عطاری کی دکان
صهریج	تالاب
صوت	ووٹ۔
ض	
ضو	چراغ لیمپ

لفظ	معنی
(ق) ضریبۃ	ٹکس
ضبطیہ	پولس
ضابط۔ جمع ضباط	افسر فوج
ط	
طربوش	ترکی ٹوپی
طبسی	سینی
ظ	
ظرف	لفافہ
ع	
(ق) علبہ	ڈبیہ
(ق) عیش	روٹی
عیش افرنجی	پاؤ روٹی
عمارہ	بیڑہ جہازات
(ق) عربۃ	گاڑی
عجلۃ	ایضاً
عمود	اخبار کا کالم
عضو جمع اعضا۔	ممبر (کمیٹی)
غ	
غسیل	کپڑے کی دھلائی